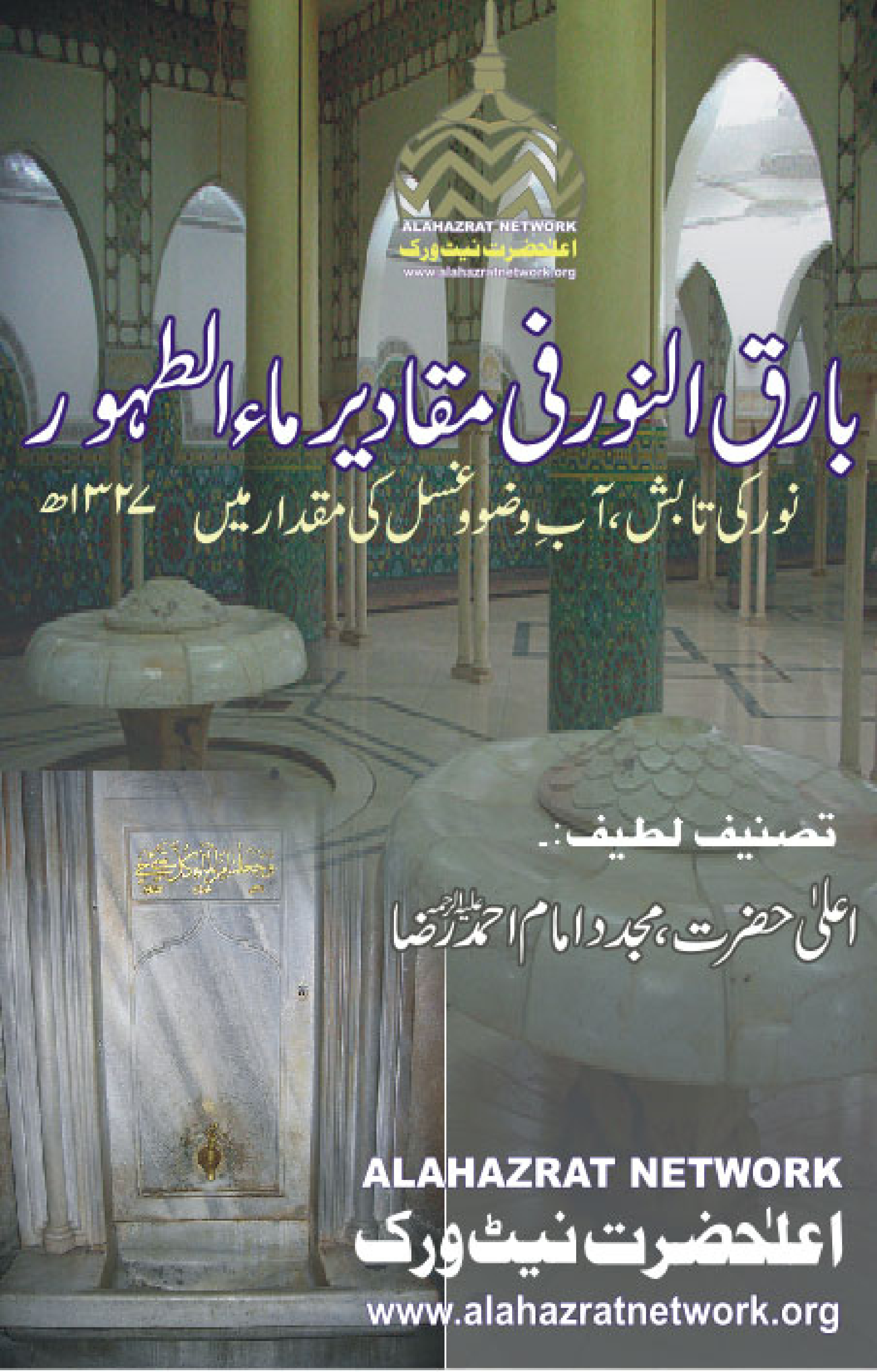

ALAHAZRAT NETWORK
اعلحضرت نیٹ ورک
www.alahazratnetwork.org

بارق النور فی مقادیر ماء الطہور

نور کی تابش، آبِ وضو وغسل کی مقدار میں ۱۳۲۷ھ

تصنیف لطیف:۔

اعلیٰ حضرت، مجدد امام احمد رضا علیہ الرحمہ

ALAHAZRAT NETWORK
اعلیٰحضرت نیٹ ورک
www.alahazratnetwork.org

رسالہ

بارق النور فی مقادیر ماء الطھور ۱۳۲۷ھ

(نور کی تابش، آبِ وضو و غسل کی مقدار میں)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

www.alahazratnetwork.org

نحمدہ و نصلی علٰی رسولہ الکریم

مسئلہ ۲۲ رمضان المبارک ۱۳۲۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ وضو و غسل میں پانی کی کیا مقدار شرعًا معین ہے؟ بَیِّنُوْا تُوْجَرُوْا (بیان فرمائیے اجر پائیے۔ ت)

الجواب

ہم قبل بیانِ احادیث ف صاع و مُد و رطل کی مقادیر بیان کریں کہ فہمِ معنی آسان ہو۔ صاع ایک پیمانہ ہے چار مُد کا، اور مُد کہ اُسی کو مَن بھی کہتے ہیں، ہمارے نزدیک دو رطل ہے، اور ایک رطل شرعی یہاں کے روپے سے چھتیس ۳۶ روپے بھر کہ رطل بیس ۲۰ استار ہے، اور استار ساڑھے چار مثقال، اور مثقال ساڑھے چار ماشے

ف: مثقال و استار و رطل و مُد و صاع کا بیان۔

اور یہ انگریزی روپیہ سوا گیارہ ماشے یعنی ڈھائی مثقال، تو رطل شرعی کہ نوّے[۹۰] مثقال ہوا، ڈھائی پر تقسیم کئے سے چھتیس[۳۶] آئے، تو صاع کہ ہمارے نزدیک آٹھ رطل ہے ایک سو اٹھاسی[۱۸۸] روپے بھر ہوا یعنی رامپور کے سیر سے کہ چھیانوے[۹۶] روپے بھر کا ہے پورا تین[۳] سیر، اور مُد تین[۳] پاؤ۔ اور امام ابو یوسف و ائمہ ثلٰثہ رضی اللہ تعالٰی عنہم کے نزدیک صاع پانچ رطل اور ایک ثلث رطل کا ہے۔ اور اس پر اجماع ہے کہ چار مُد کا ایک صاع ہے تو اُن کے نزدیک مُد ایک رطل اور ایک ثلث رطل ہوا یعنی رامپوری سیر سے آدھ سیر اور صاع دو سیر۔ اس بحث کی زیادہ تحقیق فتاوائے فقیر سے کتاب الصوم وغیرہ میں ہے۔

اب حدیثیں سُنیے: صحیحین میں انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے:

كان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یغتسل بالصاع الی خمسة امداد ویتوضأ بالمد[۱]

رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ایک صاع سے پانچ مُد تک پانی سے نہاتے اور ایک مُد پانی سے وضو فرماتے۔

صحیح مسلم و مسند احمد و جامع ترمذی و سنن ابن ماجہ و شرح معانی الآثار امام طحاوی میں حضرت سفینہ اور مسند احمد و سنن ابی داؤد و ابن ماجہ و طحاوی میں بسندِ صحیح حضرت جابر بن عبداللہ نیز انھیں کتب میں بطرقِ کثیرہ ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے ہے:

www.alahazratnetwork.org

كان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یتوضأ بالمد ویغتسل بالصاع[۲]

رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ایک مُد سے وضو اور ایک صاع سے غسل فرماتے۔

اکثر احادیث اسی طرف ہیں، اور انس رضی اللہ تعالٰی عنہ کی حدیث امام طحاوی کے یہاں یوں ہے:

كان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم

رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ایک مُد سے

---

[۱] صحیح البخاری کتاب الوضوء باب الوضوء بالمد قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۳۳
صحیح مسلم کتاب الحیض باب القدر المستحب من الماء فی غسل الجنابۃ " " ۱/۱۴۹
[۲] " " " " " " " " ۱/۱۴۹
سنن ابی داؤد کتاب الطہارۃ باب ما یجزئ من الماء فی الوضوء آفتاب عالم پریس لاہور ۱/۱۳
مسند احمد بن حنبل عن جابر ۳/۳۰۳ وعن عائشہ رضی اللہ عنہا ۶/۲۴۹ المکتب الاسلامی بیروت
شرح معانی الآثار کتاب الزکوٰۃ باب وزن الصاع کم ھو ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۳۰۶
سنن الترمذی باب فی الوضوء بالمد حدیث ۵۶ دار الفکر بیروت ۱/۱۲۲

يتوضأ من مد فيسبغ الوضوء وعسى ان يفضل منه الحديث۔[1]

تمام وکمال وضو وسعت وفراغت کے ساتھ فرمالیتے اور قریب تھا کہ کچھ پانی بچ بھی رہتا۔

اور ابویعلی وطبرانی وبیہقی نے ابوامامہ باہلی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے بسندِ ضعیف روایت کیا:

ان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم توضأ بنصف مد۔[2]

رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے نصف مُد سے وضو فرمایا۔

سنن ابی داؤد ونسائی میں ام عمارہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے ہے:

ان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم توضأ فاتی بماء فی اناء قدر ثلثی المد۔[3]

رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے وضو فرمانا چاہا تو ایک برتن حاضر لایا گیا جس میں دو تہائی مُد کے قدر پانی تھا۔

نسائی کے لفظ یہ ہیں:

فاتی بماء فی اناء قدر ثلثی المد۔[4]

ایک برتن میں کہ دو ثلث مُد کے قدر تھا پانی حاضر کیا گیا۔

ابن خزیمہ وابن حبان وحاکم کی صحاح میں عبد اللہ بن زید رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے:

www.alahazratnetwork.org

انہ رای النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم توضأ بثلث مد۔[5] عہ

انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو دیکھا کہ ایک تہائی مُد سے وضو فرمایا۔

عہ ھکذا اعزا لھم الزرقانی فی شرح المواھب وقد

عہ اسی طرح ان کے حوالے سے علامہ زرقانی نے شرح مواہب میں ذکر کیا اور (باقی بر صفحہ آئندہ)

---

[1] شرح معانی الآثار کتاب الزکوٰۃ باب وزن الصاع کم ھو ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۳۴۶

[2] مجمع الزوائد بحوالہ الطبرانی فی الکبیر کتاب الطہارۃ باب مایکفی من الماء الخ دار الکتاب بیروت ۱/۲۱۹

[3] سنن ابی داؤد کتاب الطہارۃ باب مایجزئ من الماء فی الوضوء آفتاب عالم پریس لاہور ۱/۱۳

[4] سنن النسائی 〃 باب القدر الذی یکتفی بہ الرجل من الماء للوضوء نور محمد کارخانہ، کراچی ۱/۲۴

[5] المستدرک للحاکم 〃 باب مایجزئ من الماء للوضوء دار الفکر بیروت ۱/۱۶۱

صحیح ابن خزیمہ 〃 باب الرخصۃ فی الوضوء الخ حدیث ۱۱۸ المکتب الاسلامی بیروت ۱/۶۲

موارد الظمآن باب ماجاء فی الوضوء حدیث ۱۵۵ المطبعۃ السلفیۃ ص ۶۷

اقول احادیث سے ثابت ہے کہ وضو میں عادت کریمہ تثلیث تھی یعنی ہر عضو تین بار دھونا اور کبھی دو دو بار بھی اعضاء دھوئے۔

رواہ البخاری عن عبد اللہ بن زید وابوداؤد والترمذی وصححہ وابن حبان عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہما ان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم توضأ مرتین مرتین[1]۔

اسے امام بخاری نے عبداللہ بن زید رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ اور ابوداؤد نے اور ترمذی نے بافادہ تصحیح، اور ابن حبان نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کی کہ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے وضو میں دو دو بار اعضاء دھوئے۔ (ت)

اور کبھی ایک ہی ایک بار دھونے پر قناعت فرمائی۔

رواہ البخاری والدارمی وابوداؤد والنسائی

اسے بخاری، دارمی، ابوداؤد، نسائی، طحاوی

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

احتاط فنص علی الضبط قائلا ثلث بالافراد[2] اھ و نقل البعض عن ابنی خزیمۃ وحبان بنحو ثلثی مد بالتثنیۃ وان الحافظ ابن حجر قال فی الثلث لم اجدہ کذا قال واللہ تعالٰی اعلم اھ ۱۲ منہ۔

براہ احتیاط رکھتے ہوئے ضبطِ لفظ کی صراحت کردی کہ ثُلث بصیغۂ واحد ہے اھ۔ اور بعض نے ابن خزیمہ و ابن حبان سے بصیغۂ تثنیہ "بنحو ثلثی مد" (تقریباً دو تہائی مد) نقل کیا۔ اور یہ کہ حافظ ابن حجر نے لفظ "ثُلُث" سے متعلق کہا کہ میں نے اسے نہ پایا —— انھوں نے ایسا ہی لکھا ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم ۱۲ منہ (ت)

www.alahazratnetwork.org

---

[1] صحیح البخاری کتاب الوضوء باب الوضوء مرتین قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۲۷
سنن ابی داؤد کتاب الطہارۃ " " " آفتاب عالم پریس لاہور ۱/ ۱۸
سنن الترمذی ابواب الطہارۃ باب ما جاء فی الوضوء مرتین مرتین حدیث ۴۳ دارالفکر بیروت ۱/ ۱۱۳
موارد الظمآن کتاب الطہارۃ " " " حدیث ۱۵۷ المطبعۃ السلفیہ ص ۶۷
[2] شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیۃ المقصد التاسع الفصل الاول دارالمعرفۃ بیروت ۷/ ۲۵۱

والطحاوی وابن خزیمة عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما قال توضأ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم مرۃ مرۃ[1] وبمثلہ رواہ الطحاوی عن عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما وروی ایضا عن امیرالمؤمنین عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ قال رأیت رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم توضأ مرۃ مرۃ[2] وعن ابی رافع رضی اللہ تعالٰی عنہ قال رأیت رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم توضأ ثلثا ثلثا ورأیتہ غسل مرۃ مرۃ[3]۔

اور ابن خزیمہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا انھوں نے فرمایا رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے وضو میں ایک ایک بار اعضاء دھوئے ۔ اور اسی کے مثل امام طحاوی نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے بھی روایت کی۔ اور امیرالمؤمنین حضرت عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے بھی روایت کی کہ انھوں نے فرمایا میں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ایک ایک بار اعضا دھوئے ۔ اور حضرت ابورافع رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی کہ انھوں نے فرمایا میں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے تین تین بار اعضائے وضو دھوئے اور یہ بھی دیکھا کہ سرکار نے ایک ایک بار دھویا۔(ت)

www.alahazratnetwork.org

غالباً جب ایک ایک بار اعضائے کریمہ دھوئے تہائی مُد پانی خرچ ہوا، اور دو دو بار میں دو تہائی، اور تین تین بار دھونے میں پورا مُد خرچ ہوتا تھا۔

فان قلت لیس فی حدیث ام عمارۃ رضی اللہ

اگر یہ سوال ہو کہ حضرت اُم عمارہ رضی اللہ تعالٰی عنہا

---

[1] صحیح البخاری	کتاب الوضوء	باب الوضوء مرۃ مرۃ	قدیمی کتب خانہ کراچی	۱/ ۲۷
سنن ابی داؤد	کتاب الطہارۃ	〃 〃 〃	آفتاب عالم پریس لاہور	۱/ ۱۸
سنن النسائی	〃	〃 〃 〃	نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی	۱/ ۲۵
سنن الدارمی	〃	〃 〃 〃 حدیث ۷۰۷	دار المحاسن للطباعۃ القاہرۃ	۱/ ۱۴۳
شرح معانی الآثار	〃	باب الوضوء للصلٰوۃ مرۃ مرۃ	ایچ ایم سعید کمپنی کراچی	۱/ ۲۸
صحیح ابن خزیمۃ	کتاب الوضوء	باب اباحۃ الوضوء مرۃ مرۃ حدیث ۱۷۱	المکتب الاسلامی بیروت	۱/ ۸۸
[2] معانی الآثار	کتاب الطہارۃ	باب الوضوء للصلٰوۃ مرۃ مرۃ	ایچ ایم سعید کمپنی کراچی	۱/ ۲۸
[3] 〃	〃	〃 〃 〃	〃 〃	〃

تعالیٰ عنہا انہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم توضأ بثلثی مد انما فیہ اتی بماء فی اناء قدر ثلثی مد قلت لیس غرضہما منہ الابیان قدر ما توضأ بہ والاکان ذکر قدر الماء او الاناء فضلا لاطائل تحتہ علی انہا لم تذکر طلبہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم زیادۃ فافاد فحواہ انہ اجتزأ بہ ولعل ھذا ھو الباعث للعلامۃ الزرقانی اذ یقول فی شرح المواھب لابی داؤد عن ام عمارۃ انہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم توضأ بثلثی مد[1] اھ والا فلفظ ابی داؤد ما قد سقتہ لک۔

کی حدیث میں یہ نہیں ہے کہ حضور صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے دو تہائی مد سے وضو کیا اس میں صرف اتنا ہے کہ حضور کے پاس ایک برتن حاضر لایا گیا جس میں دو تہائی مُد کی مقدار میں پانی تھا قلتُ (تو میں جواب دوں گا) اس سے ان صحابیہ کا مقصود یہی بتانا ہے کہ جتنے پانی سے حضور نے وضو فرمایا اس کی مقدار کیا تھی، اگر یہ نہ ہو تو پانی کی مقدار یا برتن کا تذکرہ بے فائدہ وفضول ٹھہرے گا۔ علاوہ ازیں انھوں نے یہ ذکر نہ کیا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے مزید طلب فرمایا تو مضمون حدیث سے مستفاد ہو کہ اتنی ہی مقدار پر سرکار نے اکتفا کی۔ شاید یہی وجہ ہے کہ علامہ زرقانی نے شرح مواہب میں فرمایا کہ اُمّ عمارہ سے ابوداؤد کی روایت میں یہ ہے کہ حضور صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دو تہائی مُد سے وضو فرمایا اھ۔ کیونکہ ابوداؤد کے الفاظ تو وہی ہیں جو میں نے پیش کئے (کہ سرکار نے وضو فرمانا چاہا تو ایک برتن حاضر لایا گیا جس میں دو تہائی مُد کے قدر پانی تھا)۔

بالجملہ وضو میں کم سے کم تہائی مد[ع] اور زیادہ سے زیادہ ایک مُد کی حدیثیں آئی ہیں اور حدیث ربیّع بنت معوذ بن عفراء رضی اللہ تعالےٰ عنہا:

وضأت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ

انھوں نے ایک برتن کی طرف جس میں ایک مُد

ع: ایک حدیث موقوف میں چہارم مُد بھی آیا ہے کما سیأتی ۱۲ منہ۔

---

[1] شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیۃ المقصد التاسع الفصل الاول دار المعرفۃ بیروت ۷/۲۵۱

www.alahazratnetwork.org

وسلم فی اناء نحو من هذا الاناء وهی تشیر الی رکوة تاخذ مدا او ثلثا، رواه سعید بن منصور فی سننه وفی لفظ لبعضهم یکون مدا او مدا وربعا واصل الحدیث عنها فی السنن الاربعة۔ 13

یا ایک مُد اور تہائی مد پانی آتا، اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کو اسی طرح کے ایک برتن سے وضو کرایا۔ یہ حدیث سعید بن منصور نے اپنی سنن میں روایت کی ــــــ اور بعض روایات میں یہ الفاظ ہیں کہ اس میں ایک مُد یا سوا مُد پانی ہوگا ــــ اور حضرت ربیّع سے اصل حدیث سُنن اربعہ میں مروی ہے۔ (ت)

یعنی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے اُس برتن سے وضو فرمایا جس میں ایک مُد یا سوا مُد، اور دوسری روایت میں ہے ایک ثُلث یا ایک مُد اور تہائی مُد پانی تھا، تو یہ مشکوک ہے۔ اور شک سے زیادت ثابت نہیں ہوتی۔ ہاں صحیحین وسنن ابی داؤد ونسائی وطحاوی میں انس رضی اللہ تعالٰے عنہ کی ایک حدیث یوں ہے:

کان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلم یتوضأ بمکوك ویغتسل بخمسة مکاکی۔[2]

رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم ایک مکوک سے وضو اور پانچ سے غسل فرماتے۔

مکوک ف میں کیلہ ہے اور کیلہ نصف صاع تو مکوک ڈیڑھ صاع ہوا کما فی الصحاح والقاموس وغیرھما فی اقاویل اخر، اور ایک صاع کو بھی کہتے ہیں بعض علمائے نے حدیث میں یہی مراد لی تو وضو کے لئے چار مُد ہوجائیں گے مگر راجح یہ ہے کہ یہاں مکوک سے مُد مراد ہے جیسا کہ خود انھیں کی دیگر روایات میں تصریح ہے والروایات تفسر بعضها بعضا (اور روایات میں ایک کی تفسیر دوسری سے ہوتی ہے۔ت)

ف: فائدہ مکوک اور کیلہ کا بیان

---

[1] کنز العمال بحوالہ ص حدیث ۲۶۸۳۷ و ۲۶۸۳۸ موسسۃ الرسالہ بیروت ۹/ ۳۳۲ و ۳۳۳

[2] صحیح مسلم کتاب الحیض باب القدر المستحب من الماء فی غسل الجنابۃ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۴۹

سنن ابی داؤد کتاب الطہارۃ باب مایجزئ من الماء آفتاب عالم پریس لاہور ۱/ ۱۳

سنن النسائی کتاب الطہارۃ باب القدر الذی یکتفی بہ الرجل من الماء للوضو نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ۱/ ۲۴

شرح معانی الآثار کتاب الزکوٰۃ باب وزن الصاع کم ھو ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/ ۳۷۷

www.alahazratnetwork.org

امام طحاوی نے فرمایا:

احتمل ان یکون اراد بالمکوک المد لانھم کانوا یسمون المد مکوکا۔[1]

یہ احتمال ہے کہ انھوں نے مکوک سے مُد مراد لیا ہو اس لئے کہ وہ حضرات مُد کو مکوک کہا کرتے تھے(ت)

نہایہ ابن اثیر جوزی میں ہے:

اراد بالمکوک المد وقیل الصاع والاول اشبہ لانہ جاء فی حدیث اٰخر مفسرا بالمُد والمکّوک اسم للمکیال ویختلف مقدارہ باختلاف اصطلاح الناس علیہ فی البلاد۔[2]

انھوں نے مکّوک سے مُد مراد لیا ــ اور کہا گیا کہ صاع مراد لیا ــ اور اوّل مناسب ہے اس لئے کہ دُوسری حدیث میں اس کی تفسیر "مُد" سے آئی ہے ــ اور مکّوک ایک پیمانے کا نام ہے۔ اس کی مقدار مختلف بلاد میں لوگوں کے عرف کے لحاظ سے مختلف ہوتی ہے۔(ت)

رہا غسل، اس میں کمی کی جانب یہ حدیث ہے کہ صحیح مسلم میں ام المؤمنین صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے ہے:

انھا کانت تغتسل ھی والنبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فی اناء واحد یسع ثلثۃ امداد اوقریبا من ذٰلک۔[3]

وہ اور رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ایک برتن میں کہ تین مُد یا اس کے قریب کی گنجائش رکھتا نہالیتے۔

اس کے ایک معنی یہ ہوتے ہیں کہ دونوں کا غسل اُسی تین مُد پانی سے ہوجاتا تو ایک غسل کو ڈیڑھ ہی مُد رہا، مگر علماء نے اسے بعید جان کر تین[3] توجیہیں فرمائیں:

اوّل یہ کہ یہ ہر ایک کے جُداگانہ غسل کا بیان ہے کہ حضور اُسی ایک برتن سے جو تین مُد کی قدر تھا غسل فرمالیتے اور اسی طرح میں بھی۔ ذکرہ الامام القاضی عیاض (یہ توجیہ امام قاضی عیاض نے ذکر فرمائی۔ت)

فان قلت فعلی ھذا یضیع قولھا **اگر یہ سوال ہو کہ پھر تو ان کا** "ایک برتن میں"

---

[1] شرح معانی الآثار کتاب الزکوٰۃ باب وزن الصاع کم ھو ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۲۷۷

[2] النہایۃ فی غریب الحدیث والاثر باب المیم مع الکاف تحت اللفظ مکک دارالکتب العلمیہ بیروت ۴/۲۹۸

[3] صحیح مسلم کتاب الزکوٰۃ باب القدر المستحب من الماء فی غسل الجنابۃ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۱۴۸

فی اناء واحد فانما قصدھا بہ افادۃ اجتماعھا معہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فی الغسل من اناء واحد کما افصحت بہ فی الروایۃ الاخرٰی کنت اغتسل انا و رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم من اناء واحد تختلف ایدینا فیہ من الجنابۃ رواہ الشیخان[1]، وفی اخرٰی لمسلم من اناء بینی وبینہ واحد فیبادرنی حتی اقول دع لی[2]، وللنسائی من اناء واحد یبادرنی وابادرہ حتی یقول دعی لی وانا اقول دع لی[3]

کہنا بے کار ہو جاتا ہے کہ اس لفظ سے ان کا مقصد یہی بتانا ہے کہ وہ حضور صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے ساتھ ایک برتن سے غسل کرتی تھیں، جیسا کہ دوسری روایت میں اسے صاف طور پر بیان کیا ہے: میں اور رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم ایک ہی برتن سے غسلِ جنابت کیا کرتے اس میں ہمارے ہاتھ باری باری آتے جاتے ــــ اسے بخاری ومسلم نے روایت کیا ــــ اور مسلم کی ایک دوسری روایت میں ہے: ایک ہی برتن سے جو میرے اور ان کے درمیان ہوتا تو وہ مجھ پر سبقت فرماتے یہاں تک کہ میں عرض کرتی میرے لئے بھی رہنے دیجئے ــــ اور نسائی کی روایت میں یہ ہے: ایک ہی برتن سے، وہ مجھ سے سبقت فرماتے اور میں ان سے سبقت کرتی، یہاں تک کہ حضور فرماتے: میرے لئے بھی رہنے دو۔ اور میں عرض کرتی: میرے لئے بھی رہنے دیجئے۔ (ت)

www.alahazratnetwork.org

ف: مسئلہ جائز ہے کہ زن وشوہر دونوں ایک برتن سے ایک ساتھ غسلِ جنابت کریں اگرچہ باہم ستر نہ ہو اور اُس وقت متعلق ضرورتِ غسل بات بھی کر سکتے ہیں مثلاً ایک سبقت کرے تو دوسرا کہے میرے لئے پانی رہنے دو۔

---

[1] صحیح البخاری کتاب الغسل باب ھل یدخل یدہ فی الاناء الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۴۰
صحیح مسلم کتاب الحیض باب القدر المستحب من الماء الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۴۸
[2] صحیح مسلم " " " " " " " " " " " "
[3] سنن النسائی کتاب الطہارۃ باب الرخصۃ فی ذالک نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ۱/ ۴۷

قلت لایلزم ان لا ترید بھذا اللفظ کلما تکلمت بہ الا ھذہ الافادۃ فقد ترید ھھنا ان ذٰلک الاناء الواحد کان یکفیہ اذا اغتسل ولا یطلب زیادۃ ماء وکذٰلک انا اذا اغتسلت۔

میں جواب دوں گا ضروری نہیں کہ جب بھی وہ یہ لفظ بولیں تو انھیں یہی بتانا مقصود ہو، یہاں اُن کا مقصد یہ بتانا ہے کہ وہی ایک برتن جب حضور غسل فرماتے تو ان کے لئے کافی ہوجاتا اور مزید پانی طلب نہ فرماتے اور یہی حال میرا ہوتا جب میں نہاتی۔

دوم یہاں مُد سے صاع مراد ہے۔

قالہ ایضا صرفا لہ الی وفاق حدیث الفرق الاٰتی فانہ ثلثۃ اٰصع واقرہ النووی۔

یہ توجیہ بھی امام قاضی عیاض ہی نے پیش کی تاکہ اس میں اور اگلی حدیثِ فَرَق میں مطابقت ہوجائے کیوں کہ فَرَق تین صاع کا ہوتا ہے۔ امام نووی نے بھی اس توجیہ کو برقرار رکھا۔

اقول ف یہ اس کا محتاج ہے کہ مُد بمعنی صاع زبانِ عرب میں آتا ہو اور اس میں سخت تأمل ہے، صحاح و صراح و مختار و قاموس و تاج العروس لغاتِ عرب و مجمع البحار و نہایہ و مختصر سیوطی لغاتِ حدیث وطلبۃ الطلبہ و مصباح المنیر لغاتِ فقہ میں فقیر نے اس کا پتا نہ پایا، اور بالفرض کہیں شاذ و نادر ورود ہو بھی تو اس پر حمل تجوز بے قرینہ سے کچھ بہتر نہیں۔

اما جعل امیر المؤمنین عمر بن عبد العزیز المد بثلثۃ امداد فحادث لایحمل علیہ کلام ام المؤمنین رضی اللہ تعالٰی عنہما۔

لیکن یہ کہ امیر المؤمنین حضرت عمر بن عبد العزیز رضی اللہ تعالٰی عنہ نے ایک مد تین مد کے برابر بنایا تو یہ بعد کی بات ہے، اس پر حضرت ام المؤمنین رضی اللہ تعالٰی عنہا کا کلام محمول نہیں ہوسکتا۔ (ت)

سوم یہ کہ حدیث میں زیادہ کا انکار نہیں، حضور و امّ المؤمنین معًا تین مُد سے نہائے ہوں اور جب پانی ختم ہوچکا اور زیادہ فرما لیا ہو،

ابداہ الامام النووی حیث قال یجوز ان یکون ھذا وقع

یہ توجیہ امام نووی نے پیش کی ان کے الفاظ یہ ہیں، ہوسکتا ہے یہ ایک وقت (مثلاً غسل شروع کرتے

ف: تطفل علی الامام القاضی عیاض والامام النووی۔

فی بعض الاحوال و مازاد لما فرغ[1]

وقت) ہُوا ہو اور جب پانی ختم ہوگیا تو دونوں حضرات نے اور لے لیا ہو۔ (ت)

اقول یہ بھی بعید[ف1] ہے کہ اس تقدیر پر ذکر مقدار عبث وبیکار ہوا جاتا ہے تو قریب تر وہی توجیہ اول ہے۔

وانا **اقول** لوحمل علی الاشتراك لم یمتنع فقد قدمنا روایة انه صلی اللّٰه تعالٰی علیه وسلم توضأ بنصف مُد وروی عن الامام محمد رحمه اللّٰه تعالٰی انه قال ان المغتسل لایمکن ان یعم جسده باقل من مد ذکره العینی فی العمدة[2] فافاد امکان تعمیم الجسد بمد فکان المجموع مدا ونصفا، واللّٰه تعالٰی اعلم۔

اور **میں کہتا ہُوں** اگر شرکت پر محمول کرلیا جائے تو بھی (اتنی مقدار سے دونوں حضرات کا غسل) محال نہیں، کیوں کہ یہ روایت ہم پیش کرچکے ہیں کہ حضور صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے آدھے مُد سے وضو فرمایا ــــ اور امام محمد رحمہ اللہ تعالٰی سے مروی ہے کہ ایک مُد سے کم پانی ہو تو غسل کرنے والا پُورے بدن پر نہیں پہنچا سکتا ــــ اسے علامہ عینی نے عمدۃ القاری میں ذکر کیا ــــ اس کلام سے مستفاد ہوا کہ ایک مُد ہو تو پورے بدن پر پہنچایا جاسکتا ہے تو کل ڈیڑھ مُد ہوا (آدھے سے وضو، باقی سے اور تمام بدن ــــ اس طرح تین مُد سے دو کا غسل ممکن ہوا ۱۲م) واللہ تعالٰی اعلم (ت)

اور جانب زیادت میں اُس قول کی تضعیف تو اوپر گزری کہ مکوک سے صاع مراد ہے جس سے غسل کے لئے پانچ صاع ہوجائیں، ہاں موطائے مالک وصحیح مسلم وسنن ابی داؤد میں ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے ہے:

ان رسول اللّٰه صلی اللّٰه تعالٰی علیه

رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم ایک برتن سے

ف: تطفل اخر علی الامام النووی۔

---

[1] شرح صحیح مسلم للنووی مع صحیح مسلم کتاب الحیض باب القدر المستحب من الماء قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۴۸

[2] عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری کتاب الوضوء باب الوضوء بالمد تحت الحدیث ۲۰۱ دار الکتب العلمیہ بیروت ۳/ ۱۴۱

کان یغتسل من اناء واحد ھو الفرق من الجنابۃ۔[1] | غسلِ جنابت فرماتے تھے اور وہ فَرَق تھا۔

فَرَق میں اختلاف ہے، اکثر تین[3] صاع کہتے ہیں اور بعض دو صاع، [ف1]

ففی الحدیث عند مسلم قال سفین والفَرَق ثلثۃ اصع[2] وکذٰلک ھو نص الامام الطحاوی وقال النووی کذا قالہ الجماھیر[3] اھ قال العینی وقیل صاعان[4] اھ وقال الامام نجم الدین النسفی فی طلبۃ الطلبۃ ھو اناء یاخذ ستۃ عشر رطلا[5] اھ وھکذا فی نھایۃ ابن الاثیر وصحاح الجوھری وکذا نقلہ فی الطلبۃ عن القتبی ونقل عن شرح الغریبین انہ اثنا عشر مدا[6] اھ وقال ابوداؤد سمعت احمد بن حنبل یقول الفرق ستۃ عشر رطلا[7] ونقل الحافظ فی الفتح عن ابی عبد اللہ الاتفاق علیہ وعلی انہ

اس حدیث کے تحت امام مسلم کی روایت میں ہے کہ سفیان نے فرمایا فَرَق تین صاع ہوتا ہے ــــ یہی تصریح امام طحاوی نے فرمائی ــــ اور امام نووی نے فرمایا یہی جمہور کا قول ہے اھ ــــ علامہ عینی نے لکھا، اور کہا گیا کہ دو صاع اھ ــــ امام نجم الدین نسفی نے طلبۃ الطلبہ میں لکھا: یہ ایک برتن ہے جس میں سولہ[16] رطل آتے ہیں اھ ــــ ایسے ہی نہایۂ ابن اثیر اور صحاح جوہری میں ہے، اور اسی طرح اس کو طلبۃ الطلبہ میں قتبی سے نقل کیا ہے، اور شرح غریبین سے نقل کیا ہے کہ یہ بارہ[12] مُد ہوتا ہے اھ ــــ اور ابوداؤد نے کہا: میں نے امام احمد بن حنبل سے سُنا کہ فَرَق سولہ[16] رطل کا ہوتا ہے اور حافظ ابن حجر نے فتح الباری میں ابوعبد اللہ سے اس پر اور اس پر کہ وہ تین صاع

ف: تطفل علی الامام القاضی عیاض

www.alahazratnetwork.org

[1] سنن ابی داؤد کتاب الطہارۃ باب مقدار الماء الذی یجزئ بہ الغسل آفتاب عالم پریس لاہور ۱/۳۱

[2] صحیح مسلم کتاب الحیض باب القدر المستحب من الماء فی غسل الجنابۃ الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۱۴۸

[3] شرح مسلم للنووی مع صحیح مسلم کتاب الحیض باب القدر المستحب من الماء الخ 〃 〃 ۱/۱۴۸

[4] عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری کتاب الغسل باب الغسل الرجل مع امرأتہ تحت الحدیث ۲۵۰/۳ ۲۹۰/۳

[5] طلبۃ الطلبۃ کتاب الزکوٰۃ دائرۃ المعارف الاسلامیۃ مکران بلوچستان ص ۱۹

[6] 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃

[7] سنن ابی داؤد کتاب الطہارۃ باب مقدار الماء الذی یجزئ بہ الغسل آفتاب عالم پریس لاہور ۱/۳۱

ثلثة اصع قال لعله یرید اتفاق اھل اللغۃ[1] اھ اقول ویتراءی لی ان لاخلف فان ستۃ عشر رطلا صاعان بالعراق وثلثۃ اصوع بالحجاز۔

ہوتا ہے اتفاق نقل کیا اور کہا شاید ان کی مرادیہ ہے کہ اہلِ لغت کا اتفاق ہے اھ ۔۔ اقول اور میرا خیال ہے کہ ان اقوال میں کوئی اختلاف نہیں اس لئے کہ سولہ رطل دو صاع عراقی اور تین صاع حجازی کے برابر ہوتا ہے۔(ت)

امام نووی اس حدیث سے یہ جواب دیتے ہیں کہ پورے فَرَق سے تنہا حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا غسل فرمانا مراد نہیں کہ یہی حدیث صحیح بخاری میں یوں ہے :

کنت اغتسل انا والنبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم من اناء واحد من قدح یقال لہ الفرق[2]۔

میں اور رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم ایک برتن سے نہاتے وہ ایک قدح تھا جسے فَرَق کہتے۔

اقول یہ لفظ اجتماع میں نص نہیں،

کماقدمنا فلاینبغی الجزم بان الافراد غیر مراد بل لقائل ان یقول مخرج الحدیث الزھری عن عروۃ عن عائشۃ رضی اللہ تعالٰی عنہا فروی عن الزھری مالک ومن طریقہ مسلم و ابوداؤد باللفظ الاول[3] وابن

جیسا کہ ہم نے پہلے بیان کیا۔ تو اس پر جزم نہیں کرنا چاہئے کہ تنہا غسل فرمانا مراد نہیں ۔۔ بلکہ کہنے والا یہ بھی کہہ سکتا ہے کہ اس حدیث کے راوی امام زہری ہیں جنھوں نے حضرت عروہ سے انھوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالٰے عنہا سے روایت کی۔ پھر امام زہری سے امام مالک نے اور ان ہی کی سند سے امام مسلم اور ابوداؤد

ف : تطفل ثالث علی الامام النووی۔

---

[1] فتح الباری شرح صحیح البخاری کتاب الغسل تحت الحدیث ۲۵۰ دارالکتب العلمیہ ۲/ ۳۲۶

[2] صحیح البخاری 〃 〃 قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۳۹

[3] مؤطا امام مالک کتاب الطہارۃ العمل فی غسل الجنابۃ میر محمد کتب خانہ کراچی ص ۳۲

صحیح مسلم کتاب الحیض باب القدر المستحب من الماء فی غسل الجنابۃ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۴۸

سنن ابی داؤد کتاب الطہارۃ باب مقدار الماء الذی یجزئ بہ الغسل آفتاب عالم پریس لاہور ۱/ ۳۱

www.alahazratnetwork.org

ابی ذئب عند البخاری والطحاوی باللفظ الثانی[1] تابعہ معمر و ابن جریج عند النسائی[2] وجعفر بن برقان عند الطحاوی[3] و روی عنہ اللیث عند النسائی و سفیٰن بن عیینۃ عندہ و عند مسلم بلفظ کان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ و سلم یغتسل فی القدح وھو الفرق وکنت اغتسل انا وھو فی الاناء الواحد و لفظ سفیٰن من اناء واحد[4] فیشبہ ان تکون ام المؤمنین رضی اللہ تعالٰی عنھا اتت بحدیثین اغتسالہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم من الفرق واغتسالھما من اناء واحد فاقتصر منھما مالک علی الحدیث الاول وجمع بینھما ابن ابی ذئب

نے پہلے الفاظ میں روایت کی (کان یغتسل من اناء واحد ھو الفرق)، اور امام بخاری و امام طحاوی کی روایت میں امام زہری سے ابن ابی ذئب نے بلفظ دوم روایت کی (کنت اغتسل انا والنبی الخ) ابن ابی ذئب کی متابعت امام نسائی کی روایت میں معمر اور ابن جریج نے، اور امام طحاوی کی ایک روایت میں جعفر بن برقان نے کی — اور نسائی کی تخریج پر امام زہری سے امام لیث نے اور نسائی و مسلم کی تخریج میں ان سے امام سفیٰن بن عیینہ نے ان الفاظ سے روایت کی: رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم ایک قدح میں غسل فرماتے اور وہ فَرَق ہے — اور میں اور حضور ایک برتن میں غسل کرتے — امام سفیٰن کے الفاظ ہیں: "ایک برتن سے" غسل کرتے۔ تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ام المومنین رضی اللہ تعالٰی عنہا نے دو حدیثیں روایت کیں ایک حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے فَرَق سے غسل فرمانے سے متعلق اور ایک دونوں حضرات کے ایک برتن سے غسل فرمانے سے متعلق — تو امام مالک نے دونوں حدیثوں میں سے صرف پہلی حدیث ذکر کی۔

---

[1] شرح معانی الآثار کتاب الزکوٰۃ باب وزن الصاع کم ھو ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۳۷۶

[2] سنن النسائی کتاب الطہارۃ باب ذکر الدلالۃ علے انہ لا وقت فی ذٰلک نور محمد کارخانہ کراچی ۱/۴۷

[3] شرح معانی الآثار کتاب الزکوٰۃ باب وزن الصاع کم ھو ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۳۷۶

[4] صحیح مسلم کتاب الحیض باب القدر المستحب من الماء فی غسل الجنابۃ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۱۴۸

ومتابعوہ وافق بھما سفین و واللیث مفصلین ، واللہ تعالٰی اعلم۔

اور ابن ذئب اور ان کی متابعت کرنے والے حضرات (معمر، ابن جریج) نے دونوں حدیثوں کو ملا دیا۔ اور سفیان ولیث نے دونوں کو الگ الگ بیان کیا ۔ اور خدائے برتر ہی کو خوب علم ہے۔ (ت)

امام طحاوی فرماتے ہیں: حدیث میں صرف برتن کا ذکر ہے کہ اس ظرف سے بہاتے، بھرا ہونا نہ ہونا مذکور نہیں۔

اقول صرف[ف] برتن کا ذکر قلیل الجدوی ہے اُس سے ظاہر مفاد وہی مقدار آب کا ارشاد ہے خصوصًا حدیثِ لیث وسفین میں لفظ فی سے تعبیر کہ ایک قدح میں غسل فرماتے اذ من المعلوم ان لیس المراد الظرفیۃ (اس لئے کہ معلوم ہے کہ ظرفیت (قدح کے اندر غسل کرنا) مراد نہیں۔ ت) اور حدیث مالک میں لفظ واحد کی زیادت اذ من المعلوم ان لیس المراد نفی الغسل من غیرہ قط (کیونکہ معلوم ہے کہ یہ مراد نہیں کہ اس کے علاوہ کسی برتن سے کبھی غسل نہ کیا۔ ت) بہرحال اس قدر ضرور ہے کہ حدیث اس معنی میں نص صریح نہیں زیادت کا صریح نص اُسی قدر ہے جو حدیث انس رضی اللہ تعالٰی عنہ میں گزرا کہ پانچ مُد سے غسل فرماتے، اور پھر بھی اکثر واشہر وہی وضو میں ایک مُد اور غسل میں ایک صاع ہے، اور احادیث کے ارشادات قولیہ تو خاص اسی طرف ہیں، امام احمد وابوبکر بن ابی شیبہ و

ف: تطفل ما علی الامام السید الاجل الطحاوی۔

عــہ نص عم شیخ الوھابیۃ الشوکانی ان الحدیث اخرجہ ایضا ابوداؤد و ابن ماجۃ بنحوہ **اقول** کذب[ف۱] علی ابی داؤد واخطاء[ف۲] علی ابن ماجۃ فان اباداؤد لم یخرجہ اصلا انما عندہ عن جابر کان النبی

عــہ پیشوائے وہابیہ شوکانی کا زعم ہے کہ اس حدیث کو ابوداؤد نے بھی روایت کیا اور اسی کے ہم معنی ابن ماجہ نے بھی۔ **اقول** اس نے ابوداؤد کی طرف تو جھوٹا انتساب کیا اور ابن ماجہ کی طرف نسبت میں خطا کی ۔ اس لئے کہ ابوداؤد نے سرے سے اسے روایت ہی نہ کیا۔ ان کی روایت (باقی برصفحہ آئندہ)

ف۱: رد علی الشوکانی ف۲: رد اخر علیہ

www.alahazratnetwork.org

عبدبن حمید و اثرم وحاکم وبیہقی جابر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کرتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

یجزئ من الغسل الصاع ومن الوضوء المد[1]

غسل میں ایک صاع اور وضوء میں ایک مُد کفایت کرتا ہے۔

ابن ماجہ سنن میں حضرت عقیل بن ابی طالب رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

یجزئ من الوضوء مُد ومن الغسل صاع[2]

وضو میں ایک مُد، غسل میں ایک صاع کافی ہے۔

طبرانی معجم اوسط میں عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یغتسل بالصاع ویتوضأ بالمد[3] وابن ماجۃ لم یخرجہ عن جابر بن عبد اللہ بل عن عبد اللہ بن محمد بن عقیل بن ابی طالب رضی اللہ عنہم اھ منہ۔

حضرت جابر سے یہ ہے کہ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ایک صاع سے غسل فرماتے اور ایک سے وضو فرماتے ــــ اور ابن ماجہ نے یہ حدیث حضرت جابر بن عبداللہ سے روایت نہ کی بلکہ عبداللہ بن محمد بن عقیل بن ابوطالب سے روایت کی۔ رضی اللہ تعالٰی عنہم۔ (ت)

---

[1] المستدرک للحاکم کتاب الطہارۃ مایجزئ من الماء للوضوء الخ دارالفکر بیروت ۱/۱۶۱
السنن الکبرٰی " باب استحباب ان لاینقص فی الوضوء الخ دارصادر بیروت ۱/۱۹۵
مسند احمد بن حنبل عن جابر رضی اللہ تعالٰی عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۳/۳۷۰
المصنف لابن ابی شیبہ کتاب الطہارات باب فی الجنب کم یکفیہ الخ حدیث ۷۰۸ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱/۶۶

[2] سنن ابن ماجہ ابواب الطہارات باب ماجاء فی مقدار الماء الخ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۲۴

[3] سنن ابی داؤد کتاب الطہارۃ باب مایجزئ من الماء فی الوضوء آفتاب عالم پریس لاہور ۱/۱۳

فذکر مثل حدیث عقیل غیر انہ قال فی مکان من فی الموضعین[1]۔

اس کے بعد حدیث عقیل ہی کے مثل ذکر کیا فرق یہ ہے کہ دونوں جگہ "من" کے بجائے "فی" کہا۔ (ت)

امام احمد[2] انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

یکفی احدکم مد من الوضوء[2]۔

تم میں سے ایک شخص کے وضوء کو ایک مد بہت ہے۔

ابونعیم معرفۃ الصحابہ میں ام سعد بنت زید بن ثابت انصاری رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

الوضوء مد والغسل صاع[3]۔

وضو ایک مد اور غسل ایک صاع ہے۔

اقول اب یہاں چند امر تنقیح طلب ہیں:

امر اوّل صاع اور مد باعتبار وزن مراد ہیں یعنی ۲ اور ۸ رطل وزن کا پانی ہو کہ رامپور کے سیر سے وضو میں تین پاؤ اور غسل میں تین سیر پانی ہوا، اور امام ابو یوسف و ائمہ ثلثہ کے طور پر وضو میں آدھ سیر اور غسل میں ۲ سیر، اور جانب کی وضو میں پونے تین چھٹانک سے بھی کم اور غسل میں ڈیڑھ ہی سیر، یا باعتبار کیل وپیمانہ یعنی اتنا پانی کہ ناج کے پیمانہ مد یا صاع کو بھر دے، ظاہر ہے کہ پانی ناج سے

www.alahazratnetwork.org

ع۔ وعزاہ الامام الجلیل فی الجامع الصغیر لجامع الترمذی بلفظ یجزئ فی الوضوء رطلان من ماء[4]، قال المناوی واسنادہ ضعیف[5] اھ لکن العبد الضعیف لم یرہ فی ابواب الطہارۃ من الجامع فاللہ تعالٰی اعلم ۱۲ منہ۔

ع۔ یہ حدیث امام جلال الدین سیوطی نے جامع ترمذی کے حوالے سے ان الفاظ سے جامع صغیر میں ذکر کی ہے: وضو میں ۲ رطل پانی کافی ہے۔ علامہ مناوی نے کہا اس کی سند ضعیف ہے اھ۔ لیکن میں نے جامع ترمذی کے ابواب الطہارہ میں یہ حدیث نہ پائی، فاللہ تعالٰی اعلم ۱۲ منہ (ت)

---

[1] المعجم الاوسط حدیث ۷۵۵۱ مکتبۃ المعارف ریاض ۸/۲۷۳

[2] مسند احمد بن حنبل عن انس رضی اللہ عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۳/۲۶۴

[3] تلخیص الحبیر فی تخریج احادیث الرافعی الکبیر کتاب الطہارۃ حدیث ۱۹۴ باب اصل الغسل دارالکتب العلمیہ بیروت ۱/۳۸۶

[4] الجامع الصغیر بحوالت حدیث ۹۹۹۷ دارالکتب العلمیۃ بیروت ۲/۵۸۹

[5] التیسیر شرح الجامع الصغیر تحت الحدیث یجزئ فی الوضوء الخ مکتبۃ الامام الشافعی ریاض ۲/۵۰۷

بھاری ہے تو پیمانہ بھر پانی اُس پیمانے کے رطلوں سے وزن میں زائد ہوگا کلماتِ ائمہ میں معنیٰ دوم کی تصریح ہے اور اسی طرف بعض روایاتِ احادیث ناظر۔ امام عینی عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری میں فرماتے ہیں:

باب الغسل بالصاع ای بالماء قدر ملؤ الصاع۔[1]	باب الغسل بالصاع یعنی اتنے پانی سے غسل جس سے صاع بھر جائے۔ (ت)

امام ابن حجر عسقلانی فتح الباری شرح صحیح بخاری میں فرماتے ہیں:

المراد من الروایتین ان الاغتسال وقع بملؤ الصاع من الماء۔[2]	دونوں روایتوں سے مراد یہ ہے کہ غسل پانی کی اتنی مقدار سے ہوا جس سے صاع بھر جائے (ت)

امام احمد قسطلانی ارشاد الساری شرح صحیح بخاری میں فرماتے ہیں:

ای بالماء الذی ھو قدر ملؤ الصاع۔[3]	یعنی اتنے پانی سے غسل جو صاع بھرنے کے بقدر ہو۔ (ت)

نیز عمدۃ القاری میں حدیثِ طحاوی مجاہد سے بایں الفاظ ذکر کی:

قال دخلنا علی عائشۃ رضی اللہ تعالٰی عنہا فاستسقی بعضنا فاتی بعس، قالت عائشۃ کان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یغتسل بملؤ ھذا، قال مجاھد فحزرتہ فیما احزر ثمانیۃ ارطال، تسعۃ ارطال، عشرۃ ارطال، قال و اخرجہ النسائی حزرتہ ثمانیۃ	مجاہد نے کہا ہم حضرت عائشہ رضی اللہ تعالٰی عنہا کے یہاں گئے تو ہم میں سے کسی نے پانی مانگا۔ ایک بڑے برتن میں لایا گیا۔ حضرت عائشہ نے فرمایا نبی صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم اس برتن بھر پانی سے غسل فرماتے تھے۔ امام مجاہد نے کہا، میں نے اندازہ کیا تو وہ برتن آٹھ رطل، یا نو رطل، یا دس رطل کا تھا۔ امام عینی نے کہا، یہ حدیث امام نسائی نے روایت کی تو اس میں یہ ہے کہ میں نے اسے آٹھ رطل کا

ف: تطفل علی العلامۃ علی القاری۔

---

[1] عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری کتاب الغسل باب الغسل بالصاع دار الکتب العلمیہ بیروت ۳/ ۲۹۱
[2] فتح الباری " " " " تحت الحدیث ۲۵۱ " " ۲/ ۳۲۷
[3] ارشاد الساری " " " " دار الکتب العلمیہ بیروت ۱/ ۴۹۰

اس طال[۱] ای من دون شک ۔ اندازہ کیا۔ یعنی اس روایت میں بغیر شک کے ہے (ت)

اقول ظاہر ہے ف کہ پیمانے ناج کے لئے ہوتے ہیں پانی مکیل نہیں کہ اس کے لئے کوئی مُد وصاع جُدا موضوع ہوں بل نص علماؤنا انہ قیمی فاذن لاھو مکیل ولا موزون (بلکہ ہمارے علماء نے تو تصریح فرمائی ہے کہ پانی قیمت والی چیزوں میں ہے جب تو وہ نہ مکیل ہے نہ موزون۔ ت) تو اندازہ نہ بتایا گیا مگر انھیں مُد وصاع سے جو ناج کے لئے تھے اور کسی برتن سے پانی کا اندازہ بتایا جائے تو اس سے یہی مفہوم ہوگا کہ اس بھر پانی نہ یہ کہ اس برتن میں جتنا ناج آئے اس کے وزن کے برابر پانی۔

وھذا ظاھر جدا فاندفع ماوقع للعلامۃ علی القاری فی المرقاۃ شرح المشکوٰۃ حیث قال تحت حدیث انس کان صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یتوضأ بالمُد ویغتسل بالصاع المراد بالمد والصاع وزنا لاکیلا[۲] اھ فھذا قیلہ من قبلہ لم یستند فیہ لدلیل ولا قیل لاحد قبلہ واسمعناک نصوص العلماء والحجۃ الزھراء۔

اور یہ بہت واضح ہے تو وہ خیال دفع ہوگیا جو علامہ علی قاری سے مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں واقع ہوا کہ انھوں نے حضرت انس کی حدیث "حضور صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم ایک مُد سے وضو فرماتے اور ایک صاع سے غسل فرماتے" کے تحت لکھا کہ مُد اور صاع سے مراد اتنے وزن بھر پانی ہے اتنے ناپ بھر نہیں اھ۔ یہ ضعیف قول خود ان کا ہے جس پر نہ تو انھوں نے کسی دلیل سے استناد کیا نہ اپنے پہلے کے کسی شخص کے قول سے استناد کیا۔ اور علماء کے نصوص اور روشن دلیل ہم پیش کرچکے۔

فان قلت الیس قد قال انس رضی اللہ تعالٰی عنہ کان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یتوضأ برطلین ویغتسل بالصاع، رواہ الامام الطحاوی[۳]۔

اگر سوال ہو کہ کیا حضرت انس رضی اللہ تعالٰی عنہ نے یہ نہیں فرمایا کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم دو رطل سے وضو فرماتے اور ایک صاع سے غسل فرماتے ــــ اسے امام طحاوی نے روایت

ف: تطفل اٰخر علیہ

[۱] عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری کتاب الغسل باب الغسل بالصاع دار الکتب العلمیۃ بیروت ۲/ ۲۹۲

[۲] مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح تحت حدیث ۴۳۹ المکتبۃ الحبیبیہ کوئٹہ ۲/ ۱۴۳

[۳] شرح معانی الآثار کتاب الزکوٰۃ باب وزن الصاع کم ھو ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/ ۳۷۷

والرطل من الوزن۔

قلت المراد بالرطلین ھو المُد بدلیل حدیثه المذکور سابقا والاحادیث یفسر بعضها بعضا بل قد اخرج الامام الطحاوی عنه رضی رضی اللّٰه تعالٰی عنه قال کان رسول اللّٰه صلی اللّٰه تعالٰی علیه وسلم یتوضأ بالمُد وھو رطلان[1] فاتضح المراد وبھذا استدل ائمتنا علی ان الصاع ثمانیة ارطال ولذا قال الامام الطحاوی بعد اخراجه الحدیث الذی تمسکت به فی السؤال فھذا انس قد اخبر ان مُد رسول اللّٰه صلی اللّٰه تعالٰی علیه وسلم رطلان والصاع اربعة امداد فاذا ثبت ان المد رطلان ثبت ان الصاع ثمانیة ارطال[2] اھ فقد جعل معنی قوله توضأ برطلین توضأ بالمد وھو رطلان کما افصح به فی الروایة الاخرٰی علٰی ان الرطل مکیال ایضا کما نص علیه فی المصباح المنیر[3]، واللّٰه تعالٰی اعلم۔

کیا۔ اور رطل ایک وزن ہے۔

میں کہوں گا دو رطل سے وہی مُد مراد ہے، جس پر دلیل خود اُن ہی کی حدیث ہے جو پہلے ذکر ہوئی ۔ اور احادیث میں ایک کی تفسیر دوسری سے ہوتی ہے بلکہ امام طحاوی نے حضرت انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے یہ روایت بھی کی ہے کہ انھوں نے فرمایا رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم ایک مُد سے وضو فرماتے اور وہ دو رطل ہے ۔ تو مراد واضح ہوگئی ۔ اور اسی سے ہمارے ائمہ نے صاع کے آٹھ رطل ہونے پر استدلال کیا ہے اور اسی لئے امام طحاوی نے سوال میں تمھاری پیش کردہ حدیث روایت کرنے کے بعد فرمایا: یہ حضرت انس ہیں جنھوں نے بتایا کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا مُد دو رطل تھا اور صاع چار مُد کا ہوتا ہے تو جب یہ ثابت ہوگیا کہ مُد دو رطل ہے تو یہ بھی ثابت ہُوا کہ صاع آٹھ رطل ہے اھ۔ تو امام طحاوی نے "توضأ برطلین" (دو رطل سے وضو فرمایا) کا معنی یہ ٹھہرایا کہ توضأ بالمُد وھو رطلان (ایک مُد سے وضو فرمایا اور وہ دو رطل ہے) جیساکہ دوسری روایت میں اسے صاف بتایا ۔ علاوہ ازیں رطل ایک پیمانہ بھی ہے جیساکہ مصباح منیر میں اس کی صراحت کی ہے ۔ واللہ تعالٰی اعلم ۔ (ت)

www.alahazratnetwork.org

---

[1] و [2] شرح معانی الآثار کتاب الزکوٰۃ باب وزن الصاع کم ھو ایچ ایم سعید کمپنی ۱/ ۳۷۷
[3] المصباح المنیر کتاب الراء تحت لفظ "رطل" منشورات دار الھجرۃ قم ایران ۱/ ۲۳۰

امر دوم غسل میں کہ ایک صاع بھر پانی ہے اس سے مراد مع اُس وضو کے ہے جو غسل میں کیا جاتا ہے یا وضو سے جدا، امام اجل طحاوی رحمہ اللہ تعالٰی نے معنیِ دوم پر تنصیص فرمائی اور وہ جو اکثر احادیث میں ایک صاع اور حدیثِ انس میں پانچ مُد ہے اُس میں یہ تطبیق دی کہ ایک مُد وضو کا اور ایک صاع بقیہ غسل کا، یُوں غسل میں پانچ مُد ہوئے۔ حدیثِ انس رضی اللہ تعالٰی عنہ یغتسل بخمس مکاکی روایت کرکے فرماتے ہیں:

یکون الذی کان یتوضأ بہ مُدا ویکون الذی یغتسل بہ خمسۃ مکاکی یغتسل باربعۃ منہا وھی اربعۃ امداد وھی صاع ویتوضأ باٰخر وھو مُد فجمع فی ھذا الحدیث ماکان یتوضأ بہ للجنابۃ وماکان یغتسل بہ لھا[1] وافرد فی حدیث عتبۃ (یعنی الذی فیہ الوضوء بمُد والغسل بصاع) ماکان یغتسل بہ لھا خاصۃ دون ماکان یتوضأ بہ[2] اھ۔

جتنے پانی سے وضو فرماتے وہ ایک مُد ہوگا اور جتنے سے غسل فرماتے وہ پانچ مکوک ہوگا — چار مکوک — وہی چار مُد اور چار مُد ایک صاع — سے غسل فرماتے۔ اور باقی ایک مکوک — ایک مُد — سے وضو فرماتے۔ تو اس حدیث میں جتنے سے جنابت کا غسل و وضو فرماتے دونوں کو جمع کردیا۔ اور حدیثِ عتبہ میں (یعنی جس میں یہ ہے کہ ایک مُد سے وضو اور ایک صاع سے غسل) صرف اس کو بیان کیا جس سے غسل فرماتے، اُس کو ذکر نہ کیا جس سے وضو فرماتے اھ۔

www.alahazratnetwork.org

اقول لکن حدیثہ یغتسل بالصاع الی خمسۃ امداد لیس فی التوزیع بل فی التنویع کما لایخفی ای ان الغسل نفسہ کان تارۃ باربعۃ وتارۃ بخمسۃ سواء ارید بہ اسالۃ الماء علی سائر البدن وحدھا

اقول لیکن حضرت انس کی یہ حدیث کہ حضور ایک صاع سے پانچ مُد تک پانی سے غسل فرماتے، بیانِ تقسیم میں نہیں بلکہ بیانِ تنویع میں ہے جیسا کہ پوشیدہ نہیں — یعنی خود غسل ہی کبھی چار مُد سے ہوتا اور کبھی پانچ مُد سے ہوتا خواہ اس سے صرف پُورے بدن پر پانی بہانا مراد لیں یا اس کے

---

[1] شرح معانی الآثار کتاب الزکوٰۃ باب وزن الصاع کم ھو ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۳۶۴

[2] " " " " " " " " " "

او مع الوضوء۔ | ساتھ وضو بھی ملالیں۔ (ت)

امر سوم یہ صاع کس ناج کا تھا، ظاہر ہے کہ ناج ہلکے بھاری ہیں، جس پیمانے میں تین سیر جَو آئیں گے گیہوں تین سیر سے زیادہ آئیں گے اور ماش اور بھی زائد۔ ابو شجاع ثلجی نے صدقہ فطر میں ماش یا مسور کا پیمانہ لیا کہ ان کے دانے یکساں ہوتے ہیں تو ان کا کیل و وزن برابر ہوگا بخلاف گندم یا جَو کہ اُن میں بعض کے دانے ہلکے بعض کے بھاری ہوتے ہیں، تو دو قسم کے گیہوں اگرچہ ایک ہی پیمانے سے لیں وزن میں مختلف ہوسکتے ہیں اور اسی طرح جَو۔ درمختار میں اسی پر اقتصار کیا اور امام صدر الشریعۃ نے شرح وقایہ میں فرمایا کہ احوط کھرے گیہوں کا صاع ہے۔ اور علامہ شامی نے ردالمحتار میں جَو کا صاع احوط بتایا اور حاشیہ زیلعی للسید محمد امین میر غنی سے نقل کیا:

ان الذی علیہ مشائخنا بالحرم الشریف المکی ومن قبلھم من مشائخھم وبہ کانوا یفتون تقدیرہ بثمانیۃ ارطال من الشعیر[1]

یعنی حرم مکہ میں ہمارے مشائخ اور ان سے پہلے ان کے مشائخ اس پر ہیں کہ آٹھ رطل جَو سے صاع کا اندازہ کیا جائے اور اکابر اسی پر فتوٰی دیتے تھے۔

اقول ظاہر ہے کہ صاع اُس ناج کا تھا جو اُس زمان برکت نشان میں عام طعام تھا اور معلوم ہے کہ وہاں عام طعام جَو تھا گیہوں کی کثرت زمانہ امیر معٰویہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہوئی۔ حدیث ابوسعید خدری رضی اللہ تعالٰی عنہ میں ہے:

لما کثر الطعام فی زمن معٰویۃ جعلوہ مدین من حنطۃ[2]

جب حضرت معاویہ کے زمانے میں طعام کی فراوانی ہوئی تو اسے گیہوں کے دو مُد ٹھہرائے (ت)

ف: مسئلہ زیادہ احتیاط یہ ہے کہ صدقہ فطر و فدیہ روزہ و نماز و کفارہ قسم وغیرہ میں نیم صاع گیہوں جَو کے پیمانے سے دئے جائیں یعنی جس برتن میں ایک سو چوالیس ۱۴۴ روپے بھر جَو ٹھیک ہموار سطح سے آجائیں کہ نہ اُونچے رہیں نہ نیچے، اُس برتن بھر گیہوں کو ایک صدقہ سمجھا جائے، ہم نے تجربہ کیا پیمانہ نیم صاع جَو میں بریلی کے سیر سے کہ سَو روپیہ بھر کا ہے اٹھنی بھر اوپر پونے دو سیر گیہوں آتے ہیں فی کس اتنے دئے جائیں۔

---

[1] ردالمحتار کتاب الزکوٰۃ باب صدقۃ الفطر داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۷۷
[2] شرح معانی الآثار " باب مقدار صدقۃ الفطر ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/ ۲۷۲

14

شرح صحیح مسلم امام نووی میں ہے:

الطعام فی عرف اھل الحجاز اسم للحنطة خاصة [1]

طعام اہلِ حجاز کے عرف میں صرف گیہوں کا نام ہے۔ (ت)

صحیح ابن خزیمہ میں عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے ہے:

قال لم تکن الصدقة علی عھد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم الا التمر والزبیب والشعیر ولم تکن الحنطة [2]۔

فرمایا، رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کے زمانے میں صدقہ کھجور، خشک انگور اور جَو سے دیا جاتا اور گیہوں نہ ہوتا۔

صحیح بخاری شریف میں ابو سعید خدری رضی اللہ تعالٰے عنہ سے ہے:

کان طعامنا یومئذ الشعیر [3]۔ ہمارا طعام اُس وقت جَو تھا۔ (ت)

اور اس سے قطع نظر بھی ہو تو شک نہیں کہ مُد و صاع کا اطلاق مُد و صاع شعیر کو بھی شامل، تو اس پر عمل ضرور اتباعِ حدیث کی حد میں داخل۔

فقیر نے ۲۷ ماہ مبارک رمضان ۱۳۲۰ھ کو نیم صاع شعیری کا تجربہ کیا جو ٹھیک چار رطل جَو کا پیمانہ تھا اس میں گیہوں برابر ہموار مسطح بھر کر تولے تو ثمن رطل کم پانچ رطل آئے یعنی ایک سو چوالیس ۱۴۴ روپے بھر جَو کی جگہ ایک سو پچھتر ۱۷۵ روپے آٹھ آنے بھر گیہوں کہ بریلی کے سیر سے اٹھنی بھر اوپر پونے دو سیر ہوئے۔ یہ محفوظ رکھنا چاہئے کہ صدقہ فطر و کفارات و فدیہ صوم و صلٰوۃ میں اسی اندازہ سے گیہوں ادا کرنا احوط وانفع للفقرا ہے اگرچہ اصل مذہب پر بریلی کی تول سے چھ ۶ روپے بھر کم ڈیڑھ سیر گیہوں ہیں پھر اُسی پیمانے میں پانی بھر کر وزن کیا تو دو سو چودہ ۲۱۴ روپے بھر ایک دوانی کم آیا کہ کچھ کم چھ ۶ رطل ہُوا تو تنہا وضو کا پانی رامپوری سیر سے تقریباً آدھ پاؤ سیر ہوا اور باقی غسل کا قریب ساڑھے چار سیر کے، اور مجموع غسل کا چھٹانک اوپر ساڑھے پانسیر

ف: مسئلہ تنہا وضو کا مسنون پانی رامپوری سیر سے کہ چھیانوے ۹۶ روپے بھر کا ہے تقریباً آدھ پاؤ اوپر سیر بھر ہے اور باقی غسل کا ساڑھے چار سیر کے قریب، مجموع غسل کا چھٹانک اوپر ساڑھے پانسیر سے کچھ زیادہ۔

[1] شرح صحیح مسلم للنووی کتاب الزکوٰۃ باب الامر باخراج زکوٰۃ الفطر الخ تحت حدیث ۲۲۵۳ دار الفکر بیروت ۴/ ۲۶۳۲

[2] صحیح ابن خزیمۃ باب الدلیل علی ان الامر الخ حدیث ۲۴۰۶ المکتب الاسلامی بیروت ۴/ ۸۵

[3] صحیح البخاری کتاب الزکوٰۃ باب الصدقۃ قبل العید قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۲۰۴ و ۲۰۵

سے کچھ زیادہ۔

یہ بحمد اللہ تعالٰی قریبِ قیاس ہے بخلاف اس کے اگر تنقیحاتِ مذکورہ نہ مانی جائیں تو مجموع غسل کا پانی صرف تین سیر رہتا ہے۔ اور امام ابویوسف کے طور پر دو ہی سیر، اُسی میں وضو اُسی میں غسل، اور ہر عضو پر تین تین بار پانی کا بہنا یہ سخت دشوار بلکہ بہت دُور از کار ہے۔

فائدہ[ف۱]: اُن پانیوں کے بیان میں جو اس حساب سے جُدا ہیں:

(۱) آبِ استنجا — ہمارے[ف۲] علماء نے وضو کی تقسیم یُوں فرمائی ہے کہ آدمی موزوں پر مسح کرے اور استنجے کی حاجت نہ ہو تو نیم مُد پانی کافی ہے اور موزے اور استنجا دونوں ہوں یا دونوں نہ ہوں تو ایک مُد اور موزے نہ ہوں اور استنجا کرنا ہو تو ڈیڑھ مُد۔ حلیہ میں ہے:

روی الحسن عن ابی حنیفۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ فی الوضوء ان کان متخففا ولایستنجی کفاہ رطل لغسل الوجہ والیدین ومسح الراس والخفین وان کان یستنجی کفاہ رطلان رطل للاستنجاء ورطل للباقی وان لم یکن متخففا ویستنجی کفاہ ثلثۃ ارطال رطل للاستنجاء ورطل للقدمین ورطل للباقی[1]

امام حسن بن زیاد نے امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے وضو کے بارے میں روایت کی ہے کہ اگر موزے پہنے ہیں اور استنجا نہیں کرنا ہے تو چہرہ اور دونوں ہاتھوں کے دھونے اور سر اور موزوں کے مسح کے لئے ایک رطل کافی ہے۔ اور اگر استنجا بھی کرنا ہے تو دو رطل — ایک رطل استنجا کے لئے اور ایک رطل باقی کے لئے — اور اگر موزے نہیں ہیں اور استنجا کرنا ہے تو تین رطل کفایت کریں گے، ایک رطل استنجا کے لئے، ایک رطل دونوں پاؤں کے لئے، اور ایک رطل باقی کے لئے۔ (ت)

ف۱: مسئلہ اُن پانیوں کا بیان جو اس حساب کے علاوہ ہیں۔

ف۲: مسئلہ حالات وضو پر مسنون پانی کے اختلافات اور یہ کہ استنجے کے لئے چھٹانک آدھ سیر پانی چاہئے۔

---

[1] حلیۃ المحلی شرح منیۃ المصلی

www.alahazratnetwork.org

(۲) ظاہر ہے کہ اگر بدن پر کوئی نجاست حقیقیہ ہو جیسے حاجتِ غسل میں ران وغیرہ پر منی تو اس کی تطہیر کا پانی اس حساب میں نہیں اور یہیں سے ظاہر کہ بعد جماع اگر کپڑا نہ ملے تو پانی کہ اب استنجے کو درکار ہو گا معمول سے بہت زائد ہوگا۔

(۳) پیش از استنجا تین بار[ف۱] دونوں ہاتھ کلائیوں تک دھونا مطلقاً سنّت ہے اگرچہ سوتے سے نہ جاگا ہو، یہ اُس سنت سے جدا ہے کہ وضو کی ابتدا میں تین بار ہاتھ دھوئے جاتے ہیں، سنت یوں ہے کہ تین بار ہاتھ دھو کر استنجا کرے پھر آغازِ وضو میں بار دیگر تین بار دھوئے پھر منہ[ف۲] دھونے کے بعد جو ہاتھ کہنیوں تک دھوئے گا اُس میں بھی ناخنِ دست سے کہنیوں کے اوپر تک دھوئے تو دونوں کفدست تین مرتبہ دھوئے جائیں گے، ہر مرتبہ تین تین بار، اخیر کے دونوں داخل حسابِ وضو ہیں، اور اوّل خارج۔ ہاں اگر استنجا کرنا نہ ہو تو وہی مرتبہ تین تین بار دھونا رہے، درمختار میں ہے:

(سنۃ البداءۃ بغسل الیدین) الطاھرتین ثلثا قبل الاستنجاء وبعدہ وقید الاستیقاظ اتفاقی (الی الرسغین وھو) سنۃ (ینوب عن الفرض) ولیس غسلھما ایضا مع الذراعین[۱] اھ ملتقطا۔

وضو کی سنت گٹوں تک دونوں پاک ہاتھوں کے دھونے سے ابتدا کرنا۔ تین بار استنجے سے پہلے اور اس کے بعد بھی۔ اور نیند سے اُٹھنے کی قید اتفاقی ہے اور یہ ایسی سنت ہے جو فرض کی نیابت کر دیتی ہے۔ اور کلائیوں کے ساتھ بھی ہاتھوں کو دھونا مسنون ہے اھ ملتقطا (ت)

www.alahazratnetwork.org

ردالمحتار میں ہے:

خص المصنف بالمستیقظ تبرکا بلفظ

مصنف نے نیند سے اُٹھنے والے کے ساتھ لفظ

ف۱: مسئلہ استنجے سے پہلے تین بار دونوں ہاتھ کلائیوں تک دھونا سنّت ہے اگرچہ سوتے سے نہ اٹھا ہو، ہاں سوتے سے اٹھا اور بدن پر کوئی نجاست تھی تو زیادہ تاکید یہاں تک کہ سنت مؤکدہ ہے۔
ف۲: مسئلہ وضو کی ابتدا میں جو دونوں ہاتھ کلائیوں تک تین تین بار دھوئے جاتے ہیں سنت یہ ہے کہ منہ دھونے کے بعد جو ہاتھ دھوئے اس میں پھر دونوں کفدست کو شامل کر لے سرِ ناخن سے کہنیوں کے اوپر تک تین بار دھوئے۔

---

[۱] الدرالمختار کتاب الطہارۃ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۲۰ و ۲۱

الحدیث والسنة تشمل المستیقظ وغیرہ وعلیه الاکثرون اھ وفی النھر الاصح الذی علیه الاکثر انه سنة مطلقا لکنه عند توھم النجاسة سنة مؤکدة کما اذا نام لاعن استنجاء او کان علی بدنه نجاسة، وغیر مؤکدة عند عدم توھمھا کما اذا نام لاعن شیئ من ذلك اولم یکن مستیقظا عن نوم اھ ونحوہ فی البحر[1] اھ۔

حدیث سے برکت حاصل کرنے کے لئے کلام خاص کیا۔ اور سنّت نیند سے اٹھنے والے کے لئے بھی اور اس کے علاوہ کے لئے بھی ہے ــــ اسی پر اکثر حضرات ہیں اھ۔ النہر الفائق میں ہے: اصح جس پر اکثر ہیں، یہ ہے کہ وہ مطلقاً سنّت ہے لیکن نجاست کا احتمال ہونے کی صورت میں سنّتِ مؤکدہ ہے مثلاً بغیر استنجا کے سویا ہو، یا سوتے وقت اس کے بدن پر کوئی نجاست رہی ہو۔ اور نجاست کا احتمال نہ ہونے کی صورت میں سنّتِ غیر مؤکدہ ہے مثلاً ان میں سے کسی چیز کے بغیر سویا ہو یا نیند سے اُٹھنے کی حالت نہ ہو اھ ــــ اسی کے ہم معنی بحر میں بھی ہے اھ

اقول ووجھه ان النجاسة اذا کانت متحققة کمن نام غیر مستنج واصابة الید فی النوم غیر معلومة کانت النجاسة متوھمة اما اذا لم تکن نفسھا

www.alahazratnetwork.org

اقول اس کی وجہ یہ ہے کہ نجاست جب محقق ہے ــــ جیسے اس کے لئے جو بغیر استنجا کے سویا ہو ــــ اور نیند میں نجاست پر ہاتھ کا پہنچنا معلوم نہیں ہے تو ہاتھ میں نجاست لگنے کا صرف احتمال ہے لیکن جب خود نجاست ہی

ف: **مسئلہ** بدن پر کوئی نجاست ہو مثلاً تر خارش ہے یا زخم یا پھوڑا یا پیشاب کے بعد بے استنجا سو رہا کہ پسینہ آکر تری پہنچنے کا احتمال ہے جب تو گٹوں تک ہاتھ پہلے دھونا سنّتِ مؤکدہ ہے اگرچہ سویا نہ ہو جبکہ ہاتھ کا اس نجاست پر پہنچنا محتمل ہو۔ اور اگر بدن پر نجاست نہیں تو ان کا دھونا سنت ہے مگر مؤکدہ نہیں اگرچہ سو کر اٹھا ہو، یونہی اگر نجاست ہے اور اس پر ہاتھ نہ پہنچنا معلوم ہے یعنی جاگ رہا ہے اور یاد ہے کہ ہاتھ وہاں تک نہ پہنچے تو اس صورت میں بھی سنّتِ مؤکدہ نہیں ہاں سنت مطلقاً ہے۔

---

[1] ردالمحتار کتاب الطہارۃ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۷۵

متحققة فالتنجس بالاصابة توهم على توهم فلا يورث تاكد الاستنان۔

متحقق نہیں تو ہاتھ میں نجاست لگنے کا احتمال ، احتمال ہے اس لئے اس سے مسنونیت مؤکد نہ ہوگی۔

فان قلت الیس ان النوم مظنة الانتشار والانتشار مظنة الامذاء والغالب کالمحقق فالنوم مطلقا محل التوهم۔

اگر یہ سوال ہو کہ کیا ایسا نہیں کہ نیند انتشار آلہ کا مظنہ ہے ، اور انتشار مذی نکلنے کا مظنہ ہے۔ اور گمان غالب متحقق کا حکم رکھتا ہے تو نیند مطلقاً احتمال نجاست کی جگہ ہے۔

قلت بینا فی رسالتنا "الاحکام والعلل" ان الانتشار لیس مظنة الامذاء بمعنی المفضی الیه غالبا و قد نص علیه فی الحلیة۔

میں کہوں گا ہم نے اپنے رسالہ "الاحکام والعلل" میں بیان کیا ہے کہ انتشار مذی نکلنے کا مظنہ اس معنی میں نہیں کہ یہ اکثر خروجِ مذی تک موصل ہوتا ہے۔ حلیہ میں اس کی تصریح موجود ہے۔

فان قلت انما علق فی الحدیث الحکم علی مطلق النوم وعلله صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم بقوله فانما لایدری این باتت یدہ[1] والنوم لاعن استنجاء ان ارید به نفیه مطلقا فمثله یعید ان ذوی النظافة فضلا عن الصحابة رضی اللہ تعالٰی عنهم وهم المخاطبون اولا بقوله صلی اللہ تعالٰی

www.alahazratnetwork.org

پھر اگر یہ سوال ہو کہ حدیث میں اس حکم کو مطلق نیند سے متعلق فرمایا ہے اور حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اس ارشاد سے اس کی علت بیان فرمائی ہے کہ "وہ نہیں جانتا کہ رات کو اس کا ہاتھ کہاں رہا"۔ اگر یہ کہئے کہ لوگ بغیر استنجا کے سوتے تھے اس لئے یہ ارشاد ہوا تو اس سے اگر یہ مراد ہے کہ مطلقاً استنجا ہی نہ کرتے تھے تو ایسا تو ہر صاحبِ نظافت سے بعید ہے صحابہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم سے تو اور زیادہ بعید ہے اور وہی حضرات اولین مخاطب ہیں

---

[1] سنن الترمذی ابواب الطہارۃ باب ماجاء اذا استیقظ الخ حدیث ۲۴ دارالفکر بیروت ۱/ ۱۰۰
سنن ابن ماجہ " باب الرجل یستیقظ من منامہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۳۲

علیه وسلم اذا استیقظ احدکم من نومه[1] وان اراد خصوص الاستنجاء بالماء فالصحیح المعتمد ان الاستنجاء بالحجر مطهر اذا لم تتجاوز النجاسة المخرج اکثر من قدر الدرهم کما بینته فیما علقته علی رد المحتار فلا یظهر فرق بین الاستنجاء بالماء وترکه فی ایراث التوهم وعدمه۔

حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے اس ارشاد کے کہ "جب تم میں سے کوئی نیند سے اُٹھے"۔ اور اگر یہ مراد ہے کہ پانی سے استنجا نہ کرتے تھے تو صحیح معتمد یہ ہے کہ پتھر کے ذریعہ استنجا سے بھی طہارت ہوجاتی ہے جب کہ نجاست قدر درہم سے زیادہ مخرج سے تجاوز نہ کرے جیسا کہ ردالمحتار پر میں نے اپنے حواشی میں بیان کیا ہے تو احتمالِ نجاست پیدا کرنے اور نہ کرنے میں پانی سے استنجا کرنے اور نہ کرنے کے درمیان کوئی فرق ظاہر نہیں۔

قلت الحدیث لافادة الاستنان اما تاکده عند تحقق النجاسة فی البدن فبالفحوی۔

قلت (میں کہوں گا) حدیث مسنونیت بتانے کے لئے ہے اور بدن میں نجاست متحقق ہونے کے وقت اس سنّت کا مؤکد ہونا مضمونِ کلام سے معلوم ہوا۔

www.alahazratnetwork.org

فان قلت هذا البحر قائلا فی البحر اعلم ان الابتداء بغسل الیدین واجب اذا کانت النجاسة محققة فیهما وسنة عند ابتداء الوضوء وسنة مؤکدة عند توهم النجاسة کما اذا استیقظ من النوم[2] اھ فهذا نص فی کون کل نوم موجب تاکد الاستنان۔

اگر سوال ہو کہ محقق صاحبِ بحر، البحرالرائق میں یہ لکھتے ہیں کہ: واضح ہو کہ دونوں ہاتھ دھونے سے ابتداء واجب ہے جب ہاتھوں میں نجاست ثابت ہو اور ابتدائے وضو کے وقت سنّت ہے، اور احتمالِ نجاست کے وقت سنّتِ مؤکدہ ہے جیسے نیند سے اُٹھنے کے وقت اھ۔ تو یہ عبارت اس بارے میں نص ہے کہ ہر نیند اس عمل کے سنّتِ مؤکدہ ہونے کا سبب ہے۔

قلت نعم ارسل هنا

میں کہوں گا ہاں یہاں پر انھوں نے

ف: تطفل علی البحر

[1] سنن الترمذی ابواب الطہارۃ باب ماجاء اذا استیقظ الخ حدیث ۲۴ دارالفکر بیروت ۱/۱۰۰
[2] البحرالرائق کتاب الطہارۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۱۷ و ۱۸

ماابان تقییدہ بعد اسطر اذ یقول علم بما قررناہ ان ما فی شرح المجمع من ان السنة فی غسل الیدین للمستیقظ مقیدة بان یکون نام غیر مستنج او کان علی بدنہ نجاسة حتی لولم یکن کذٰلك لایسن فی حقہ ضعیف او المراد نفی السنة المؤکدة لا اصلها[1] اھ لاجرم ان قال فی الحلیة ھو مع الاستیقاظ اذا توھم النجاسة اٰکد[2] اھ فلم یجعل کل نوم محل توھم۔

اقول وھو معنی قول الفتح قیل سنة مطلقا للمستیقظ وغیرہ وھو الاولٰی نعم مع الاستیقاظ وتوھم النجاسة السنة اٰکد[3] اھ فالمراد بالواو الاجتماع لترتب الحکم لامجرد التشریك فی ترتبہ وان کان کلامہ مطلقا فی المستیقظ وغیرہ

مطلق رکھا مگر چند سطروں کے بعد اس کی قید واضح کردی ہے، آگے وہ فرماتے ہیں: ہماری تقریر سابق سے معلوم ہوا کہ شرح مجمع میں جو لکھا ہے کہ "نیند سے اُٹھنے والے کے لئے دونوں ہاتھ دھونے کا مسنون ہونا اس قید سے مقید ہے کہ بغیر استنجا سویا ہو یا سوتے وقت اس کے بدن پر کوئی نجاست رہی ہو یہاں تک کہ اگر یہ حالت نہ ہو تو اس کے حق میں سنّت نہیں ہے" (شرح مجمع کا یہ قول) ضعیف ہے ـــ یا اس سے مراد یہ ہو کہ سنّتِ مؤکدہ نہیں ہے، یہ نہیں کہ سرے سے سنّت ہی نہیں اھ ـــ یہی وجہ ہے کہ حلیہ میں کہا: نیند سے اُٹھنے کے وقت جب احتمالِ نجاست ہو تو یہ زیادہ مؤکد ہے اھ ـــ تو انھوں نے ہر نیند کو محلِ احتمال نہ ٹھہرایا۔

اقول یہی فتح القدیر کی اس عبارت کا بھی معنٰی ہے کہ: کہا گیا نیند سے اُٹھنے والے اور اس کے علاوہ کے لئے یہ مطلقاً سنّت ہے اور یہی قول اولٰی ہے، ہاں نیند سے اُٹھنے اور نجاست کا احتمال ہونے کی صورت میں سنّت زیادہ مؤکد ہے اھ۔ واوَ (اور) سے ان کی مراد یہ ہے کہ نیند سے اٹھنا اور نجاست کا احتمال ہونا دونوں باتیں جمع ہوں تو سنّت مؤکدہ ہے یہ مراد نہیں کہ نیند سے اُٹھے

www.alahazratnetwork.org

---

[1] البحر الرائق کتاب الطہارۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/ ۱۸
[2] حلیۃ المحلی شرح منیۃ المصلی
[3] فتح القدیر کتاب الطہارات مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/ ۱۹

والتوھم غیر مختص بالمستیقظ علٰی ان السنن الغیر المؤکدۃ بعضھا اٰکد من بعض فافھم۔

جب بھی سُنّتِ مؤکدہ اور احتمالِ نجاست ہو جب بھی سُنّتِ مؤکدہ اگرچہ ان کا کلام نیند سے اٹھنے والے اور اس کے علاوہ کے حق میں مطلق ہے اور احتمال نجاست ہونا نیند سے اُٹھنے والے ہی کے لئے خاص نہیں۔ علاوہ ازیں سُننِ غیر مؤکدہ میں بعض سنتیں بعض دیگر کی بہ نسبت زیادہ مؤکد ہوتی ہیں ــ تو اسے سمجھو۔

(۴) **اقول** اگرچہ مسواک ہمارے نزدیک سنّتِ وضو ہے[ف] خلافاللامام الشافعی رضی اللہ تعالٰی عنہ فعندہ سنۃ الصلٰوۃ کمافی البحر وغیرہ (بخلاف امام شافعی رضی اللہ تعالٰی عنہ کے، کہ ان کے نزدیک سنّتِ نماز ہے جیساکہ بحر وغیرہ میں ہے۔ت) ولہذا جوایک وضو سے چند نمازیں پڑھے ہر نماز کے لئے مسواک کرنا مطلوب نہیں جب تک منہ میں کسی وجہ سے تغیّر نہ آگیا ہو کہ اب اس دفع تغیّر کے لئے مستقل سنّت ہوگی، ہاں وضو بے مسواک کرلیا ہو تو اب پیش از نماز کرلے کما فی الدر وغیرہ (جیساکہ درِ وغیرہ میں ہے۔ت) مگر اس کے وقت میں[ف] ہمارے یہاں اختلاف ہے بدائع وغیرہ معتمدات میں قبل وضو فرمایا اور مبسوط وغیرہ معتبرات میں وقت مضمضہ یعنی وضو میں کُلّی کرتے وقت۔ حلیہ میں ہے:

وقت استعمالہ علٰی مافی روضۃ الناطفی والبدائع ونقلہ الزاھدی عن کفایۃ البیھقی والوسیلۃ والشفاء قبل الوضوء وربمایشھد

مسواک کے استعمال کا وقت قبل وضو ہے۔ ایسا ہی روضۃ الناطفی اور بدائع میں ہے اور زاہدی نے اسے کفایۃ البیہقی، وسیلہ اور شفا سے نقل کیا ہے ــ اور اس پر کچھ شہادت

ف۱: مسئلہ مسواک ہمارے نزدیک نماز کے لئے سنّت نہیں بلکہ وضو کے لئے، تو جو ایک وضو سے چند نمازیں پڑھے ہر نماز کے لئے اُس سے مسواک کا مطالبہ نہیں جب تک منہ میں کوئی تغیّر نہ آگیا ہو، ہاں اگر وضو بے مسواک کرلیا تھا تو اب وقت نماز مسواک کرے۔

ف۲: مسواک کے وقت میں ہمارے علماء کو اختلاف ہے کہ قبل وضو ہے یا وضو میں کُلّی کرتے وقت اور اس بارہ میں مصنف کی تحقیق۔

له ما فی صحیح مسلم عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما عن رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم انہ تسوك وتوضأ ثم قام فصلی و فی سنن ابی داؤد عن عائشۃ رضی اللہ تعالٰی عنہا ان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کان لایرقد من لیل ولا نہار فیستیقظ الا تسوك قبل ان یتوضأ و فی المحیط و تحفۃ الفقہاء و زاد الفقہاء و مبسوط شیخ الاسلام محلۃ المضمضۃ تکمیلا للانقاء واخرج الطبرانی عن ایوب قال کان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اذا توضأ استنشق ثلثا وتمضمض وادخل اصبعہ فی فمہ وھذا ربما یدل علی ان وقت الاستیاك حالۃ المضمضۃ فان الاستیاك بالاصبع بدل عن الاستیاك بالسواك والاصل کون الاشتغال بالبدل

صحیح مسلم کی اس حدیث سے ملتی ہے جو حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما نے رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے روایت فرمائی کہ سرکار نے مسواک کی اور وضو کیا پھر اٹھ کر نماز ادا کی — اور سنن ابوداؤد میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم دن یا رات میں جب بھی سو کر بیدار ہوتے تو وضو کرنے سے پہلے مسواک کرتے۔ اور محیط، تحفۃ الفقہاء، زاد الفقہاء اور مبسوط شیخ الاسلام میں ہے کہ مسواک کا وقت کُلّی کرنے کی حالت میں ہے تاکہ صفائی مکمل ہوجائے۔ اور طبرانی نے حضرت "ایوب" سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم جب وضو فرماتے تو تین بار ناک میں پانی لے جاتے اور کُلّی کرتے اور انگلی منہ میں داخل کرتے — اس حدیث سے کچھ دلالت ہوتی ہے کہ مسواک کا وقت کُلّی کرنے کی حالت میں ہے اس لئے کہ انگلی استعمال کرنا مسواک استعمال کرنے کا بدل ہے

عہ ھکذا ھو فی نسختی الحلیۃ بالواو والذی فی صحیح مسلم رجع فتسوك فتوضأ ثم قام فصلی ولعلہ اظہر دلالۃ علی المراد اھ۔

عہ میرے نسخۂ حلیہ میں اسی طرح و توضأ (اور وضو کیا) واؤ کے ساتھ ہے۔ اور صحیح مسلم میں یہ ہے رجع فتسوك فتوضأ ثم قام فصلی (لوٹ کر مسواک کی پھر وضو کیا پھر اُٹھ کر نماز ادا کی) اور شاید دلالت مقصود میں یہ زیادہ ظاہر ہے اھ (ت)

له صحیح مسلم کتاب الطہارۃ باب السواک قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۱۲۸

وقت الاشتغال بالاصل[1] اھ مختصرًا۔

اور قاعدہ یہ ہے کہ بدل میں مشغولی اسی وقت ہو جس وقت اصل میں مشغولیت ہوتی اھ مختصراً۔

اقول ھکذا فی نسختی الحلیۃ عن ایوب فان کان عن ابی ایوب رضی اللہ تعالٰی عنہ واسقط الناسخ والا فالمرسل والظاھر الاول فان للطبرانی حدیثا عن ابی ایوب الانصاری رضی اللہ تعالٰی عنہ فی صفۃ الوضوء لکن لفظہ کما فی نصب الرایۃ کان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اذا توضأ تمضمض واستنشق وادخل اصابعہ من تحت لحیتہ فخللھا[2] اھ فاللہ تعالٰی اعلم وعلی (ف) کل یخلو عن ابعاد النجعۃ فقد اخرج الامام احمد فی مسندہ عن امیر المؤمنین علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ انہ دعا بکوز من ماء فغسل وجہہ وکفیہ ثلثا وتمضمض ثلثا فادخل

اقول میرے نسخۂ حلیہ میں "عن ایوب" (ایوب سے) ہے۔ اگر یہ اصل میں عن ابی ایوب رضی اللہ تعالٰی عنہ ہے اور کاتب سے "ابی" چھوٹ گیا ہے جب تو مسند ہے ورنہ مرسل ہے اور ظاہر اوّل ہے۔ اس لئے کہ طبرانی کی ایک حدیث حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے طریقہ وضو کے بارے میں آئی ہے۔ لیکن اس کے الفاظ نصب الرایہ کے مطابق یہ ہیں: رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم جب وضو فرماتے تو کلی کرتے اور ناک میں پانی ڈالتے اور اپنی انگلیاں داڑھی کے نیچے سے ڈال کر ریش مبارک کا خلال کرتے اھ۔ تو خدائے برتر ہی کو خوب علم ہے۔ بہرحال اس حدیث سے استناد تلاش مقصود میں قریب چھوڑ کر دُور جانے کے مرادف ہے اس لئے کہ امام احمد نے مسند میں امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ سے روایت فرمائی ہے کہ انھوں نے ایک کوزہ میں پانی منگا کر چہرے اور ہتھیلیوں کو تین بار دھویا اور تین بار کلی کی تو اپنی

www.alahazratnetwork.org

ف: تطفل علی الحلیۃ

---

[1] حلیۃ المحلی شرح منیۃ المصلی

[2] نصب الرایۃ فی تخریج احادیث الہدایۃ کتاب الطہارۃ احادیث ابی ایوب نوریہ رضویہ پبلشنگ کمپنی لاہور ۱/ ۵۵

بعض اصابعہ فی فیہ وقال فی اٰخرہ ھکذا کان وضوء نبی[1] اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم و نحوہ عند عبد بن حمید عن ابی مطر عن علی رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

ایک انگلی منہ میں لے گئے۔ اور اس کے آخر میں یہ فرمایا: اسی طرح خدا کے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا وضو تھا۔ اور اسی کے ہم معنی عبد بن حمید کی حدیث ہے جو ابو مطر کے واسطہ سے حضرت علی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی ہے۔

ثم اقول لیس نصّا فی کونہ بدلا عن السواک فقد تدخل الاصبع فی الفم لاستخراج النخاع مثلًا و اشار الیہ المحقق بقولہ ربما یدل[2]۔

ثم اقول یہ بھی اس بارے میں صریح نہیں کہ منہ میں انگلی ڈالنا مسواک کے بدلے میں تھا، کیونکہ منہ میں انگلی کھنکار وغیرہ نکالنے کے لئے بھی ڈالی جاتی ہے۔ اسی بات کی طرف محقق حلبی نے اپنے لفظ ربما یدل (کچھ دلالت ہوتی ہے) سے اشارہ فرمایا ہے۔

علٰی انی اقول معلوم ضرورۃً شدۃ حبہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم للسواک وانما فعل ھذا مرۃ بیانا للجواز فلیکن کونہ عند المضمضۃ ایضا لذٰلک ای من لم یستک سھوا مثلًا ولا سواک عندہ الاٰن فلیستک بالاصابع حین المضمضۃ و بھذا تضعف الدلالۃ جدًا۔

علاوہ ازیں میں کہتا ہوں قطعی وضروری طور پر معلوم ہے کہ حضور صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو مسواک کرنا بہت محبوب تھا اور صرف بیانِ جواز کے لئے ایک بار ایسا کیا۔ تو چاہئے کہ اس عمل کا وقتِ مضمضہ ہونا بھی اسی غرض سے ہو یعنی جس نے مثلًا بھول کر مسواک نہیں کی اور بر وقت اس کے پاس مسواک موجود نہیں تو وہ وقتِ مضمضہ انگلیوں سے صفائی کر لے۔ اور اس سے (مسواک کا مقررہ وقت حالتِ مضمضہ ہونے پر) حدیث کی دلالت بہت ضعیف ہو جاتی ہے۔

ف: تطفل اٰخر علیھا۔

[1] مسند احمد بن حنبل عن علی رضی اللہ تعالٰی عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۱/ ۱۵۱

[2] حلیۃ المحلی شرح منیۃ المصلی

نعم روی ابوعبید فی کتاب الطھور عن امیرالمؤمنین عثمٰن رضی اللہ تعالٰی عنہ انہ کان اذا توضأ یسوک فاہ باصبعہ[1] لکنی اقول معترك عظیم فی دلالۃ کان یفعل علی الاستمرار بل علی التکرار ولی فیھا رسالۃ سمیتھا "التاج المکلل فی انارۃ مدلول کان یفعل" فان اخترنا ان لالم یدل علی الاستنان او نعم فما کان عثمٰن لیواظب علی ترك السواك فی محلہ مع انھم ھم الائمۃ الاعلام العاضون بنواجذھم علی سنن سید الانام علیہ وعلیھم الصلٰوۃ والسلام، فاذن ینقدح فی الذھن واللہ اعلم ان السنۃ السواك قبل الوضوء وان یعالج باصبعہ عند المضمضۃ لکن لااجترئ علی القول بہ لانی لم اجد احدا من علمائنا مال الیہ۔

ہاں ابوعبید نے کتاب الطھور میں امیرالمؤمنین حضرت عثمان رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی ہے کہ "کان اذا توضأ یسوك فاہ باصبعہ" (وہ جب وضو کرتے تھے تو انگلی سے منہ (بطور مسواک) صاف کرلیا کرتے تھے ۔۔۔ لیکن **میں کہتا ہوں** اس میں سخت معرکہ آرائی ہے کہ کان یفعل (کیا کرتے تھے) کی دلالت استمرار بلکہ تکرار پر ہوتی ہے یا نہیں؟، اس کے بارے میں میرا ایک رسالہ بھی ہے جس کا نام ہے "التاج المکلل فی انارۃ مدلول کان یفعل" (کان یفعل کے مدلول کی توضیح میں آراستہ تاج) ۔۔ اگر ہم یہ اختیار کریں کہ یہ لفظ استمرار و دوام پر دلالت نہیں کرتا تو مسنون ہونے پر اس کی دلالت ثابت نہ ہوگی۔ اور اگر یہ اختیار کریں کہ یہ لفظ استمرار و دوام پر دلالت نہیں کرتا تو مسنون ہونے پر اس کی دلالت ثابت نہ ہوگی ۔ اور اگر یہ اختیار کریں کہ استمرار پر دلالت کرتا ہے تو حضرت عثمان کی یہ شان نہیں ہوسکتی کہ اصل مقام پر مسواک ترک کرنے پر وہ مداومت فرماتے رہے ہوں۔ جب کہ یہی حضرات تو وہ بزرگ پیشوا وائمہ ہیں جو سیّدانام علیہ وعلیہم الصلٰوۃ والسلام کی سنتوں کو دانت سے پکڑنے رہنے والے ہیں۔ اب ذہن میں یہ خیال آتا ہے کہ سنت یہ ہے کہ وضو سے پہلے مسواک کرے اور کُلّی کرتے وقت

---

[1] کتاب الطھور باب المضمضۃ والاستنشاق لیستعان علیھا بالاصابع حدیث ۲۹۸ دارالکتب العلمیہ بیروت ص ۱۱۶

www.alahazratnetwork.org

انگلی سے صفائی کرے، لیکن میں اسے کہنے کی جسارت نہیں کرتا کیونکہ اپنے علما میں سے کسی کو میں نے اس طرف مائل نہ پایا۔

فان قلت ماحداك على التقييد بقولك "ولاسواك عنده الان" مع ابن عدي والدارقطني والبيهقي و الضياء في المختارة رووا عن انس بسند قال الضياء لا ارى به باسا[1] اهـ وقد ضعفه ابن عدي والبيهقي وقال البخاري (ف) في رواية عن انس عبد الحكم القسملي منكر الحديث[2] وقال في التقريب ضعيف[3] انه قال قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم يجزئ من السواك الاصابع[4] ورواه البيهقي بطريق

اگر سوال ہو آپ نے یہ قید کیوں لگائی کہ "اور بروقت اس کے پاس مسواک موجود نہیں"۔ حالانکہ سرکار کی یہ حدیث موجود ہے کہ "انگلیاں مسواک کی جگہ کافی ہیں"۔ اسے ابن عدی، دارقطنی، بیہقی نے اور ضیاء مقدسی نے مختارہ میں حضرت انس سے روایت کیا، اس کی سند سے متعلق ضیاء نے کہا کہ میں اس میں کوئی حرج نہیں سمجھتا اھ — ابن عدی اور بیہقی نے اسے ضعیف کہا — اور امام بخاری نے اس حدیث کے حضرت انس سے روایت کرنے والے شخص عبد الحکم قسملی کو منکر الحدیث کہا — اور تقریب میں اسے ضعیف کہا — اور بیہقی نے ایک اور سند سے اس کو روایت کیا اور اسے غیر محفوظ کہا — اور اس کے ہم معنی طبرانی، ابن عدی اور ابو نعیم

www.alahazratnetwork.org

ف: تضعیف عبد الحکم القسملی۔

---

[1] المختارۃ فی الحدیث للضیاء

[2] میزان الاعتدال ترجمہ عبد الحکم بن عبد اللہ القسملی ۴۷۵۴ دار المعرفۃ بیروت ۲/۵۳۶
السنن الکبرٰی (للبیہقی) کتاب الطہارۃ باب الاستیاک بالاصابع دار صادر بیروت ۱/۴۰

[3] تقریب التہذیب حرف العین ترجمہ ۳۷۶۱ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱/۵۳۳

[4] السنن الکبرٰی (للبیہقی) کتاب الطہارت باب الاستیاک بالاصابع دار صادر بیروت ۱/۴۰
الکامل لابن عدی ترجمہ عبد الحکم بن عبد اللہ القسملی دار الفکر بیروت ۵/۱۹۷۱
کنز العمال بحوالہ الضیاء حدیث ۲۷۱۸۸ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۹/۳۱۵

أخر وقال غیر محفوظ و نحوہ للطبرانی وابن عدی وابی نعیم عن ام المؤمنین الصدیقۃ رضی اللہ تعالٰی عنہا۔

نے حضرت ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے روایت کی ہے۔

قلت روی ابو نعیم فی کتاب السواک عن عمرو بن عوف المزنی رضی اللہ تعالٰی عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم الاصابع تجزئ مجزی السواک اذا لم یکن سواک[1] وقد اطبق علماؤنا علی ھذا التقیید قال فی الحلیۃ لایقوم الاصبع مقام السواک عند وجودہ فان لم یوجد یقوم مقامہ ذکرہ فی الکافی وغیرہ یعنی ینال ثوابہ کما ذکرہ فی الخلاصۃ[2] اھ وفی الغنیۃ لاتقوم الاصبع مقام العود عند وجودہ وتجویز بعض الشافعیۃ اصبع الغیر دون اصبع نفسہ تحکم بلا دلیل[3] اھ، وفی الھندیۃ عن المحیط والظھیریۃ

میں کہوں گا ابو نعیم نے کتاب السواک میں حضرت عمرو بن عوف مزنی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: انگلیاں مسواک کی جگہ کافی ہوں گی جب مسواک نہ ہو۔ اور اس تقیید پر ہمارے علماء کا اتفاق ہے۔ حلیہ میں ہے کہ، مسواک موجود ہے تو انگلی اس کے قائم مقام نہیں ہوسکتی اور موجود نہیں ہے تو اس کے قائم مقام ہوجائے گی۔ اسے کافی وغیرہ میں ذکر کیا ہے۔ مراد یہ ہے کہ مسواک کا ثواب مل جائے گا جیسا کہ خلاصہ میں ذکر کیا ہے اھ۔ اور غنیہ میں ہے کہ لکڑی موجود ہے تو انگلی اس کے قائم مقام نہ ہوسکے گی۔ اور بعض شافعیہ کا یہ کہنا کہ دوسرے کی انگلی بھی اپنی انگلی کی جگہ روا ہے بلا دلیل اور زبردستی کا حکم ہے اھ۔ ہندیہ میں محیط اور

www.alahazratnetwork.org

ف: **مسئلہ** مسواک موجود ہو تو انگلی سے دانت مانجنا ادائے سنت وحصول ثواب کے لئے کافی نہیں، ہاں مسواک نہ ہو تو انگلی یا کھرکھرا کپڑا ادائے سنت کردے گا اور عورتوں کے لئے مسواک موجود ہو جب بھی مستی کافی ہے۔

۱؎ کنز العمال بحوالہ ابو نعیم فی کتاب السواک حدیث ۲۶۱۶۸ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۹/ ۳۱۱
۲؎ حلیۃ المحلی شرح منیۃ المصلی
۳؎ غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی ومن الآداب ان یستاک سہیل اکیڈمی لاہور ص ۳۳

لاتقوم الاصبع مقام الخشبة فان لم توجد فحینئذ تقوم الاصبع من یمینہ مقام الخشبة[1] اھ وفی الدر عند فقدہ اوفقد اسنانہ تقوم الخرقة الخشنة او الاصبع مقامہ کما یقوم العلك مقامہ للمرأة مع القدرة علیہ[2] اھ وھو ماخوذ من البحر وزاد فیہ تقوم فی تحصیل الثواب لاعند وجودہ[3] اھ۔

ظہیریہ سے نقل ہے کہ انگلی، لکڑی کے قائم مقام نہیں ہوسکتی۔ اگرمسواک موجود نہیں ہے تو داہنے ہاتھ کی انگلی اس کے قائم مقام ہوجائے گی اھ — درمختار میں ہے: مسواک نہ ہو یا دانت نہ ہوں تو کھُردرا کپڑا یا انگلی مسواک کے قائم مقام ہوجائے گی۔ جیسے عورت کو مسواک کی قدرت ہوجب بھی مستی اس کے قائم مقام ہوجائے گی اھ — یہ کلام، بحر سے ماخوذ ہے اور بحر میں مزید یہ بھی ہے کہ انگلی تحصیلِ ثواب میں اس کے قائم مقام ہوجائے گی اور مسواک موجود ہو تو نہیں اھ۔(ت)

امام زیلعی نے قولِ اول اختیار فرمایا کما سیأتی نقلہ (جیسا کہ اس کی نقل آئے گی۔ت) اور امام ابن امیرالحاج کے کلام سے اس کی ترجیح مفاد۔

www.alahazratnetwork.org

حیث قال فی اٰداب الوضوء تحت قول المنیة وان یستاك بالسواك ان کان والافبالاصبع کون الادب فی فعلہ ان یکون فی حالة المضمضة علٰی قول بعض المشائخ[4] اھ۔

اس طرح کہ انھوں نے آدابِ وضو کے بیان میں منیہ کی عبارت وان یستاك بالسواك (اور یہ کہ مسواک سے صفائی کرے) کے تحت فرمایا: اگرمسواک موجود ہو ورنہ انگلی سے۔ بعض مشائخ کے قول پر اس کے استعمال میں مستحب یہ ہے کہ کُلّی کرتے وقت ہو۔ اھ۔(ت)

جس کامفاد[ف] یہ ہے کہ اکثر علماء قولِ اوّل پر ہیں۔ علامہ حسن شرنبلالی شرح وہبانیہ میں فرماتے ہیں:

ف: وھذا قول بعض المشایخ مفادہ ان اکثرھم علٰی خلافہ۔

---

[1] الفتاوی الہندیة کتاب الطہارة سُنن الوضو الفصل الثانی نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۷

[2] الدرالمختار 〃 مطبع مجتبائی دہلی ۱/۲۱

[3] البحرالرائق 〃 ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۲۱

[4] حلیة المحلی شرح منیة المصلی

قولہ واعتاقہ بعض الائمۃ ینکر مفہومہ ان اکثر الائمۃ یجوزہ[1] ف

"بعض ائمہ اس کی آزادی کا انکار کرتے ہیں"۔ اس کا مفہوم یہ ہے کہ اکثر ائمہ جائز کہتے ہیں۔ (ت)

اور یہ کہ قول دوم نامعتمد ہے، ردالمحتار باب صفۃ الصلوۃ میں ہے:

قولہ لاباس بہ عند البعض اشار بہذا الی ان ہذا القول خلاف المعتمد[2]

"بعض کے نزدیک حرج نہیں" یہ کہہ کر انھوں نے اس بات کی جانب اشارہ کیا کہ یہ قول خلافِ معتمد ہے۔ (ت)

اور بحرالرائق میں دوم کو قولِ اکثر بتایا اور بہتر ٹھہرایا اور اُسی کے اتباع سے دُرمختار میں تضعیف اول کی طرف اشارہ کیا نہایہ وعنایہ وفتح میں دوم پر اقتصار فرمایا، نہایہ وہندیہ میں ہے:

الاستیاك ھو وقت المضمضۃ[3]

مسواک کرنا وقتِ مضمضہ ہے۔ (ت)

عنایہ میں ہے:

یستاك عرضا لاطولا عند المضمضۃ[4]

کُلی کے وقت مسواک کرے گا دانتوں کی چوڑائی میں، لمبائی میں نہیں۔ (ت)

فتح القدیر میں ہے:

www.alahazratnetwork.org

قولہ والسواك ای الاستیاك عند المضمضۃ[5]

"اور مسواک کرنا" یعنی کُلی کے وقت مسواک کرنا (ت)

بحر میں ہے:

اختلف فی وقتہ ففی النہایۃ وفتح القدیر انہ عند المضمضۃ وفی البدائع والمجتبی

وقتِ مسواک میں اختلاف ہے۔ نہایہ اور فتح القدیر میں ہے کہ یہ مضمضہ کے وقت ہے۔ بدائع اور

ف: نسبۃ قول الی البعض تفید ان المعتمد خلافہ۔

---

[1] شرح الوہبانیہ

[2] ردالمحتار کتاب الصلوۃ فصل (فی بیان تالیف الصلوۃ الی انتہائہا) داراحیاء التراث العربی بیروت ۱/۳۳۲

[3] الفتاوی الہندیۃ کتاب الطہارۃ (الفصل الثانی فی سنن الوضوء) نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۷

[4] العنایۃ مع فتح القدیر کتاب الطہارات مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/۲۱

[5] فتح القدیر " " " " " ۱/۲۲

قبل الوضوء والاکثر علی الاول وھو الاولٰی لانہ الاکمل فی الانقاء۔[۱] 15

مجتبٰی میں ہے کہ قبل وضو ہے۔ اور اکثر اول پر ہیں اور وہی اولٰی ہے کیونکہ صفائی میں یہ زیادہ کامل ہے (ت)۔

شرح نقایہ برجندی میں ہے : وعلیہ الاکثرون[۲] (اور اسی پر اکثر حضرات ہیں۔ ت)۔

اقول وباللہ التوفیق اوّلاً[ف] یہ معلوم ہو کہ دربارۂ سواک کلماتِ علماء مختلف ہیں کہ سنت ہے یا مستحب۔ عامہ متون میں سنّت ہونے کی تصریح فرمائی اور اسی پر اکثر ہیں۔ صغیری میں اسی کو اصح کہا، جوہرۂ نیرہ و درمختار میں سُنّتِ مؤکدہ ہونے پر جزم کیا، لیکن ہدایہ و اختیار میں استحباب کو اصح اور تبیین وغیرہ مطلوب میں صحیح بتایا، فتح میں اسی کو حق ٹھہرایا، حلیہ و بحر نے ان کا اتباع کیا۔ علامہ ابراہیم حلبی فرماتے ہیں :

قد عدہ القدوری والاکثرون من السنن وھو الاصح۔[۳]

امام قدوری اور اکثر حضرات نے اسے سنّت شمار کیا اور یہی اصح ہے۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے : وعلیہ المتون[۴] (اور اسی پر متون ہیں۔ ت)۔

درمختار میں ہے :

السواك سنۃ مؤکدۃ کما فی الجوھرۃ۔[۵]

مسواک سنّتِ مؤکدہ ہے، جیسا کہ جوھرہ میں ہے۔ (ت)

ہدایہ میں ہے : الاصح انہ مستحب[۶] (اصح یہ ہے کہ وہ مستحب ہے۔ ت)

امام زیلعی فرماتے ہیں :

الصحیح انھما مستحبان یعنی السواك والتسمیۃ

صحیح یہ ہے کہ دونوں ۔ یعنی مسواک اور تسمیہ ۔ مستحب

ف : مسئلہ مسواک وضو کے لئے سنّت یا مستحب ہونے میں ہمارے علماء کو اختلاف ہے، اور اس بارہ میں مصنف کی تحقیق۔

۱؎ البحرالرائق	کتاب الطہارۃ	ایچ ایم سعید کمپنی	۱/ ۲۰
۲؎ شرح النقایۃ للبرجندی	"	نولکشور لکھنؤ	۱/ ۱۶
۳؎ صغیری شرح منیۃ المصلی	بحث سنن الوضوء	مطبع مجتبائی دہلی	ص ۱۳
غنیۃ المستملی	و من الآداب ان یستاك	سہیل اکیڈمی لاہور	ص ۳۲
۴؎ ردالمحتار	کتاب الطہارۃ	داراحیاء التراث العربی بیروت	۱/ ۷۷
۵؎ الدرالمختار	"	مطبع مجتبائی دہلی	۱/ ۲۱
۶؎ الہدایۃ مع فتح القدیر	"	مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر	۱/ ۲۲

15
15

لانهما لیسا من خصائص الوضوء[1] ہیں، اس لئے کہ یہ دونوں وضو کی خصوصیات میں سے نہیں ہیں۔ (ت)

محقق علی الاطلاق فرماتے ہیں :

الحق انه من مستحبات الوضوء[2] حق یہ ہے کہ وہ مستحباتِ وضو میں سے ہے (ت)

امام ابن امیر الحاج بعد ذکرِ حدیث فرماتے ہیں :

هذا عند التحقیق انما یفید الاستحباب فلاجرم ان قال فی خیر مطلوب هو الصحیح وفی الاختیار قالوا والاصح انه مستحب[3]۔ عند التحقیق ان سب کا مفاد استحباب ہے ۔ یہی وجہ ہے کہ خیر مطلوب میں اسی کو صحیح کہا، اور "اختیار" میں ہے کہ علمائے نے فرمایا، اصح یہ ہے کہ وُہ مستحب ہے ۔ (ت)

علامہ خیر الدین رملی قولِ بحر دربارۂ استحباب نقلا عن الفتح هو الحق (فتح سے نقل کیا گیا کہ وہ حق ہے ۔ ت) پھر قول صغیری دربارۂ سنیت هو الاصح نقل کرکے فرماتے ہیں :

فقد علم بذٰلك اختلاف التصحیح اھ کما فی المنحة[4]۔ اس سے معلوم ہوا کہ اس بارے میں اختلاف تصحیح ہے اھ جیسا کہ منحۃ الخالق میں ہے (ت)

www.alahazratnetwork.org

اقول جب تصحیح مختلف ہے تو متون پر عمل لازم کما نصوا علیه (جیسا کہ علماء نے اس قاعدے کی صراحت فرمائی ہے ۔ ت) قولِ سنیت کی ایک وجہِ ترجیح یہ ہوئی، وجہ دوم خود امامِ مذہب رضی اللہ تعالٰی عنہ سے سنیت پر نص وارد ۔ امام عینی فرماتے ہیں :

المنقول عن ابی حنیفة رضی الله تعالٰی عنه علی ما ذکره صاحب المفید ان السواك من سنن الدین اھ نقله الشلبی[5] علی الکنز ۔ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے منقول ہے کہ مسواک دین کی سُنتوں میں سے ہے جیسا کہ صاحبِ مفید نے یہ نقل ذکر کی ہے اھ ۔ اسے شلبی نے حاشیۂ کنز میں نقل کیا ۔ (ت)

---

[1] تبیین الحقائق کتاب الطہارۃ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۱/ ۳۵

[2] فتح القدیر 〃 مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/ ۲۲

[3] حلیۃ المحلی شرح منیۃ المصلی

[4] منحۃ الخالق علی البحر الرائق کتاب الطہارۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/ ۲۰

[5] حاشیۃ الشلبی علی تبیین الحقائق 〃 دار الکتب العلمیۃ بیروت ۱/ ۳۵ و ۳۶

بلکہ ہمارے صاحبِ مذہب کے تلمیذ جلیل امام الفقہاء، امام المحدثین، امام الاولیاء، سیدنا عبد اللہ بن مبارک رضی اللہ تعالٰی عنہما نے فرمایا: "اگر بستی کے لوگ سنیتِ مسواک کے ترک پر اتفاق کریں تو ہم ان پر اس طرح جہاد کریں گے جیسا مرتدوں پر کرتے ہیں تاکہ لوگ اس سنّت کے ترک پر جرأت نہ کریں۔"

فتاوٰی حجہ میں ہے:

قال عبد اللہ بن المبارك لوان اھل قریة اجتمعوا علٰی ترك سنة السواك نقاتلھم کما نقاتل المرتدین کیلا یجترئ الناس علی ترك سنة السواك وھو من احکام الاسلام۔[1]

حضرت عبد اللہ بن مبارک رضی اللہ تعالٰی عنہ نے فرمایا: اگر کسی بستی والے سب کے سب سنّتِ مسواک چھوڑ دیں تو ہم ان سے اس طرح جنگ کریں گے جیسے مرتدین سے کرتے ہیں تاکہ لوگوں کو سنّتِ مسواک کے ترک کی جسارت نہ ہو جب کہ یہ احکام اسلام میں سے ایک حکم ہے۔ (ت)

حلیہ میں اسے نقل کرکے فرمایا:

وھذا یفید انہ من سنن الدین کما حکاہ قولا فی المفید ولیس ببعید۔[2]

اس سے مستفاد ہوتا ہے کہ یہ دین کی ایک سنّت ہے جیسا کہ مفید میں بلفظہ یہی قول امام صاحب سے حکایت کیا، اور یہ بعید نہیں۔ (ت)

وجہ سوم یہی اقوٰی من حیث الدلیل ہے کہ احادیثِ متوافرہ اُس کی تاکید اور اُس میں قولاً وفعلاً اہتمام شدید پر ناطق جن سے کتبِ حدیث مملو ہیں بلکہ حضور پُر نور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی اُس پر مواظبت و مداومت گویا ضروریات و بدیہیات سے ہے، ہر شخص کہ احوالِ قدسیہ پر مطلع ہے حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا اس پر مداومت فرمانا جانتا ہے، خود ہدایہ میں فرمایا:

والسواك لانہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کان یواظب علیہ۔[3]

اور مسواک کرنا ــــ اس لئے کہ حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اس پر مداومت فرماتے تھے۔ (ت)

---

[1] الفتاوی الحجۃ

[2] حلیۃ المحلی شرح منیۃ المصلی

[3] الہدایۃ　　کتاب الطہارۃ　　المکتبۃ العربیۃ کراچی　　۱/۶

تبیین میں فرمایا:

وقد واظب علیہ النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم[1]

اور نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اس پر مداومت فرمائی۔ (ت)

اسی طرح کافی امام نسفی وغیرہ میں ہے۔

وسیرد علیک بقیۃ الکلام فی اتمام تقریب المرام بعون الملک العلام۔

بعون ملک علام اس سے متعلق بقیہ کلام تقریب مقصود کی تکمیل میں آئے گا۔ (ت)

ثانیاً سنیت کو مواظبت درکار۔ اب ہم وضو میں کُلی کے وقت احادیث کو دیکھتے ہیں تو ہرگز اُس وقت مسواک پر مواظبت ثابت نہیں ہوتی، خود امام محقق علی الاطلاق کو اس کا اعتراف ہے اور اسی بنا پر قولِ استحباب اختیار فرمایا۔ فتح میں فرماتے ہیں:

المطلوب مواظبتہ علیہ الصلٰوۃ والسلام عند الوضوء ولم اعلم حدیثا صریحا فیہ[2]

مطلوب یہ ہے کہ وضو کے وقت اس پر حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی مداومت ثابت ہو اور میرے علم میں اس بارے میں کوئی صریح حدیث نہیں ہے۔ (ت)

www.alahazratnetwork.org

اقول بلکہ مواظبت درکنار چوبیس صحابہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم نے حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے صفتِ وضو قولاً وفعلاً نقل فرمائی:

(۱) امیر المؤمنین عثمٰن غنی (۲) امیر المؤمنین مولٰی علی (۳) عبداللہ بن عباس

(۴) عبداللہ بن زید بن عاصم (۵) مغیرہ بن شعبہ (۶) مقدام بن معدی کرب

(۷) ابو مالک اشعری (۸) ابوبکرہ نُفیع بن الحارث (۹) ابُوہریرہ

(۱۰) وائل بن حجر (۱۱) نُفیر بن مالک حضرمی (۱۲) ابوامامہ باہلی

(۱۳) انس بن مالک (۱۴) ابوایوب انصاری (۱۵) کعب بن عمرو یامی

(۱۶) عبداللہ بن ابی اوفٰی (۱۷) براء بن عازب (۱۸) قیس بن عائذ

(۱۹) اُمّ المؤمنین صدیقہ (۲۰) رُبیّع بنت معوذ بن عفراء (۲۱) عبداللہ بن انیس

(۲۲) عبداللہ بن عمرو بن عاص (۲۳) امیر معٰویہ (۲۴) رجل من الصحابۃ لم یسم رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین

---

[1] تبیین الحقائق کتاب الطہارۃ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۱/۳۵

[2] فتح القدیر " مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/۲۲

اوّل کے بیس علامہ محدث جلیل زیلعی نے ذکر کئے ان کے بعد کے دو امام محقق علی الاطلاق نے زیادہ فرمائے۔ اخیر کے دو اس فقیر غفرلہ نے بڑھائے، اور ان کے چھبیسویں امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ ہیں مگر اُن سے خود اُن کے وضو کی صفت مروی ہے اگرچہ وہ بھی حکمِ مرفوع میں ہے،

رواہ سعید بن منصور فی سننه عن الاسود بن یزید قال بعثنی عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنه الی عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالٰی عنه الحدیث[1]، والحدیث قبله رواہ ابوبکر بن ابی شیبة والعدنی والخطیب عن رجل من الانصار ان رجلا قال الا اریکم کیف کان وضوء رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم قالوا بلی الحدیث[2]، وحدیث معٰویة رضی اللہ تعالٰی عنه عند ابن عساکر۔

اسے سعید بن منصور نے اپنی سُنن میں اسود بن اسود بن یزید سے روایت کیا — وہ کہتے ہیں مجھے عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالٰی عنہ کے پاس بھیجا۔ اس کے بعد طریقۂ وضو سے متعلق پوری حدیث ہے — اور اس سے قبل والی حدیث جسے ہم نے بتایا کہ ایک صحابی سے مروی ہے جن کا نام مذکور نہیں، اسے ابوبکر بن ابی شیبہ اور عدنی اور خطیب نے روایت کیا ایک انصاری سے کہ ایک شخص نے کہا میں تمھیں رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا وضو نہ دکھاؤں؟ لوگوں نے کہا کیوں نہیں! — اس کے بعد باقی حدیث ہے — اور حضرت معاویہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کی حدیث ابن عساکر نے روایت کی ہے۔ (ت)

www.alahazratnetwork.org

ان پچیس صحابہ کی بہت کثیر التعداد حدیثیں اس وقت فقیر کے پیشِ نظر ہیں ان میں کہیں وضو یا کُلی کرتے میں مسواک فرمانے کا اصلاً ذکر نہیں جنھوں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا طریقۂ وضو زبان سے بتایا اُنھوں نے مسواک کا ذکر نہ کیا، جنھوں نے اسی لئے وضو کرکے دکھایا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا طریقہ مسنونہ بتائیں اُنھوں نے مسواک نہ کی۔ علی الخصوص امیر المومنین ذو النورین و

---

[1] کنز العمال بحوالہ ص عن الاسود بن الاسود حدیث ۲۶۹۰۲ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۹/ ۴۴۶ و ۴۴۷

[2] " " ش والعدنی وخط عن رجل " ۲۶۸۶۵ " " " ۹/ ۴۳۷

امیر المومنین مرتضٰے رضی اللہ تعالٰے عنہما کہ دونوں حضرات سے بوجوہ کثیر بار بالکثرت حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا وضو کرکے دکھانا مروی ہوا کسی بار میں مسواک کا ذکر نہیں۔

عثمٰن غنی سے راوی اُن کے مولٰے حمران عند احمد والبخاری ومسلم وابی داؤد والنسائی وابن ماجۃ وابن خزیمۃ والبزار وابی یعلٰی والعدنی وابن حبان والدارقطنی وابن بشران فی امالیہ، وابی نعیم فی الحلیۃ، ابن الجارود عند الامام الطحاوی وابن حبان والبغوی فی مسند عثمٰن وسعید بن منصور، ابو وائل شقیق بن سلمۃ عند عبدالرزاق وابن منیع والدارمی وابی داؤد وابن خزیمۃ والدارقطنی، ابو دارہ عند احمد والدارقطنی والضیاء، عبدالرحمٰن سلمانی عند البغوی فیہ، عبداللہ بن جعفر ابو علقمہ کلاھما عند الدارقطنی عبداللہ ابن ابی ملیکہ عند ابی داؤد، ابو مالک دمشقی عند سعید بن منصور قال حُدثت، ابو النضر سالم عند ابن منیع والحارث وابی یعلی ولم یلق عثمٰن۔

سیدنا عثمان غنی سے ایک راوی ان کے آزاد کردہ غلام حمران ہیں جن کی روایت امام احمد، بخاری، مسلم، ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ، ابن خزیمہ، بزار، ابو یعلٰی، عدنی، ابن حبان، دارقطنی، ابن بشران نے اپنی امالی میں اور ابو نعیم نے حلیۃ الاولیاء میں ذکر کی ہے — دوسرے راوی ابن الجارود ہیں جن کی روایت امام طحاوی، ابن حبان نے، بغوی نے مسند عثمان میں، اور سعید بن منصور نے ذکر کی ہے — تیسرے راوی ابووائل شقیق بن سلمہ ہیں جن کی روایت عبدالرزاق، ابن منیع، دارمی، ابوداؤد، ابن خزیمہ اور دارقطنی نے ذکر کی ہے۔ چوتھے راوی ابودارہ ہیں جن کی روایت امام احمد، دارقطنی اور ضیاء نے ذکر کی ہے — پانچویں راوی عبدالرحمان سلمانی ہیں جن کی روایت بغوی نے مسندِ عثمان میں ذکر کی ہے — چھٹے راوی عبداللہ بن جعفر، ساتویں ابو علقمہ ہیں دونوں حضرات کی روایت دارقطنی نے ذکر کی ہے۔ آٹھویں راوی عبداللہ بن ابی ملیکہ ہیں جن کی روایت ابوداؤد نے ذکر کی ہے — نویں راوی ابو مالک دمشقی ہیں جن کی روایت سعید بن منصور نے ذکر کی ہے وہ کہتے ہیں مجھ سے بیان کیا گیا — دسویں راوی ابوالنضر سالم ہیں جن کی روایت ابن منیع، حارث اور ابو یعلی نے ذکر کی ہے اور انھیں حضرت عثمان کی ملاقات حاصل نہیں۔ (ت)

www.alahazratnetwork.org

علی مرتضٰی سے راوی عبد خیر عند عبد الرزاق
وابی بکر بن ابی شیبة وسعید بن
منصور والدارمی وابی داؤد والترمذی
والنسائی وابن ماجة والطحاوی وابن منیع و
ابن خزیمة وابی یعلی وابن الجارود وابن حبان
والدارقطنی والضیاء، ابو حیہ عند عبد الرزاق
وابن ابی شیبة واحمد وابو داؤد والترمذی
والنسائی وابی یعلی والطحاوی والہروی فی
مسند علی والضیاء، سیدنا امام حسین رضی اللہ تعالٰی
عنہ عند النسائی وابن جریر،
عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما عند
احمد وابی داؤد وابی یعلی
وابن خزیمة والطحاوی وابن
حبان والضیاء، زر بن حبیش
عند احمد وابی داؤد و
سمویہ والضیاء، ابو الغریف
عند احمد وابی یعلی، ابو مطر
عند عبد بن حمید۔

حضرت علی مرتضٰی سے ایک راوی عبد خیر ہیں جن کی روایت عبد الرزاق، ابوبکر بن ابی شیبہ، سعید بن منصور، دارمی، ابوداؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ، طحاوی، ابن منیع، ابن خزیمہ، ابو یعلٰی، ابن الجارود، ابن حبان، دارقطنی اور ضیاء نے ذکر کی ہے —— دوسرے راوی ابو حیہ ہیں جن کی روایت عبد الرزاق، ابن ابی شیبہ، امام احمد، ابوداؤد، ترمذی، نسائی، ابو یعلٰی، طحاوی اور ہروی نے مسند علی میں اور ضیاء نے ذکر کی ہے —— تیسرے راوی سیدنا امام حسین رضی اللہ تعالٰی عنہ ہیں جن کی روایت نسائی، طحاوی اور ابن جریر نے ذکر کی ہے —— چوتھے راوی عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما ہیں جن کی روایت امام احمد، ابوداؤد، ابو یعلٰی، ابن خزیمہ، امام طحاوی، ابن حبان اور ضیاء نے ذکر کی ہے —— پانچویں راوی زر بن حبیش ہیں جن کی روایت امام احمد، ابوداؤد، سمویہ اور ضیاء نے ذکر کی ہے —— چھٹے راوی ابو الغریف ہیں جن کی روایت امام احمد اور ابو یعلٰی نے ذکر کی ہے —— ساتویں راوی ابو مطر ہیں جن کی روایت عبد بن حمید نے ذکر کی ہے۔

www.alahazratnetwork.org

یونہی عبد اللہ بن عباس و عبد اللہ بن زید رضی اللہ تعالٰی عنہم سے بھی احادیث کثیرہ بطرق عدیدہ مروی ہوئیں سب کی تفصیل باعث تطویل۔ ان تمام حدیث کا ترک ذکر مسواک پر اتفاق تو یہ بتا رہا ہے کہ اس وقت مسواک نہ فرمانا ہی معتاد تھا ورنہ کوئی تو ذکر کرتا۔

اقول بلکہ صدہا احادیث متعلق وضو و مسواک اس وقت سامنے ہیں کسی ایک حدیث صحیح صریح سے اصلًا مسواک کے لئے وقت مضمضہ یا داخل وضو ہونے کا پتا نہیں چلتا جن بعض سے اشتباہ ہوا ہے

دفع شبہ کریں۔

حدیث اوّل محقق علی الاطلاق نے صرف ایک حدیث پائی جس سے اس پر استدلال ہوسکے۔

حیث قال بعد ذکر احادیث فانه فی الصحیحین قال صلی الله تعالٰی علیه وسلم لولا ان اشق علی امتی لامرتهم بالسواك مع کل صلٰوة او عند کل صلٰوة وعند النسائی فی روایة عند کل وضوء ورواها ابن خزیمة فی صحیحه وصححها الحاکم وذکرها البخاری تعلیقا ولا دلالة فی شیئ علی کونه فی الوضوء الاهذه وغایة مایفید الندب وهو لا یستلزم سوی الاستحباب اذ یکفیه اذا ندب لشیئ ان یتعبد به احیانا ولا سنة دون المواظبة[1]

اس طرح کہ انھوں نے متعدد حدیثیں ذکر کرنے کے بعد لکھا: اور بخاری ومسلم میں ہے کہ حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: اگر میں اپنی امت پر گراں نہ جانتا تو انھیں ہر نماز کے ساتھ، یا ہر نماز کے وقت مسواک کا حکم دیتا ـــ اور نسائی کی ایک روایت میں ہے: ہر وضو کے وقت۔ اسے ابن خزیمہ نے اپنی صحیح میں روایت کیا ـــ حاکم نے اسے صحیح کہا اور امام بخاری نے اسے تعلیقاً ذکر کیا ـــ ان احادیث میں سے کسی میں مسواک کے وضو کے اندر ہونے پر کوئی دلالت نہیں، مگر صرف اس روایت میں ـــ اور یہ بھی زیادہ سے زیادہ ندب کا افادہ کررہی ہے اور یہ صرف استحباب کو مستلزم ہے اس لئے کہ اس میں یہ کافی ہے کہ حضور جب کسی چیز کی ترغیب دیں تو بعض اوقات اسے عبادت قرار دے دیں اور مسنون ہونا حضور کی مداومت کے بغیر ثابت نہیں ہوتا۔ (ت)

انھیں کا اتباع اُن کے تلمیذ محقق حلبی نے حلیہ میں کیا۔

اقول اوّلاً احادیث میں مشہور ومستفیض یہاں ذکر نماز ہے یعنی لفظ،

عند کل صلٰوة یا مع کل صلٰوة، رواه ہر نماز کے وقت یا ہر نماز کے ساتھ ـــ اسے

ف: تطفل علی الفتح والحلیة۔

---

[1] فتح القدیر کتاب الطہارۃ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/۲۲

مالك[1] واحمد[2] والستة عن | امام مالک، امام احمد اور اصحابِ ستہ نے حضرت

---

[3] قال الشوکانی فی نیل الاوطار "قال النووی غلط بعض الائمة الکبار فزعم ان البخاری لم یخرجه وھو خطأ منه وقد اخرجه من حدیث مالك عن ابی الزناد عن الاعرج عن ابی ھریرة ولیس ھو فی المؤطا من ھذا الوجه بل ھو فیه عن ابن شھاب عن حمید عن ابی ھریرة قال "لولا ان اشق علی امتی لامرتھم بالسواك مع کل وضوء ولم یصرح برفعه قال ابن عبد البر وحکمه الرفع وقد رواہ الشافعی عن مالك مرفوعا"[4] ھذا کلامه فی النیل ثم جعل یعد بعض ما ورد فی الباب ولم یعلم ما انتھی الیه کلام الامام النووی ــــ

[3] شوکانی نے نیل الاوطار میں لکھا کہ ــــ امام نووی نے فرمایا: بعض ائمہ کبار نے غلطی سے یہ دعوٰی کیا کہ امام بخاری نے یہ حدیث روایت نہ کی، اور یہ دعوٰی غلط ہے۔ امام بخاری نے اسے امام مالک سے روایت کیا ہے وہ ابوالزناد سے، وہ اعرج سے، وہ ابوہریرہ سے راوی ہیں۔ اور امام مالک کی موطا میں یہ حدیث اس سند کے ساتھ نہیں بلکہ اس میں ابن شہاب زہری سے روایت ہے وہ حمید سے، وہ ابوھریرہ سے راوی ہیں انھوں نے فرمایا "اگر میں اپنی اُمت پر گراں نہ جانتا تو انھیں ہر وضو کے ساتھ مسواک کا حکم دیتا"۔ اور اس کے مرفوع ہونے کی صراحت نہ کی ــــ ابن عبدالبر نے کہا یہ مرفوع ہی کے حکم میں ہے۔ اور اسے امام شافعی نے امام مالک سے مرفوعاً روایت کیا ہے ــــ یہ نیل الاوطار کی عبارت ہے۔ اس کے بعد اس باب میں وارد ہونے والی کچھ حدیثیں شمار کرانا شروع کردیا اور یہ نہ بتایا کہ امام نووی کا کلام کہاں ختم ہُوا۔

(باقی برصفحہ آئندہ)

---

[1] مؤطا الامام مالک | کتاب الطہارۃ | باب ما جاء فی السواک | میر محمد کتب خانہ کراچی | ص ۵۱
[2] مسند الامام احمد بن حنبل | عن ابی ھریرۃ | المکتب الاسلامی بیروت | ۲/۲۴۵
صحیح البخاری | کتاب الجمعہ | باب السواک | قدیمی کتب خانہ کراچی | ۱/۱۲۲
صحیح مسلم | کتاب الطہارۃ | " | " | " | ۱/۱۲۸
[4] نیل الاوطار | ابواب السواک وسنن الفطرۃ باب الحث علی السواک | مصطفی البابی مصر | ۱/۱۲۶

ابی هریرة واحمد وابوداؤد و
النسائی والترمذی والضیاء عن
زید[1] بن خالد واحمد بسند جید عن
ام المؤمنین زینب[2] بنت جحش وکابن ابی خیثمة
وابن جریر عن ام المؤمنین ام حبیبة[3] والبزار

ابوہریرہ سے روایت کیا۔ امام احمد، ابوداؤد،
نسائی، ترمذی اور ضیاء نے زید بن خالد سے
روایت کیا۔ امام احمد نے بسند جید ام المومنین
زینب بنت جحش سے، اور ابن ابی خیثمہ وابن جریر
کی طرح ام المومنین ام حبیبہ سے روایت کیا۔ بزار

ف : رد علی الشوکانی

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

اقول لااظن قوله لیس هو فی المؤطا الخ من کلام الامام وهو خطأ[ف] اشد واعظم فان الحدیث فی المؤطا اولا بعین السند المذکور فی البخاری رفعا ثم متصلا به بالسند الأخر وقفا وقد روی هذا ایضا معن بن عیسٰی وایوب بن صالح وعبد الرحمٰن بن مهدی وغیرهم عن مالك مرفوعا وهؤلاء کلهم من رواة المؤطا اهـ منه۔

اقول میں نہیں سمجھتا کہ یہ الفاظ" اور امام مالک کی مؤطا میں یہ حدیث اس سند کے ساتھ نہیں الخ" امام نووی کے کلام میں ہوں جب کہ یہ بہت شدید اور عظیم خطا ہے اس لئے کہ یہ حدیث مؤطا میں پہلے بعینہٖ بخاری ہی کی ذکر کردہ سند کے ساتھ مرفوعاً ہے پھر اس سے متصل دوسری سند کے ساتھ موقوفاً ہے۔ اور اسے معن بن عیسٰے، ایوب بن صالح، عبدالرحمٰن بن مہدی وغیرہم نے بھی امام مالک سے مرفوعاً روایت کیا ہے اور یہ سب حضرات مؤطا کے راوی ہیں ۱۲ منہ (ت)

www.alahazratnetwork.org

ف : رد علی الشوکانی

[1] مسند الامام احمد بن حنبل بقیہ حدیث زید بن خالد الجہنی المکتب الاسلامی بیروت ۴/ ۱۱۶
سنن الترمذی ابواب الطہارۃ باب ماجاء فی السواک حدیث ۲۲ دارالفکر بیروت ۱/ ۹۹
سنن ابی داؤد کتاب الطہارۃ باب کیف یستاک آفتاب عالم پریس لاہور ۱/ ۷
کنز العمال بحوالہ حم ت والضیاء عن زید بن خالد الجہنی حدیث ۲۶۱۹۰ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۹/ ۳۱۵
[2] مسند الامام احمد بن حنبل حدیث زینب بنت جحش المکتب الاسلامی بیروت ۶/ ۴۲۹
[3] مسند الامام احمد بن حنبل حدیث ام حبیبہ بنت ابی سفیان " " ۶/ ۳۲۵
کنز العمال بحوالہ ابن جریر حدیث ۲۶۲۰۳ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۹/ ۳۱۷

وسمویہ عن انس[1] وھما والطبرانی و ابویعلی والبغوی والحاکم عن سیدنا العباس[2] واحمد والبغوی والطبرانی وابونعیم والباوردی وابن قانع والضیاء عن تمام[3] بن العباس واحمد والباوردی عن تمام[4] بن قثم وصوبوا کونہ عن العباس وعثمٰن بن سعید الدارمی فی الرد علی الجھمیۃ والدارقطنی فی احادیث النزول عن امیرالمؤمنین[5] علی والطبرانی فی الکبیر عن ابن عباس[6] وفی الاوسط کالخطیب عن ابن عمر[7] وابونعیم فی السواک عن ابن عمر[8] وسعید بن منصور عن

وسمویہ نے حضرت انس سے، بزار وسمویہ اور طبرانی، ابویعلی، بغوی اور حاکم نے سیدنا عباس سے ___ امام احمد، بغوی، طبرانی، ابونعیم، باوردی، ابن قانع اور ضیاء نے تمام بن العباس سے ___ امام احمد و باوردی نے تمام بن قثم سے روایت کیا اور بتایا کہ صحیح یہ ہے کہ یہ روایت حضرت عباس سے ہے۔ عثمان بن سعید دارمی نے الرد علی الجھمیہ میں، اور دارقطنی نے احادیث نزول میں امیرالمومنین حضرت علی سے ___ اور طبرانی نے معجم کبیر میں حضرت ابن عباس سے ___ اور معجم اوسط میں خطیب کی طرح حضرت ابن عمر سے ___ اور ابونعیم نے سواک میں حضرت ابن عمرو سے ___ اور سعید بن منصور

---

www.alahazratnetwork.org

[1] کنز العمال بحوالہ البزار حدیث ۲۶۱۷۶ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۹/۳۱۳
" " سمویہ " ۲۶۲۰۷ " " " ۹/۳۱۷
[2] المعجم الکبیر " ۱۳۰۲ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۲/۶۴
المستدرک للحاکم کتاب الطہارۃ لولا ان اشق علی امتی الخ دارالفکر " ۱/۱۴۶
[3] المعجم الکبیر حدیث ۱۳۰۳ المکتبۃ الفیصلیۃ " ۲/۶۴
کنز العمال بحوالہ حم والبغوی الخ " ۲۶۲۱۱ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۹/۳۱۸
[4] " " " " " " " " "
مسند احمد بن حنبل حدیث قثم بن تمام او تمام بن قثم الخ المکتب الاسلامی بیروت ۳/۴۴۲
[5]
[6] المعجم الکبیر حدیث ۱۱۲۵ و ۱۱۱۳۳ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۱۱/۸۵و۸۶
[7] المعجم الاوسط " ۸۴۴۳ مکتبۃ المعارف ریاض ۹/۲۰۴
[8] کنز العمال بحوالہ ابی نعیم عن ابن عمر حدیث ۲۶۱۹۶ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۹/۳۱۶

مکحول[1] وابوبکر بن ابی شیبۃ عن حسّان[2] بن عطیۃ کلاھما مرسل۔

نے مکحول سے اور ابوبکر بن ابی شیبہ نے حسان بن عطیہ سے روایت کی۔ یہ دونوں مرسل ہیں۔ (ت)

اور بعض میں ذکرِ وضو ہے یعنی:

مع کل وضوء یا عند کل وضوء رواہ الائمۃ مالک[3] والشافعی واحمد والنسائی وابن خزیمۃ وابن حبان والحاکم والبیھقی عن ابی ھریرۃ والطبرانی[4] فی الاوسط بسند حسن عن علی وفی الکبیر[5] عن تمام بن العباس وابن جریر عن زید[6] بن خالد رضی اللہ تعالٰی عنھم اجمعین۔

ہر وضو کے ساتھ یا ہر وضو کے وقت ____ اسے امام مالک، امام شافعی، امام احمد، نسائی، ابن خزیمہ، ابن حبان، حاکم اور بیہقی نے حضرت ابوہریرہ سے ____ اور طبرانی نے معجم اوسط میں بسندِ حسن حضرت علی سے۔ اور معجم کبیر میں تمام بن عباس سے۔ اور ابن جریر نے زید بن خالد سے روایت کی۔ رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین۔ (ت)

جب روایاتِ متواترہ میں عند کل صلوٰۃ یا مع کل صلوٰۃ آنے سے ہمارے ائمہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم کے نزدیک نماز سے اتصال بھی ثابت نہ ہوا بلکہ اتصال حقیقی اصلاً کسی کا قول نہیں

www.alahazratnetwork.org

---

[1] کنز العمال بحوالہ ص عن مکحول حدیث ۲۶۱۹۵ موسسۃ الرسالہ بیروت ۹/۳۱۶
[2] المصنف لابن ابی شیبۃ کتاب الطہارات ماذکر فی السواک حدیث ۱۸۰۳ دارالکتب العلمیۃ بیروت ۱/۱۵۷
[3] موطا الامام مالک کتاب الطہارۃ باب ماجاء فی السواک میر محمد کتب خانہ کراچی ص ۵۱
الام (للشافعی) " باب السواک دار الکتب العلمیۃ بیروت ۱/۷۵
مسند الامام احمد بن حنبل عن ابی ہریرۃ المکتب الاسلامی بیروت ۲/۲۴۵
سنن النسائی کتاب الطہارۃ الرخصۃ فی السواک الخ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ۱/۶
صحیح ابن خزیمہ حدیث ۱۴۰ المکتب الاسلامی بیروت ۱/۷۳
المستدرک للحاکم کتاب الطہارۃ دار الفکر بیروت ۱/۱۴۶
السنن الکبرٰی للبیہقی " باب الدلیل علی ان السواک الخ دار صادر بیروت ۱/۳۶
[4] المعجم الاوسط حدیث ۱۲۶۰ مکتبۃ المعارف بیروت ۲/۱۳۸
[5] المعجم الکبیر حدیث ۱۳۰۲ المکتبۃ الفیصلیۃ " ۲/۶۴
[6] کنز العمال بحوالہ ابن جریر عن زید بن خالد حدیث ۲۶۱۹۹ موسسۃ الرسالہ بیروت ۹/۳۱۶

حتی کہ شافعیہ جو اُسے سنن نماز سے مانتے ہیں تو بعض روایات میں عند کل وضوء آنے سے داخل وضو ہونا کیونکر رنگ ثبوت پائے گا۔

فلیست[ف] عند لجعل مدخولها ظرفا لموصوفها بحیث یقع فیہ انما مفادها القرب والحضور حسًّا او معنًی فلا تقول زید عند الدار اذا کان فیها بل اذا کان قریبا منها والقرب المفهوم هو العرفی دون الحقیقی ولہ عرض عریض الا تری الی قولہ تعالٰی عند سدرۃ المنتھی عندھا جنۃ المأوی[1] مع ان السدرۃ فی السماء السادسۃ کما فی صحیح مسلم عن عبد اللہ[2] بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ والجنۃ فوق السموات۔

کیونکہ لفظ "عند" یہ بتانے کے لئے نہیں کہ اس کا مدخول اس کے موصوف کا ایسا ظرف ہے کہ وُہ اسی کے اندر واقع ہے بلکہ اس کا مفاد صرف قریب اور حاضر ہونا ہے حسًّا یا معنًی۔ زید عند الدار (زید گھر کے پاس ہے) اُس وقت نہیں بولتے جب زید گھر کے اندر ہو بلکہ اس وقت بولتے ہیں جب گھر سے قریب ہو۔ اور یہاں جو قریب سمجھا جاتا ہے وُہ عرفی ہوتا ہے حقیقی نہیں ہوتا۔ اور قرب عرفی کا میدان بہت وسیع ہے۔ دیکھئے باری تعالٰی کا ارشاد ہے "سدرۃ المنتہٰی کے پاس، اسی کے پاس جنۃ الماوٰی ہے" حالاں کہ سدرہ چھٹے آسمان میں ہے۔ جیسا کہ صحیح مسلم میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی ہے۔ اور جنت آسمانوں کے اوپر ہے۔

www.alahazratnetwork.org

وبما قررنا ظهر ضعف ما وقع فی عمدۃ القاری تحت الحدیث فیہ اباحۃ السواک فی المسجد لان "عند" یقتضی الظرفیۃ حقیقۃ فیقتضی استحبابہ فی کل صلوۃ، وعند بعض المالکیۃ

ہماری اس تقریر سے اُس کا ضعف واضح ہوگیا جو عمدۃ القاری میں اس حدیث کے تحت رقم ہوگیا کہ: اس سے مسجد کے اندر مسواک کرنے کا جواز ثابت ہوتا ہے، اس لئے کہ "عند" حقیقۃً ظرفیت چاہتا ہے تو اس کا تقاضا یہ ہوگا کہ مسواک ہر نماز کے اندر مستحب ہو۔ اور بعض مالکیہ

ف: بیان مفاد عند۔

[1] القرآن الکریم ۵۳/۱۴ و ۱۵
[2] صحیح مسلم کتاب الایمان باب الاسراء الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۹۷

كراهته فى المسجد لاستقذاره والمسجد ينزه عنه[1] اھ۔

کے نزدیک یہ ہے کہ مسجد میں مسواک کرنا مکروہ ہے کیونکہ اس سے گندگی ہوگی اور مسجد کو اس سے بچایا جائے گا اھ۔

ف۱ **اقول اولاً** حقیقة الظرفیة غیر معقولة فی الصلٰوة ولا ھی مفاد عند کما علمت۔

اقول اس پر چند کلام ہیں: **اول** نماز کے اندر حقیقی ظرفیت کا تصور نہیں ہو سکتا اور یہ "عند" کا مفاد بھی نہیں جیسا کہ ابھی واضح ہوا۔

ف۲ **وثانیاً** قد قال الامام العینی نفسه قبل ھذا بورقة ما نصه فان قلت کیف التوفیق بین روایة عند کل وضوء وروایة عند کل صلٰوة قلت السواك الواقع عند الوضوء واقع للصلٰوة لان الوضوء مشروع لها[2] اھ۔

دوم اس سے ایک ورق پہلے خود امام عینی یہ لکھ چکے ہیں: اگر سوال ہو کہ عند کل وضوء کی روایت اور عند کل صلٰوۃ کی روایت میں تطبیق کیسے ہوگی؟ تو میں کہوں گا: وضو کے وقت ہونے والی مسواک نماز کے لئے بھی واقع ہے اس لئے کہ وضو نماز ہی کے لئے مشروع ہوا ہے اھ۔

www.alahazratnetwork.org

ف۳ **وثالثاً** کیف یباح الاستیاك ف۴ فی المسجد مع حرمة المضمضة والتفل فیه والسواك یستعمل مبلولا ویستخرج الرطوبات فلا یؤمن ان یقطر منها شیئ وکل ذٰلك لایجوز فی المسجد الا ان یکون فی اناء او موضع فیه

سوم مسجد میں مسواک کرنا جائز کیسے ہوگا جب اس میں کلی کرنا اور تھوکنا حرام ہے اور مسواک تر کرکے استعمال ہوتی ہے اور منہ سے رطوبتیں بھی نکالتی ہے جن میں سے کچھ مسجد میں ٹپکنے کا بھی اندیشہ ہے اور یہ سب مسجد میں جائز نہیں مگر یہ کہ کسی برتن کے اندر ہو یا کوئی ایسی جگہ ہو

ف۱: **تطفل** علی الامام العینی۔ ف۲: **تطفل** اٰخر علیه۔ ف۳: **تطفل** ثالث علیه۔

ف۴: **مسئلہ** مسجد میں مسواک کرنی نہ چاہئے۔ مسجد میں کلی کرنا حرام ہے مگر یہ کہ کسی برتن میں ہو یا بانیِ مسجد نے وقت بنائے مسجد اس میں کوئی جگہ خاص اس کام کے لئے بنادی ہو ورنہ اجازت نہیں۔

---

[1] عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری کتاب الجمعۃ باب السواک یوم الجمعۃ تحت حدیث دارالکتب العلمیہ بیروت ۶/ ۲۶۳

[2] ״ ״ ״ ״ ״ ״ ״ ״ ״ ״ ״ ۶/ ۲۶۰

معد لذٰلك من حين البناء كما بيناه فى فتاوٰنا۔

جو تعمیرِ مسجد کے وقت ہی سے اسی لئے بنا رکھی گئی ہو۔ جیسا کہ اسے ہم نے اپنے فتاوٰی میں بیان کیا ہے۔

ورابعًا ماذکرہ[ف۱] لیس قول بعض المالکیۃ بل قول امام دار الھجرۃ نفسہ حکاہ عنہ القرطبی فى المفھم کما فى المواھب اللدنیۃ۔

چہارم جو انھوں نے ذکر کیا وہ بعض مالکیہ کا قول نہیں بلکہ خود امام دار الہجرۃ کا قول ہے ان سے قرطبی نے المفہم میں اس کی حکایت کی ہے، جیسا کہ مواہب لدنیہ میں ہے۔

ثانیًا عند[ف۲] الوضوء میں خصوصیت وقت مضمضہ بھی نہیں تو حدیث اگر بوجہ عدم افادۂ مواظبت سنیت ثابت نہ کرے گی بوجہ عدم تعیینِ وقت استحباب عند المضمضہ بھی نہ بتائے گی فافہم۔

حدیث دوم طبرانی اوسط میں ابو امامہ باہلی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ان العبد اذا غسل رجلیہ خرجت خطایاہ واذا غسل وجھہ وتمضمض وتشوص واستنشق ومسح برأسہ خرجت خطایا سمعہ وبصرہ ولسانہ واذا غسل ذراعیہ وقدمیہ کان کیوم ولدتہ اُمّہ[۱]۔

بے شک بندہ جب اپنے پاؤں دھوتا ہے اُس کے گناہ دور ہو جاتے ہیں اور جب منہ دھوتا اور کُلی کرتا دھوتا مانجھتا پانی سونگھتا سر کا مسح کرتا ہے اس کے کانوں آنکھوں اور زبان کے گناہ نکل جاتے ہیں، اور جب کلائیاں اور پاؤں دھوتا ہے ایسا ہو جاتا ہے جیسا اپنی ماں سے پیدا ہوتے وقت تھا۔

اقول اوّلًا شوص دھونا اور پاک کرنا ہے کما فى الصحاح (جیسا کہ صحاح میں ہے۔ت)

قال الرازی:

الشوص الغسل والتنظیف[۲] اھ۔

شوص کے معنے دھونا اور صاف کرنا ہے اھ (ت)

www.alahazratnetwork.org

ف۱: تطفل رابع علیہ۔ ف۲: تطفل اٰخر علی الفتح۔

---

[۱] المعجم الاوسط حدیث ۴۲۹۴ مکتبۃ المعارف ریاض ۵/۲۰۲
کنز العمال حدیث ۲۶۰۴۸ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۹/۲۸۹

[۲] الصحاح (للجوہری) باب الصاد فصل الشین داراحیاء التراث العربی بیروت ۳/۸۲۶

وفی القاموس الدلك بالید و مضغ السواك والاستنان به او الاستیاك ووجع الضرس والبطن والغسل والتنقیة[1]۔

اور قاموس میں ہے : ہاتھ سے ملنا ۔ مسواک چبانا اور اس سے دانت مانجنا ۔ یا مسواک کرنا ۔ ڈاڑھ اور پیٹ کا درد ۔ دھونا اور صاف کرنا۔(ت)

ثانیًا حدیث میں افعال بترتیب نہیں تو ممکن کہ مسواک سب سے پہلے ہو، اور یہی حدیث کہ امام احمد نے بسندِ حسن مرتبًا روایت کی اس میں ذکرِ شوص نہیں اس کے لفظ یہ ہیں :

عن ابی امامة رضی الله تعالٰی عنه قال ان رسول الله صلی الله تعالٰی علیه وسلم قال ایما رجل قام الی وضوئه یرید الصلٰوة ثم غسل کفیه نزلت کل خطیئة من کفیه مع اول قطرة فاذا مضمض واستنشق واستنثر نزل کل خطیئة من لسانه وشفتیه مع اول قطرة فاذا غسل وجهه نزلت کل خطیئة من سمعه و بصره مع اول قطرة فاذا غسل یدیه الی المرفقین ورجله الی الکعبین سلم من کل ذنب کهیأة یوم ولدته امه[2]۔

(حضرت ابی امامہ رضی اللہ تعالٰی عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:) جب آدمی نماز کے ارادے سے وضو کو اُٹھے پھر ہاتھ دھوئے تو ہاتھ کے سب گناہ پہلے قطرہ کے ساتھ نکل جائیں، پھر جب کُلّی کرے اور ناک میں پانی ڈالے اور صاف کرے زبان ولب کے سب گناہ پہلی بوند کے ساتھ ٹپک جائیں، پھر جب مُنہ دھوئے آنکھ کان کے سب گناہ پہلے قطرہ کے ساتھ اُتر جائیں، پھر جب کُہنیوں تک ہاتھ اور گٹّوں تک پاؤں دھوئے سب گناہوں سے ایسا خالص ہوجائے جیسا جس دن ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا تھا۔

فائدہ[ف] : یہ نفیس وعظیم بشارت کہ امتِ محبوب صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر رب عزوجل کا عظیم فضل اور نمازیوں کے لئے کمال تہنیت اور بے نمازوں پر سخت حسرت ہے بکثرت احادیثِ صحیحہ معتبرہ میں وارد ہوئی، اس معنی کی حدیثیں حدیثِ[1] ابو امامہ کے علاوہ صحیح مسلم شریف میں

ف : وضو سے گناہ دُھلنے کی حدیثیں۔

---

[1] القاموس المحیط باب الصاد فصل الشین مصطفٰی البابی مصر ۲/ ۳۱۸

[2] مسند احمد بن حنبل عن ابی امامۃ الباھلی المکتب الاسلامی بیروت ۵/ ۲۶۳

www.alahazratnetwork.org

16 امیر المومنین عثمٰن غنی وابوہریرہ وعمرو بن عبسہ اور مالک واحمد ونسائی وابن ماجہ وحاکم کے یہاں عبداللہ صنابحی اور طحاوی ومعجم کبیر طبرانی میں عباد والد ثعلبہ اور مسند احمد میں مرہ بن کعب اور مسند مسدد وابی یعلٰی میں انس بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہم سے مروی ہیں ان میں حدیث صنابحی وحدیث عمرو سب سے اتم ہیں کہ ان میں ناک کے گناہوں کا بھی ذکر ہے اور مسح سر کرنے سے سر کے گناہ نکل جانے کا بھی۔

ففی الاول اذا استنثر خرجت الخطایا من انفہ ثم قال بعد ذکر الوجہ والیدین فاذا مسح راسہ خرجت الخطایا من راسہ حتی تخرج من اذنیہ[1]، وفی الثانی ما منکم رجل یقرب وضوءہ فیتمضمض ویستنشق ویستنثر الا

حدیث صنابحی میں یہ ہے: "جب ناک صاف کرے تو ناک کے گناہ گر جائیں"۔۔۔ پھر چہرہ اور دونوں ہاتھوں کے ذکر کے بعد ہے: "پھر اپنے سر کا مسح کرے تو اس کے سر سے گناہ نکل جائیں یہاں تک کہ کانوں سے بھی نکل جائیں"۔۔۔ اور حدیث عمرو میں ہے: "تم میں جو بھی وضو کے لئے جا کر کُلّی کرے ناک میں پانی ڈالے اور جھاڑے تو اس کے چہرے

علہ رواہ ایضا احمد وابن ماجۃ ۱۲ منہ۔

علہ اور اسے امام احمد وابن ماجہ نے بھی روایت کیا ۱۲ منہ (ت)

عہ۲ و رواہ ایضا مالک والشافعی والترمذی والطحاوی ۱۲ منہ۔

عہ۲ اور اسے امام مالک، امام شافعی اور ترمذی وطحاوی نے بھی روایت کیا ۱۲ منہ (ت)

عہ۳ و رواہ ایضا احمد وابوبکر بن ابی شیبۃ والامام الطحاوی والضیاء وھو عند الطبرانی فی الاوسط مختصرا و ابن زنجویۃ بسند صحیح ۱۲ منہ۔

عہ۳ اور اسے امام احمد، ابوبکر بن ابی شیبہ، امام طحاوی اور ضیا نے بھی روایت کیا اور یہ طبرانی کی معجم اوسط میں مختصراً اور ابن زنجویہ کے یہاں بسند صحیح مروی ہے ۱۲ منہ (ت)

---

[1] کنز العمال بحوالہ مالک، حم، ن، ہ، ک حدیث ۲۶۰۳۳ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۹/۲۸۵
مؤطا الامام مالک کتاب الطہارۃ باب جامع الوضوء میر محمد کتب خانہ کراچی ص ۲۱
مسند احمد بن حنبل حدیث ابی عبداللہ الصنابحی المکتب الاسلامی بیروت ۴/۳۴۸ و ۳۴۹
سنن النسائی کتاب الطہارۃ باب مسح الاذنین مع الرأس نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ۱/۲۹
المستدرک للحاکم کتاب الطہارۃ دار الفکر بیروت ۱/۱۲۹

www.alahazratnetwork.org

خرجت خطایا وجهه من فیه و خیاشمه ثم قال بعد ذکر الوجه و الیدین ثم یمسح رأسه الاخرت خطایا راسه من اطراف شعره مع الماء[1]

کے گناہ منہ سے اور ناک کے بانسوں سے نکل پڑیں"۔ پھر چہرہ اور دونوں ہاتھوں کے ذکر کے بعد ہے "پھر اپنے سر کا مسح کرے تو اس کے سر کے گناہ بال کے کناروں سے پانی کے ساتھ گر جائیں"۔ (ت)

بہت علما فرماتے ہیں یہاں گناہوں سے صغائر مراد ہیں۔

اقول تحقیق یہ ہے کہ کبائر بھی دُھلتے ہیں اگرچہ زائل نہ ہوں، یہ سیدنا امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ وغیرہ اکابر اولیائے کرام قدست اسرارہم کا مشاہدہ ہے جسے فقیر نے رسالہ الطرس المعدل فی حد المستعمل (۱۳۲۰ھ) میں ذکر کیا اور کرم مصطفٰی صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم بحرِ بے پایاں ہے حدث عن البحر ولاحرج والحمد للہ رب العلمین (بحر سے بیان کیا، اس میں کوئی حرج نہیں والحمدللہ رب العلمین ت) اور بات وہ ہے جو تو مصطفٰی صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے یہ بشارت بیان کرکے ارشاد فرمائی کہ لاتغتروا اس پر مغرور نہ ہونا رواہ البخاری[2] عن عثمٰن ذی النورین رضی اللہ تعالٰی عنہم، وحسبنا اللہ و نعم الوکیل۔

حدیث سوم سنن بیہقی میں ہے:

www.alahazratnetwork.org

عن عبد اللہ بن المثنی قال حدثنی بعض اھل بیتی عن انس بن مالك رضی اللہ تعالٰی عنہ ان رجلا من الانصار من بنی عمرو بن عوف قال یارسول اللہ انك رغبتنا فی السواك فھل دون ذٰلك من شیئ؟ قال اصبعك سواك عند وضوئك

(عبد اللہ بن المثنی سے روایت ہے وہ کہتے ہیں مجھے میرے گھر والوں میں سے کسی نے بیان کیا کہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ نے فرمایا کہ بنی عمرو بن عوف سے) ایک انصاری نے عرض کی یارسول اللہ! حضور نے مسواک کی طرف ہمیں ترغیب فرمائی کیا اس کے سوا بھی کوئی صورت ہے؟ فرمایا: وضو کے وقت تیری انگلی مسواک ہے کہ

---

[1] کنز العمال بحوالہ مالک حم، م حدیث ۲۶۰۳۵ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۹/۲۸۶
صحیح مسلم کتاب صلوٰۃ المسافرین باب اسلام عمرو بن عبسۃ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۲۷۶

[2] صحیح البخاری کتاب الرقاق باب یاایہا الناس ان وعداللہ حق الخ " " ۲/۹۵۲

تمر بها علی اسنانك انه لا عمل لمن لانیة له ولا اجر لمن لاخشیة له[1]

اپنے دانتوں پر پھیرے، بیشک بے نیت کے کوئی عمل نہیں اور بے خوف الٰہی کے ثواب نہیں۔

اقول اوّلاً یہ حدیث ضعیف ہے لما تری من الجہالۃ فی سندہ وقد ضعفہ البیہقی (جیسا کہ تُو دیکھتا ہے اس کی سند میں جہالت ہے اور امام بیہقی نے اسے ضعیف کہا ہے۔ ت)

ثانیاً و ثالثاً لفظ عند وضوءك میں وہی مباحث ہیں کہ گزرے۔

حدیث چہارم ایک حدیث مرسل میں ہے رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم فرماتے ہیں:

الوضوء شطر الایمان والسواك شطر الوضوء، رواہ ابوبکر بن ابی شیبة[2] عن حسان بن عطیة و رستة فی کتاب الایمان عنه بلفظ السواك نصف الوضوء والوضوء نصف الایمان[3]

وضو ایمان کا حصّہ ہے اور مسواک وضو کا حصہ ہے۔ اس کو ابوبکر بن ابی شیبہ نے حسان بن عطیہ سے روایت کیا، اور رستہ نے اس کو ان سے کتاب الایمان میں ان الفاظ سے روایت کیا کہ مسواک نصف وضو ہے اور وضو نصف ایمان (ت)

اقول یعنی ایمان بے وضو کامل نہیں ہوتا اور وضو بے مسواک۔ اس سے مسواک کا داخلِ وضو ہونا ثابت نہیں ہوتا جس طرح وضو داخل ایمان نہیں، ہاں وجہ تکمیل ہونا مفہوم ہوتا ہے وہ ہر سنت کے لئے حاصل ہے قبلیہ ہو خواہ بعدیہ، جس طرح صبح و ظہر کی سنتیں فرضوں کی مکمل ہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

ثالثاً اقول جب یہ محقق ہولیا کہ مسواک سنّت ہے اور ہمارے علما اسے سنّتِ وضو مانتے اور شافعیہ کے ساتھ اپنا خلاف یونہی نقل فرماتے ہیں کہ ان کے نزدیک سنّتِ نماز ہے اور ہمارے نزدیک سنّتِ وضو، اور متون مذہب قاطبۃً یک زبان یک زبان صریح فرمارہے ہیں کہ مسواک سُننِ وضو سے ہے تو اس سے عدول کی کیا وجہ ہے، سنّتِ شے قبلیہ ہوتی ہے یا بعدیہ یا داخلہ جیسے رکوع میں تسویۂ ظہر۔ مگر روشن بیانوں سے ثابت ہُوا کہ مسواک وضو کی سنّتِ داخلہ نہیں کہ سنت بے مواظبت نہیں اور وضو کرتے میں مسواک فرمانے پر مداومت درکنار اصلاً ثبوت ہی نہیں اور سنّتِ بعدیہ نہ کوئی مانتا ہے نہ اُس کا محل ہے کہ مسواک سے خون نکلے تو وضو بھی جائے۔ بحرالرائق میں ہے:

---

[1] السنن الکبرٰی کتاب الطہارۃ باب الاستیاک بالاصابع دار صادر بیروت ۱/ ۴۱

[2] المصنف لابن ابی شیبہ ما ذکر فی السواک حدیث ۱۸۰۳ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱/ ۱۵۷

[3] الجامع الصغیر (للسیوطی) بحوالہ رستہ حدیث ۹۸۳۵ " " " " ۲/ ۲۹۷

وعلله السراج الهندی فی شرح الهدایة بانه اذا استاك للصلٰوة ربما یخرج منه دم وھو نجس بالاجماع وان لم یکن ناقضا عند الشافعی رضی اللہ تعالٰی عنہ۔[1]

اور سراج ہندی نے اپنی شرح ہدایہ میں اس کی علت یہ بیان فرمائی کہ جب نماز کے لئے وضو کرے گا تو بعض اوقات اس سے خون نکل جائے گا۔ اور یہ بالاجماع نجس ہے اگرچہ امام شافعی کے نزدیک ناقضِ وضو نہیں۔ (ت)

لاجرم ثابت ہوا کہ سنتِ قبلیہ ہے اور یہی مطلوب تھا اور خود حدیث صحیح مسلم اس کی طرف ناظر، اور حدیث سنن ابی داؤد اس میں نص۔

کما تقدم اما تعلیل التبیین عدم استنانه فی الوضوء بانه لایختص به۔

جیسا کہ گزرا، مگر تبیین میں مسواک کے سنتِ وضو نہ ہونے کی علت یہ بتانا کہ مسواک وضو کے ساتھ خاص نہیں۔ (ت)

اقول اولا[ف۱] لایلزم لسنة الشیئ الاختصاص به الاتری ان ترك اللغو سنة مطلقا ویتأکد استنانه للصائم والمحرم والمعتکف والتسمیة کما لا تختص بالوضوء لاتختص بالاکل ولا یسوغ انکار انها سنة للاکل، وثانیا[ف۲] اذا واظب النبی صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم علی شیئ فی شیئین فهل یکون ذلك سنة فیهما او فی احدهما اولا فی شیئ منهما الثالث

اقول اس پر اوّلًا یہ کلام ہے کہ سنتِ شے ہونے کے لئے یہ لازم نہیں کہ اس شے کے ساتھ خاص بھی ہو۔ دیکھئے ترکِ لغو مطلقًا سنت ہے اور روزہ دار، صاحبِ احرام اور معتکف کے لئے اس کا مسنون ہونا اور مؤکد ہو جاتا ہے۔ اور تسمیہ جیسے وضو کے ساتھ خاص نہیں کھانے کے ساتھ بھی خاص نہیں مگر تسمیہ کے کھانے کی سنت ہونے سے انکار کی گنجائش نہیں۔ دوسرا کلام یہ ہے کہ جب نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کسی عمل پر دو چیزوں کے اندر مواظبت فرمائیں تو وہ ان دونوں میں سنت ہوگا یا ایک میں ہوگا یا کسی میں نہ ہوگا۔ تیسری

ف۱: تطفل علی الامام الزیلعی

ف۲: تطفل اٰخر علیه

---

[1] البحرالرائق کتاب الطہارۃ سنن الوضوء ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/ ۲۰

www.alahazratnetwork.org

باطل والایخلف المحدود مع صدق الحد وکذا الثانی مع علاوۃ الترجیح بلا مرجح فتعین الاول وثبت ان الاختصاص لایلزم الاستنان۔

شق باطل ہے ورنہ لازم آئے گا کہ تعریف صادق ہے اور مُعَرَّف صادق ہی نہیں۔ یہی خرابی دوسری شق میں بھی لازم آئے گی، مزید برآں ترجیح بلا مرجح بھی ۔ تو پہلی شق متعین ہوگئی اور ثابت ہوگیا کہ سنّت ہونے کے لئے خاص ہونا لازم نہیں۔

اما ما فی عمدۃ القاری اختلف العلماء فیہ فقال بعضھم انہ من سنۃ الوضوء وقال اٰخرون انہ من سنۃ الصلٰوۃ وقال اٰخرون انہ من سنۃ الدین وھو الاقوی نقل ذٰلک عن ابی حنیفۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ[1] اھ ذکرہ فی باب السواک من ابواب الوضوء زاد فی باب السواک یوم الجمعۃ ان المنقول عن ابی حنیفۃ انہ من سنن الدین فحینئذ یستوی فیہ کل الاحوال[2] اھ۔

اب رہا وہ جو عمدۃ القاری میں ہے: اس کے بارے میں علماء کا اختلاف ہے، بعض نے فرمایا سنّتِ وضو ہے بعض دیگر نے کہا سنّتِ نماز ہے۔ اور کچھ حضرات نے فرمایا سنّتِ دین ہے، اور یہی زیادہ قوی ہے، یہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے منقول ہے اھ، یہ علامہ عینی نے ابواب الوضو کے باب السواک میں ذکر کیا، اور باب السواک یوم الجمعہ میں اتنا اضافہ کیا: امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے منقول ہے کہ "مسواک دین کی سنّتوں میں سے ہے" ۔ تو اس میں تمام احوال برابر ہوں گے اھ۔

اقول یؤیدہ حدیث الدیلمی عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم السواک سنۃ فاستاکوا ای وقت شئتم[3]۔

اقول اس کی تائید دیلمی کی اس حدیث سے ہوتی ہے جو حضرت ابوھریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: مسواک سنّت ہے تو تم جس وقت چاہو مسواک کرو۔

---

[1] عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری کتاب الوضوء باب السواک تحت حدیث ۲۴۴ دارالکتب العلمیہ بیروت ۳/ ۲۷۴

[2] " " " کتاب الجمعۃ " الخ " ۸۸۷ " " " " ۶/ ۲۶۱

[3] کنز العمال بحوالہ فر حدیث ۲۶۱۷۳ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۹/ ۳۱۱

ولكن اولا[ف۱] لاكونه سنة فى الوضوء ينفى كونه من سنن الدين بل يقرره ولاكونه سنة مستقلة ينافى كونه من سنن الوضوء كما قررنا الا ترى ان الماثور عنه رضى الله تعالٰى عنه انه من سنن الدين واطبقت حملة عرش مذهبه المتين المتون انه من سنن الوضوء ونصها عين نصه رضى الله تعالٰى عنه۔

وثانيا[ف۲] هذا الامام العينى نفسه ناصا قبل هذا بنحو ورقة ان باب السواك من احكام الوضوء عند الاكثرين[۱] اھ فلم نعدل عن قول الاكثرين وعن اطباق المتون لرواية عن الامام لاتنافيه اصلا۔

وثالثا[ف۳] اعجب من هذا قوله رحمه الله تعالٰى فى شرح قول الكنز وسنته غسل يديه الى رسغيه ابتداء كالتسمية والسواك

لیکن اوّلاً نہ تو اس کا سنتِ وضو ہونا سنتِ دین ہونے کی نفی کرتا ہے — بلکہ اس کی تائید کرتا ہے — اور نہ ہی اس کا سنت مستقلہ ہونا سنتِ وضو ہونے کے منافی ہے جیسا کہ ہم نے تقریر کی۔ یہی دیکھئے کہ امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ سے منقول ہے کہ مسواک دین کی ایک سنّت ہے اور ان کے مذہب متین کے حامل جملہ متون کا اس پر اتفاق ہے کہ مسواک وضو کی ایک سنت ہے۔ اور نصِ متون خود امام رضی اللہ تعالٰی عنہ کا نص ہے۔

ثانیاً خود امام عینی نے اس سے ایک ورق پہلے صراحت فرمائی ہے کہ اکثر حضرات کے نزدیک مسواک کا باب احکام وضو سے ہے اھ تو ہم قولِ اکثر اور اتفاق متون سے امام کی ایک ایسی روایت کے سبب عدول کیوں کریں جو اس کے منافی بھی نہیں ہے۔

ثالثاً اس سے زیادہ عجیب شرح کنز میں علامہ عینی کا کلام ہے جس کی تفصیل یہ ہے کہ کنز کی عبارت یہ ہے: "سنته غسل يديه الى رسغيه ابتداء كالتسمية والسواك"۔

[illegible]

ف۱: تطفل على الامام العينى   ف۲: تطفل اٰخر عليه
ف۳: ثالث عليه

۱؎ عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری کتاب الوضوء باب السواک دار الکتب العلمیہ بیروت ۳/۲۷۲

اذ قال الامام الزیلعی قولہ والسواک یحتمل وجہین احدھما ان یکون مجرورا عطفا علی التسمیۃ والثانی ان یکون مرفوعا عطفا علی الغسل والاول اظہر لان السنۃ ان یستاک عند ابتداء الوضوء[1]اھ مانصہ بل الاظہر ھوالثانی لان المنقول عن ابی حنیفۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ علی ماذکرہ صاحب المفید ان السواک من سنن الدین فحینئذ یستوی فیہ کل الاحوال[2]اھ۔

(وضو کی سنت گٹوں تک دونوں ہاتھوں کو شروع میں دھونا ہے جیسے تسمیہ اور مسواک) ___ اس پر امام زیلعی نے فرمایا: لفظ السواک کی دو ترکیبیں ہوسکتی ہیں ایک یہ کہ لفظ التسمیۃ پر معطوف ہوکر مجرور ہو ___ دوسری یہ کہ لفظ غسل (دھونا) پر معطوف ہوکر مرفوع ہو ___ اور اول زیادہ ظاہر ہے اس لئے کہ سنت یہ ہے کہ ابتدائے وضو کے وقت مسواک کرے اھ ___ اس پر علامہ عینی فرماتے ہیں: بلکہ زیادہ ظاہر ثانی ہے اس لئے کہ جیسا کہ صاحبِ مفید نے ذکر کیا ہے امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے منقول یہ ہے کہ مسواک دین کی سُنّتوں میں سے ہے تو اس صورت میں اس کے اندر تمام احوال برابر ہیں اھ۔

اقول کونہ من سنن الدین کان یقابل عندکم کونہ من سنن الوضوء فما یغنی الرفع مع کونہ عطفا علی خبرِ سنتہ ای سنۃ الوضوء، وبوجہ اٰخر[ف] ماالمراد باستواء الاحوال نفی ان یختص بہ حال

اقول آپ کے نزدیک مسواک کا سنتِ دین ہونا، سنتِ وضو ہونے کے مقابل تھا تو لفظ السواک کے مرفوع ہونے سے کیا کام بنے گا جب کہ وہ لفظ سنتہ (یعنی سنتِ وضو) کی خبر پر عطف ہوگا (معنی یہ ہوگا کہ اور ___ وضو کی سنت ___ مسواک کرنا بھی ہے ___ تو اس ترکیب پر بھی سنتِ دین کے بجائے سنتِ وضو ہونا ہی

ف: تطفل رابع علیہ

---

[1] تبیین الحقائق کتاب الطہارۃ سنن الوضوء دارالکتب العلمیہ بیروت ۱/ ۳۵
[2] حاشیۃ الشلبی علی تبیین الحقائق کتاب الطہارۃ " " " "

www.alahazratnetwork.org

بحيث تفقد السنية في غيره ام نفي التشكيك بحسب الاحوال بحيث لايكون التصاقه ببعضها ازيد من بعض، على الاول لاوجه لاستظهار الثاني فلوكان سنة في ابتداء الوضوء اي اشد طلبا في هذا الوقت والصق به لم ينتف استنانه في غير الوضوء، وعلى الثاني لاوجه للثاني ولا للاول فضلا عن كون احدهما اظهر من الاٰخر۔

نکلتا ہے ۱۲م) **بطرزِ دیگر** تمام احوال کے برابر ہونے سے کیا مراد ہے (۱) یہ کہ کسی حال میں مسواک کی ایسی کوئی خصوصیت نہیں جس کے باعث وہ دوسرے حال میں مسنون نہ رہ جائے (۲) یا احوال کے لحاظ سے تشکیک کی نفی مقصود ہے اس طرح کہ مسواک کا بعض احوال سے تعلق بعض دیگر سے زیادہ نہ ہو —— اگر تقدیر اول مراد ہے تو لفظ السواك کے رفع کو زیادہ ظاہر کہنے کی کوئی وجہ نہیں — کیونکہ مسواک اگر ابتدائے وضو میں سنّت ہو — یعنی اس وقت میں اس کا مطالبہ اور اس سے اس کا تعلق زیادہ ہو۔ تو اس سے غیر وضو میں اس کی مسنونیت کی نفی نہیں ہوتی — بر تقدیر دوم ترکیب ثانی کی کوئی وجہ رہ جاتی ہے نہ ترکیب اوّل کی کسی ایک کا دوسری سے زیادہ ظاہر ہونا تو درکنار۔ (کیونکہ تمام احوال کے برابر ہونے کا مطلب جب یہ ٹھہرا کہ کسی بھی حال سے اس کا تعلق دوسرے سے زیادہ نہیں، تو نہ یہ کہنے کی کوئی وجہ رہی کہ ابتدائے وضو میں سنّت ہے نہ یہ ماننے کی وجہ رہی کہ وضو میں مطلقاً سنّت ہے ۱۲م)

www.alahazratnetwork.org

والعجب من البحر صاحب البحر انه جعل الاولٰی كون وقته عند المضمضة لاقبل الوضوء و تبع الزيلعي في ان الجر اظهر ليفيد ان الابتداء به سنة نبه عليه اخوه

اور صاحبِ بحر پر تعجب ہے کہ ایک طرف تو انھوں نے یہ مانا ہے کہ وقت مسواک حالتِ مضمضہ میں ہونا اولٰی ہے قبلِ وضو نہیں، اور دوسری طرف انھوں نے کنز میں لفظ السواك کا جر زیادہ ظاہر ماننے میں امام زیلعی کی پیروی بھی کرلی ہے جس کا مفاد یہ ہے مسواک وضو کے

فی النھر رحمھم اللہ تعالٰی جمیعا۔

شروع میں ہونا سنّت ہے۔ اس پر ان کے برادر نے النہر الفائق میں تنبیہ کی، رحمہم اللہ تعالٰی جمیعا۔

اما تعلیل الفتح ان لاسنیۃ دون المواظبۃ[ف۱] ولم تثبت عند الوضوء۔

اب رہی فتح القدیر کی یہ تعلیل کہ بغیر مداومت کے سنّیت ثابت نہیں ہوتی اور وقتِ وضو مداومت ثابت نہیں۔

اقول الدلیل[ف۱] اعم من الدعوی فان المقصود نفی الاستنان للوضوء والدلیل نفی کونہ من السنن الداخلۃ فیہ فلم لایختار کونہ سنۃ قبلیۃ للوضوء۔

اقول دلیل دعوٰی سے اعم ہے، اس لئے کہ مدعا یہ ہے کہ مسواک وضو کے لئے سنّت نہیں۔ اور دلیل یہ ہے کہ مسواک وضو کے اندر سنّت نہیں۔ تو کیوں نہ یہ اختیار کیا جائے کہ مسواک وضو کی سنّتِ قبلیہ ہے (یعنی وضو کے اندر تو نہیں مگر اس سے پہلے مسواک کرلینا سنّتِ وضو ہے ۱۲م)۔

بالجملہ بحکم متون واحادیث اظہر وہی مختار بدائع وزیلعی وحلیہ ہے کہ مسواک کی سنت قبلیہ ہے ہاں سنّتِ مؤکدہ اُسی وقت ہے جب کہ مُنہ میں تغیر ہو۔ اس تحقیق پر جبکہ مسواک وضو کی سنت ہے مگر وضو میں نہیں بلکہ اُس سے پہلے ہے تو جو پانی کہ مسواک میں صرف ہوگا اس حساب سے خارج ہے سنّت یہ ہے کہ[ف۲] مسواک کرنے سے پہلے دھولی جائے اور فراغ کے بعد دھوکر رکھی جائے اور کم از کم اوپر کے دانتوں اور نیچے کے دانتوں میں تین تین بار تین پانیوں سے کی جائے۔ درمختار میں ہے:

اقلہ ثلاث فی الاعالی وثلاث فی الاسافل بمیاہ ثلثۃ[۲]۔

اس کی کم سے کم مقدار یہ ہے کہ تین بار اوپر کے دانتوں میں، تین بار نیچے کے دانتوں میں تین تین پانیوں سے ہو۔

ف۱: تطفل علی الفتح

ف۲: مسئلہ مسواک دھوکر کی جائے اور رکھے دھولیں اور کم از کم تین تین بار تین پانیوں سے ہو۔

---

[۱] فتح القدیر | کتاب الطہارۃ | مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر | ۱/ ۲۲

[۲] الدرالمختار | 〃 | مطبع مجتبائی دہلی | ص ۲۱

صغیری میں ہے :

یغسلہ عند الاستیاک و عند الفراغ منہ۔[1] مسواک کو مسواک کرنے کے وقت اور اس سے فارغ ہونے کے بعد دھولے۔ (ت)

(۵) اس قدر تو درکار ہی ہے اور اس کے ساتھ اگر منہ میں کوئی تغیر رائحہ ہوا تو جتنی بار مسواک اور کلیوں سے اس کا ازالہ ہو لازم ہے اس کے لئے کوئی حد مقرر نہیں، بدبودار[ف۱] کثیف بے احتیاطی کا حقّہ پینے والوں کو اس کا خیال سخت ضروری ہے اور اُن سے زیادہ سگرٹ والے کہ اس کی بدبو مرکب تمباکو سے سخت تر اور زیادہ دیرپا ہے اور ان سب سے زائد اشد ضرورت تمباکو کھانے والوں کو ہے جن کے منہ میں اس کا جرم دبا رہتا اور منہ کو اپنی بدبو سے بسا دیتا ہے، یہ سب لوگ وہاں تک مسواک اور کلیاں کریں کہ منہ بالکل صاف ہو جائے اور بُو کا اصلاً نشان نہ رہے، اور اس کا امتحان یوں ہے کہ ہاتھ اپنے منہ کے قریب لے جا کر منہ کھول کر زور سے دو تین بار حلق سے پوری سانس ہاتھ پر لیں اور معاً سونگھے بغیر اس کے اندر کی بدبو خود کم محسوس ہوتی ہے، اور جب منہ[ف۲] میں بدبو ہو تو مسجد میں جانا حرام نماز میں داخل ہونا منع، واللہ الہادی۔

(۶) یونہی جسے ترکھانسی ہو اور بلغم کثیر و لزوج کہ بمشکل بتدریج جدا ہو اور معلوم ہے کہ مسواک کی تکرار اور کلیوں غراروں کا اکثار اس کے خروج میں معین تو اس کے لئے بھی حد نہیں باندھ سکتے۔

(۷) یہی حال زکام کا ہے جبکہ ریزش زیادہ اور لزوجت دار ہو اس کے تصفیہ اور بار بار ہاتھ دھونے میں جو پانی صرف ہو وہ بھی جدا اور نامعین المقدار ہے۔

(۸) پانوں کی کثرت[ف۳] سے عادی خصوصاً جبکہ دانتوں میں فضا ہو تجربہ سے جانتے ہیں کہ چھالیا کے باریک ریزے اور پان کے بہت چھوٹے چھوٹے ٹکڑے اس طرح منہ کے اطراف واکناف میں جاگیر ہوتے

ف۱: مسئلہ حقہ اور سگرٹ پینے اور تمباکو کھانے والوں کے لئے مسواک میں کہاں تک احتیاط واجب ہے اور اُن کے امتحان کا طریقہ۔

ف۲: مسئلہ منہ میں بدبو ہو تو جب تک صاف نہ کرلیں مسجد میں جانا یا نماز پڑھنا منع ہے۔

ف۳: مسئلہ پان کے عادی کو کلیوں میں کتنی احتیاط لازم۔

---

[1] صغیری شرح منیۃ المصلی ومن الآداب ان یستاک مطبع مجتبائی دہلی ص ۱۴

ہیں کہ تین بلکہ کبھی دس بارہ[۱۲] کُلیاں بھی اُن کے تصفیہ تام کو کافی نہیں ہوتیں، نہ خلال اُنھیں نکال سکتا ہے نہ مسواک سوا کُلیوں کے کہ پانی منافذ میں داخل ہوتا اور جُنبشیں دینے سے اُن جمے ہُوئے باریک ذرّوں کو بتدریج چھڑا چھڑا کر لاتا ہے اس کی بھی کوئی تحدید نہیں ہوسکتی اور یہ کامل تصفیہ بھی بہت مؤکد ہے متعدد[ف۱] احادیث میں ارشاد ہُوا ہے کہ جب بندہ نماز میں کھڑا ہوتا ہے فرشتہ اپنا مُنہ اس کے منہ پر رکھتا ہے یہ جو کچھ پڑھتا ہے اس کے مُنہ سے نکل کر فرشتہ کے مُنہ میں جاتا ہے اس وقت اگر کھانے کی کوئی شے اس کے دانتوں میں ہوتی ہے ملائکہ کو اس سے ایسی سخت ایذا ہوتی ہے کہ اور شئ سے نہیں ہوتی۔

البیھقی فی الشعب و تمام فی فوائدہ و الدیلمی فی مسند الفردوس والضیاء فی المختارۃ عن جابر رضی اللہ تعالٰی عنہ بسند صحیح قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اذا قام احدکم یصلی من اللیل فلیستك فان احدکم اذا قرأ فی صلٰوتہ وضع ملك فاہ علٰی فیہ ولایخرج من فیہ شیئ الادخل فم الملك، وللطبرانی فی الکبیر عن ابی ایوب الانصاری رضی اللہ تعالٰی عنہ عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قال لیس شیئ اشد علی الملکین من ان یریا بین اسنان صاحبھما شیئا وھو قائم یصلی، وفی

بیہقی شعب الایمان میں، تمام فوائد میں، دیلمی مسند الفردوس میں، اور ضیاء مختارہ میں حضرت جابر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے بسند صحیح راوی ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی نماز پڑھنے کھڑا ہو تو مسواک کرلے اس لئے کہ جب وہ اپنی نماز میں قرأت کرتا ہے تو ایک فرشتہ اپنا منہ اس کے منہ پر رکھ دیتا ہے اور جو قرأت اس کے منہ سے نکلتی ہے فرشتے کے منہ میں جاتی ہے[۱] ——— اور معجم طبرانی کبیر میں حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے فرمایا، دونوں فرشتوں پر اس سے زیادہ گراں کوئی چیز نہیں کہ وہ اپنے ساتھ والے انسان کے دانتوں کے درمیان کھانے کی کوئی چیز پائیں جب وہ کھڑا نماز پڑھ رہا ہو[۲] ——— اور اس

ف: مسئلہ نماز میں منہ کی کمال صفائی کا لحاظ لازم ہے ورنہ فرشتوں کو سخت ایذا ہوتی ہے۔

[۱] کنز العمال بحوالہ شعب الایمان وتمام والدیلمی حدیث ۲۶۲۲۱ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۹/۳۱۹
[۲] المعجم الکبیر حدیث ۴۰۶۱ المکتبۃ الفیصلیہ بیروت ۴/۱۷۷

الباب عند ابن المبارك فی الزھد عن ابی عبد الرحمٰن السلمی عن امیر المومنین علی رضی اللہ تعالٰی عنہ عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم والدیلمی عن عبد اللہ بن جعفر رضی اللہ تعالٰی عنہما عنہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وابن نصر فی الصلٰوۃ عن الزھری عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم مرسلاً والاٰجری فی اخلاق حملۃ القراٰن عن علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ موقوفا۔

بارے میں امام عبد اللہ بن مبارک کی کتاب الزہد میں بھی حدیث ہے جو ابو عبد الرحمٰن سلمی سے مروی ہے وہ امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے وہ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے راوی ہیں ـــــ اور دیلمی نے بھی عبد اللہ بن جعفر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے روایت کی ہے ـــــ اور ابن نصر نے کتاب الصلٰوۃ میں امام زہری سے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے مرسلاً، اور آجری نے اخلاق حملۃ القراٰن میں حضرت علی کرم اللہ تعالٰی وجہہٗ سے موقوفاً روایت کی ہے۔ (ت)

تنبیہ: سیدنا[ف] امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ سے حسن بن زیاد کی روایت کہ مستثنٰی پانیوں سے آب اول کے نیچے گزری جس کا حاصل یہ تھا کہ ایک رطل پانی سے استنجا اور ایک رطل منہ اور دونوں ہاتھ، اور ایک رطل دونوں پاؤں کے لئے، اور اسی کو علامہ شرف بخاری رحمۃ الباری نے مقدمۃ الصلٰوۃ میں ذکر فرمایا کہ[1]

(۱) در وضو آب یکمن ونیم ست — غسل را چار من ز تعلیم ست

(۲) در وضو کن بہ نیمن استنجا — دارم دست ورُئے نیمن را

(۳) پس بدان نیم من کہ مے ماند — پائے شوید ہر انکہ مے داند

(۱) پانی وضو میں ڈیڑھ سیر ہے غسل کے لئے چار سیر کی تعلیم ہے۔

(۲) وضو میں آدھے سیر سے استنجا کر، ہاتھ اور منہ کے لئے آدھے سیر کو رکھ۔

(۳) پھر اس آدھے سیر سے جو بچتا ہے پاؤں دھوئے وہ جو کہ جانتا ہے۔

اقول اس سے ظاہر یہ ہے واللہ تعالٰی اعلم کہ وضو میں صرف فرائض غسل کا حساب بتایا ہے کہ

ف: مسئلہ منہ دھونے سے پہلے کی تینوں سنتیں بھی اسی ایک مُد میں داخل ہیں یا نہیں۔

---

[1] نام حق فصل سوم در بیان مقدار آب وضو وغسل مکتبہ قادریہ لاہور ص ۱۴

جتنا پانی دونوں پاؤں کے لئے رکھا ہے اُسی قدر مُنہ اور دونوں ہاتھ کے لئے، اوّل تو اسی میں قدرے بُعد ہے۔ پاؤں کی ساخت اگر عالم کبیر میں شتر کی نظیر ہے جس کے سبب اُس کے تمام اطراف پر گزرنے کے لئے پانی زیادہ درکار ہے تو شک نہیں کہ ناخنِ دست سے کہنی کے اوپر تک ہاتھ کی مساحت پاؤں سے بہت زائد ہے تو غایت یہ کہ ہاتھ کے برابر پاؤں پر صرف ہو نہ کہ منہ اور دونوں ہاتھ کے مجموعہ کے برابر پاؤں پر، و لہذا حدیث میں ہاتھوں اور پاؤوں پر برابر صَرف کا ذکر آیا۔ بخاری ونسائی وابوبکر بن ابی شیبہ عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی:

انه توضأ فغسل وجهه اخذ غرفة من ماء فتمضمض بها واستنشق ثم اخذ غرفة من ماء فجعل بها ھکذا اضافها الی یده الاخرٰی فغسل بها وجهه ثم اخذ غرفة من ماء فغسل بها یده الیمنی ثم اخذ غرفة من ماء فغسل بها یده الیسرٰی ثم مسح برأسه ثم اخذ غرفة من ماء فرش علی رجله الیمنی حتی غسلها ثم اخذ غرفة اخرٰی فغسل بها رجله الیسرٰی ثم قال ھکذا رأیت رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم یتوضّأ۔[1]

انھوں نے وضو کیا تو اپنا چہرہ دھویا ایک چُلّو پانی لے کر اس سے کُلّی کی اور ناک میں ڈالا پھر ایک چُلّو لے کر اس طرح کیا۔ اسے اپنے بائیں ہاتھ میں ملا کر اس سے اپنا چہرہ دھویا۔ پھر ایک چُلّو پانی لے کر اس سے اپنا داہنا ہاتھ دھویا۔ پھر ایک چُلّو پانی لے کر اس سے اپنا بایاں ہاتھ دھویا پھر سر کا مسح کیا۔ پھر ایک چُلّو پانی لے کر اسے دائیں پاؤں پر ڈال کر اسے دھویا پھر دوسرا چلّو لے کر اس سے بایاں پاؤں دھویا پھر فرمایا: میں نے اسی طرح رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کو وضو کرتے دیکھا۔ (ت)

عہ ورواه ابوداؤد مختصرا و یأتی و ابن ماجة ایضا فاختصره جدا و فرقه امنه

عہ ابوداؤد نے اسے مختصراً روایت کیا۔ یہ روایت آگے آئے گی۔ اور اسے ابن ماجہ نے بھی روایت کیا مگر بہت مختصر کردیا اور اسے الگ الگ کردیا ۱۲ منہ (ت)

---

[1] صحیح البخاری کتاب الوضو باب غسل الوجه بالیدین من غرفة واحدة قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۲۶
سنن النسائی باب مسح الاذنین مع الرأس الخ نور محمد کتب خانہ کراچی ۱/۲۹
المصنف لابن ابی شیبه فی الوضوء کم ھو مرة حدیث ۶۴ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱/۱۷

اور اگر اس سے قطع نظر کیجئے تو دونوں ہاتھ کلائیوں تک دھونا، کلی کرنا، ناک میں ڈالنا، منہ دھونا، دونوں ہاتھ ناخنِ دست سے کہنیوں کے اوپر تک دھونا، اس تمام مجموعہ کے برابر صرف دونوں پاؤں پر صرف ہونا غایت استبعاد میں ہے تو ظاہر یہی ہے کہ ابتدائی سنتیں یعنی کلائیوں تک ہاتھ تین بار دھونا تین کُلیاں، تین بار ناک میں پانی، یہ سب بھی اس حساب یک مُد سے خارج ہو۔ عجب نہیں کہ حدیث رُبَیّع رضی اللہ تعالٰی عنہا جس میں پورا وضو مع سنن مذکور ہوا اور وضو کا برتن بھی دکھایا اور راوی نے اس کا تخمینہ ایک مُد اور تہائی تک کیا اس کا منشا یہی ہو کہ سُننِ قبلیہ کے لئے ثُلث مُد بڑھ گیا مگر احادیث مطلقہ سے متبادر وضو مع السنن ہے، واللہ تعالٰی اعلم۔

امرِ چہارم: کیا پانی کی یہ مقداریں کہ مذکور ہوئیں حدِ محدود ہیں کہ اُن سے کم و بیش ممنوع۔ ائمہ دین علمائے معتمدین مثل امام ابو زکریا نووی شرح صحیح مسلم اور امام محمود بدر عینی شرح صحیح بخاری اور امام محمد بن امیر الحاج شرح منیہ اور ملا علی قاری شرح مشکوٰۃ میں اجماعِ اُمت نقل فرماتے ہیں کہ ان مقادیر پر قصر نہیں مقصود یہ ہے کہ پانی بلا وجہ محض زیادہ خرچ نہ ہو، ادائے سنت میں تقصیر رہے پھر کسی قدر ہو کچھ بندش نہیں، حدیث و ظاہر الروایۃ میں جو مقادیر و چار مُد آئیں ان سے مراد ادنٰی قدرِ سنت ہے، حلیہ میں ہے:

www.alahazratnetwork.org

ثم اعلم انہ نقل غیر واحد اجماع المسلمین علی ان الماء الذی یجزئ فی الوضوء والغسل غیر مقدر بمقدار بعینہ بل یکفی فیہ القلیل والکثیر اذا وجد شرط الغسل وھو جریان الماء علی الاعضاء، وما فی ظاھر الروایۃ من ان ادنی مایکفی فی الغسل صاع وفی الوضوء مد للحدیث المتفق علیہ لیس بتقدیر لازم بل ھو بیان ادنی قدر الماء المسنون فی الوضوء والغسل السابغین[1]

پھر واضح ہو کہ متعدد حضرات نے اس بات پر اجماعِ مسلمین نقل کیا ہے کہ وضو و غسل میں کتنا پانی کافی ہوگا اس کی کوئی خاص مقدار مقرر نہیں بلکہ کم و بیش اس میں کفایت کرسکتا ہے جب کہ دھونے کی شرط پائی جائے وہ یہ کہ پانی اعضاء پر بہہ جائے ــــ اور وہ جو ظاہر الروایہ میں ہے کہ کم سے کم جتنا پانی غسل میں کفایت کرسکتا ہے وہ ایک صاع ہے اور وضو میں ایک مُد کیوں کہ اس بارے میں متفق علیہ حدیث آئی ہے، تو یہ کوئی لازمی مقدار نہیں بلکہ یہ کامل وضو و غسل میں پانی کی ادنٰی مقدارِ مسنون کا بیان ہے۔ (ت)

ف: مسئلہ مسلمانوں کا اجماع ہے کہ وضو و غسل میں پانی کی کوئی مقدار خاص لازم نہیں۔

[1] حلیۃ المحلی شرح منیۃ المصلی

اُسی میں ہمارے مشایخ کرام سے ہے :

من اسبغ الوضوء والغسل بدون ذٰلك اجزأه وان لم یکفه نراد علیه[1]

جو اس سے کم میں وضو وغسل کامل کرے اس کے لئے کافی ہے اور اگر اتنا کفایت نہ کرے تو اس پر اضافہ کرلے۔ (ت)

بلکہ ہمارے علماء[ف1] نے تصریح فرمائی کہ غسل میں ایک صاع سے زیادت افضل ہے۔ فتاوٰی خلاصہ میں ہے :

الافضل ان لا یقتصر علی الصاع فی الغسل بل یغتسل بانرید منه بعد ان لا یؤدی الی الوسواس فان ادی لا یستعمل الا قدر الحاجة[2]

افضل یہ ہے کہ غسل میں ایک صاع پر محدود نہ رکھے بلکہ اس سے زائد سے غسل کرے بشرطے کہ وسوسے کی حد تک نہ پہنچائے اگر ایسا ہو تو صرف بقدر حاجت استعمال کرے۔ (ت)

اس عبارت میں تصریح ہے کہ قدر حاجت سے زیادہ خرچ کرنا مستحب ہے جبکہ حد وسوسہ تک نہ پہنچے ہاں وسوسہ کا قدم درمیان ہو تو حاجت سے زیادہ صرف نہ کرے۔

اقول وباللّٰہ التوفیق[ف2]، مراتب پانچ ہیں :

(۱) ضرورت (۲) حاجت (۳) منفعت (۴) زینت (۵) فضول

www.alahazratnetwork.org

ضرورت یہ کہ اس کے بغیر گزر نہ ہو سکے جیسے مکان میں جُحریت خلہ[3] وہ سوراخ جس میں آدمی بزور سما سکے۔ کھانے میں لقیمات یقمن صلبہ[4] چھوٹے چھوٹے چند لقمے کہ سدرمق کریں ادائے

ف1: مسئلہ غسل میں ایک صاع سے زیادہ پانی خرچ کرنا افضل ہے جب تک حد اسراف بے سبب یا وسوسہ کی حالت نہ ہو۔

ف2: شئی کے پانچ مرتبے ہیں، ضرورت، حاجت، منفعت، زینت، فضول اور ان کی تحقیق اور مکان طعام ولباس وطہارت میں ان کی مثالیں۔

---

[1] حلیۃ المحلی شرح منیۃ المصلی

[2] خلاصۃ الفتاوٰی کتاب الطہارۃ فی کیفیۃ الغسل مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ۱/ ۱۴

[3] مسند الامام احمد بن حنبل حدیث ابی عسیب رضی اللہ عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۵/ ۸۱

[4] سنن ابن ماجہ کتاب الاطعمہ باب الاقتصاد فی الاکل الخ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۲۴۸

فرائض کی طاقت دیں، لباس میں خرقۃ تواری عورتہ[1] اتنا ٹکڑا کہ سترِ عورت کرے۔
حاجت یہ کہ بے اس کے ضرر ہو جیسے مکان اتنا کہ گرمی جاڑے برسات کی تکلیفوں سے بچا سکے۔ کھانا اتنا جس سے ادائے واجبات وسُنن کی قوت ملے۔ کپڑا اتنا کہ جاڑا روکے اتنا بدن ڈھکے جس کا کھولنا نماز و مجمع ناس میں خلاف ادب وتہذیب ہے مثلاً خالی پاجامے سے نماز مکروہ تحریمی ہے۔ف

ابوداؤد والحاکم عن بریدۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ ان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نہی ان یصلی الرجل فی سراویل ولیس علیہ رداء[2]
(ابوداؤد اور حاکم نے حضرت بریدہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی کہ) رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے منع فرمایا کہ آدمی بے چادر اوڑھے صرف پاجامے میں نماز پڑھے۔

مسند احمد وصحیحین میں ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

لا یصلین احدکم فی الثوب الواحد لیس علی عاتقیہ منہ شیئ[3]
ہرگز کوئی ایک کپڑے میں نماز نہ پڑھے کہ دونوں شانے کھلے ہوں۔

ولفظ البخاری عاتقہ بالافراد (اور بخاری نے مفرد لفظ عاتقہ ذکر کیا ہے۔ ت)

فتاوٰی خلاصہ میں ہے:

لوصلی مع السراویل والقمیص
اگر کُرتا ہوتے ہوئے صرف پاجامے میں نماز

ف: مسئلہ خالی پاجامہ سے نماز مکروہ تحریمی ہے۔

---

[1] سنن الترمذی کتاب الزہد حدیث ۲۳۴۸ دارالفکر بیروت ۵/ ۱۵۳
مسند احمد بن حنبل المکتب الاسلامی بیروت ۱/ ۶۲ و ۵/ ۸۱
[2] سنن ابی داود کتاب الصلوٰۃ باب من قال تیزر بہ اذا کان ضیقا آفتاب عالم پریس لاہور ۱/ ۹۲
المستدرک للحاکم " ونہی ان یصلی الرجل وسراویل الخ دارالفکر بیروت ۱/ ۲۵۰
[3] صحیح البخاری کتاب الصلوٰۃ باب اذا صلے فی الثوب الواحد الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۵۲
صحیح مسلم " باب الصلوٰۃ فی ثوب واحد وصفۃ لبسہ " " ۱/ ۱۹۸
مسند احمد بن حنبل عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۲/ ۲۴۳

17 عندہ یکرہ۔[1]
پڑھی تو مکروہ ہے۔ (ت)

یونہی[ف] تنہا پاجامہ پہنے راہ میں نکلنے والا ساقط العدالۃ، مردود الشہادۃ، خفیف الحرکات ہے۔ یہ مسئلہ خوب یاد رکھنے کا ہے کہ آج کل اکثر لوگوں میں اس کی بے پرواہی پھیلی ہے خصوصًا وہ جن کے مکان سرِ راہ ہیں۔ فتاوٰی عالمگیریہ میں ہے:

لاتقبل شہادۃ من یمشی فی الطریق بسراویل وحدہ لیس علیہ غیرہ کذا فی النہایۃ۔[2]

اس کی شہادت مقبول نہیں جو راستے میں اس طرح چلتا ہو کہ اس کے جسم پر صرف پاجامہ ہو اور کچھ نہ ہو۔ ایسا ہی نہایہ میں ہے۔ (ت)

منفعت یہ کہ بغیر اُس کے ضرر تو موجود نہیں مگر اُس کا ہونا اصل مقصود میں نافع و مفید ہے جیسے مکان میں بلندی و وسعت، کھانے میں سرکہ چٹنی سیری، لباس نماز میں عمامہ۔

زینت یہ کہ مقصود سے محض بالائی زائد بات ہے جس سے ایک معمولی افزائش حسن و خوشنمائی کے سوا اور تقع و تائید غرض نہیں جیسے مکان کے دروں میں محرابیں، کھانے میں رنگتیں کہ قورمہ خوب سُرخ ہو فرنی نہایت سفید بُراق ہو، کپڑے میں بخیہ باریک ہو قطع میں کج نہ ہو۔

فضول یہ کہ بے منفعت چیز میں حد سے زیادہ ترسّع و تدقّق جیسے مکان میں سونے چاندی کے کلس، دیواروں پر قیمتی غلاف، کھانا کھائے پر سوئے شیرینیاں، پائچے گٹوں سے نیچے، اوّل مرتبہ فرض میں ہے، دوم واجب و سُنن مؤکدہ، سوم و چہارم سُننِ غیر مؤکدہ سے مستحبات و آدابِ زائدہ تک، پنجم باختلاف مراتب مباح و مکروہِ تنزیہی و تحریمی سے حرام تک۔

قال المحقق علی الاطلاق فی الفتح ثم السید الحموی فی الغمز قاعدۃ الضرر یزال ھٰھنا خمسۃ مراتب ضرورۃ وحاجۃ ومنفعۃ وزینۃ وفضول فالضرورۃ

محقق علی الاطلاق نے فتح القدیر میں، پھر سید حموی نے غمز العیون میں فرمایا: قاعدہ۔ ضرر دور کیا جائیگا۔ یہاں پانچ مراتب ہیں۔ ضرورت، حاجت، منفعت، زینت، فضول۔ ضرورت اس

ف: مسئلہ تنہا پاجامہ پہنے راہ میں نکلنے والا ساقط العدالۃ مردود الشہادۃ ہے۔

---

[1] خلاصۃ الفتاوٰی کتاب الطہارۃ الجنس فیما یکرہ فی الصلوٰۃ مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ۱/ ۵۸
[2] الفتاوی الہندیۃ کتاب الشہادات الفصل الثانی نورانی کتب خانہ پشاور ۳/ ۴۶۹

بلوغه حدا ان لم يتناول الممنوع هلك او قارب وهذا يبيح تناول الحرام والحاجة كالجائع الذى لو لم يجد ما ياكله لم يهلك غيرانه يكون فى جهد ومشقة وهذا لايبيح الحرام ويبيح الفطر فى الصوم والمنفعة كالذى يشتهى خبز البر ولحم الغنم والطعام الدسم والزينة كالمشتهى الحلوى والسكر والفضول التوسع باكل الحرام والشبهة[1] اھ۔

حد کو پہنچ جائے کہ اگر ممنوع چیز نہ کھائے تو ہلاک ہوجائے یا ہلاکت کے قریب پہنچ جائے — اس سے حرام کا کھانا، جائز ہوجاتا ہے — اور حاجت جیسے اتنا بھوکا ہو کہ اگر کھانے کی چیز نہ پائے تو ہلاک تو نہ ہو مگر تکلیف اور مشقت میں پڑ جائے۔ اس سے حرام کا کھانا، جائز نہیں ہوتا اور روزے میں افطار مباح ہوجاتا ہے — منفعت جیسے وہ شخص جو گیہوں کی روٹی، بکری کے گوشت اور چکنائی والے کھانے کی خواہش رکھتا ہو — زینت جیسے حلوے اور شکر کی خواہش رکھنے والا — اور فضول یہ کہ حرام اور مشتبہ چیز کھانے کی وسعت اختیار کرنا۔ (ت)

اقول تکلم رحمہ اللہ تعالٰی فى مادة واحدة بخصوصها وقنع عن التعريفات بالامثلة احالة على فهم السامع وفى[ف] جعل الحلوى والسكر من الزينة تأمل فان فى الحلوى منافع ليست فى غيرها وقد كان صلى الله تعالٰى عليه وسلم يحب الحلواء والعسل

اقول حضرت محقق رحمہ اللہ تعالٰی نے صرف ایک بات (کھانے) پر کلام کیا اور تعریفات پیش کرنے کے بجائے فہم سامع کے حوالے کرتے ہوئے مثالوں پر اکتفا کی — اور حلوے و شکر کو زینت شمار کرنا محلِ تامل ہے اس لئے کہ حلوے میں کچھ ایسے فوائد ہیں جو دوسری چیز میں نہیں اور رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم حلوا اور شہد پسند فرماتے تھے جیسا کہ

ف: تطفل على الفتح والحموى۔

---

[1] غمز عیون البصائر مع الاشباہ والنظائر الفن الاول القاعدۃ الخامسہ ادارۃ القرآن کراچی ۱/ ۱۱۹

www.alahazratnetwork.org

كما اخرجه الستة[1] عن ام المؤمنين رضي الله تعالٰى عنها و ما كان يحب ما لامنفعة فيه و قد نهاه ربه تبارك وتعالٰى عن زهرة الحيٰوة الدنيا فلو لم تكن الا زينة لما احبها و لعل ما ذكر العبد الضعيف امكن و امتن۔

اصحابِ ستّہ نے ام المومنین رضی اللہ تعالٰی عنہا سے روایت کی ہے۔۔۔ اور سرکار کی یہ شان نہ تھی کہ ایسی چیز محبوب رکھیں جس میں کوئی فائدہ نہ ہو۔ حالاں کہ انھیں رب تعالٰی نے دنیاوی زندگی کی آرائش سے منع فرمایا ہے تو یہ اگر محض زینت ہوتا تو سرکار اسے پسند نہ فرماتے۔ اور شاید بندۂ ضعیف نے جو ذکر کیا وہ زیادہ پختہ اور مضبوط ہے۔ (ت)

انھیں مراتب کو طہارت میں لحاظ کیجئے تو جس عضو کا جتنا دھونا فرض ہے اس کے ذرے ذرے پر ایک بار پانی تقاطر کے ساتھ اگرچہ خفیف بہہ جانا مرتبۂ ضرورت میں ہے کہ بے اس کے طہارت ناممکن، اور تثلیث مرتبۂ حاجت میں ہے یُونہی وضو میں منہ دھونے سے پہلے کی سنن ثلاث کہ یہ چاروں مؤکدات ہیں اور ان کے ترک میں ضرر من زاد اونقص فقد تعدی و ظلم (جس نے اس سے زیادہ یا کم کیا تو اس نے حد سے تجاوز کیا اور ظلم کیا۔ ت) اور ہر بار پانی بفراغت بہنا جس سے کمال تثلیث میں کوئی شُبہہ نہ گزرے اور ہر ذرۂ عضو پر غور و تامل کی حاجت نہ پڑے یہ منفعت ہے، اور غرہ[ف] و تحجیل کی اطالت زینت، اور کسی عضو کو قصداً چار بار دھونا فضول۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ان امتی یدعون یوم القیٰمة غرا محجلین من اٰثار الوضوء

یعنی میری امت کے چہرے اور چاروں ہاتھ پاؤں روزِ قیامت وضو کے نور سے روشن و منور

ف: مسئلہ وضو میں غرہ و تحجیل کا بڑھانا مستحب ہے اور اس کے معنی کا بیان۔

---

[1] صحیح البخاری کتاب الاشربۃ باب شرب الحلوٰۃ والعسل قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۸۴۰
سنن ابی داؤد " باب فی شرب العسل آفتاب عالم پریس لاہور ۲/۱۶۹
سنن الترمذی کتاب الاطعمہ باب ماجاء فی حب النبی صلی اللہ علیہ وسلم الحلوٰ والعسل حدیث ۱۸۳۸ دار الفکر بیروت ۳/۳۲۷
سنن ابن ماجۃ " باب الحلواء ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۲۴۶

فمن استطاع منکم ان یطیل غرتہ فلیفعل رواہ الشیخان[1] عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ وفی لفظ لمسلم عنہ انتم الغر المحجلون یوم القیٰمۃ من اسباغ الوضوء فمن استطاع منکم فلیطل غرتہ وتحجیلہ[2]

ہوں گے تو تم میں جس سے ہوسکے اسے چاہیے کہ اپنے اس نور کو زیادہ کرے (اسے شیخین نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا اور مسلم کی ایک روایت کے الفاظ یہ ہیں، تم لوگ وضو کامل کرنے کی وجہ سے روزِ قیامت روشن چہرے، چمکتے دست و پا والے ہوگے تو تم میں جس سے ہوسکے اپنے چہرے اور ہاتھوں کی روشنی زیادہ کرے۔ت)

یعنی میری امت کے چہرے اور چاروں ہاتھ پاؤں روزِ قیامت وضو کے نور سے روشن ہوں گے تو تم میں جس سے ہوسکے اسے چاہیے کہ اپنے اس نور کو زیادہ کرے یعنی چہرہ کے اطراف میں جو حدیں شرعًا مقرر ہیں اس سے کچھ زیادہ دھوئے اور ہاتھ نصف بازو اور پاؤں نیم ساق تک۔ درمختار میں ہے:

من الاداب اطالۃ غرتہ وتحجیلہ[3]۔

آدابِ وضو میں سے یہ ہے کہ اپنے چہرے اور دست و پا کے نشاناتِ نور زیادہ کرے۔(ت)

ردالمحتار میں ہے

www.alahazratnetwork.org

فی البحر اطالۃ الغرۃ بالزیادۃ علی الحد المحدود وفی الحلیۃ والتحجیل فی الیدین والرجلین وھل لہ حد لم اقف فیہ علی شیئ لاصحابنا ونقل النووی اختلاف الشافعیۃ علی ثلثۃ اقوال، الاول الزیادۃ بلاتوقیت الثانی الی نصف العضد والساق، الثالث

بحر میں ہے، چہرے کی روشنی زیادہ کرنا اس طرح کہ مقررہ حد سے زیادہ دھوئے ــــ اور حلیہ میں ہے کہ تحجیل کا تعلق دونوں ہاتھ پاؤں سے ہے (ہاتھ پاؤں کو مقدار سے زیادہ دھوئے) کیا زیادتی کی کوئی حد بھی ہے اس بارے میں اپنے اصحاب کی کسی بات سے واقفیت مجھے نہ ہوئی۔ امام نووی نے اس بارے میں شافعیہ کے تین اقوال لکھے ہیں اول یہ کہ بغیر کسی تحدید کے زیادتی ہو۔

---

[1] صحیح البخاری کتاب الوضوء فضل الوضوء والغر المحجلون من آثار الوضوء قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۲۵
صحیح مسلم کتاب الطہارۃ باب استحباب اطالۃ الغرۃ والتحجیل فی الوضوء " " ۱/ ۱۲۶

[2] " " " " " " " " " " " " " "

[3] الدر المختار کتاب الطہارۃ مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۲۴

الی المنکب والرکبتین قال والاحادیث تقتضی ذٰلك کلہ اھ ونقل ط الثانی عن شرح شرعۃ مقتصرا علیہ[1] اھ۔

دوم یہ کہ آدھے بازو اور نصف ساق تک زیادتی ہو۔ سوم یہ کہ کاندھے اور گھٹنوں تک زیادتی ہو۔ فرمایا کہ احادیث کا مقتضا یہ سب ہے اھ ـــــ اور علامہ طحطاوی نے قولِ دوم کو شرح شرعہ سے نقل کیا اور اسی پر اکتفا کی اھ۔ (ت)

درمختار مکروہاتِ وضو میں ہے:

والاسراف ومنہ الزیادۃ علی الثلاث[2]

اور اسراف، اسی سے یہ بھی ہے کہ تین بار سے زیادہ دھوئے۔ (ت)

اُسی میں ہے:

لو زاد (ای علی التثلیث) لطمانینۃ القلب لاباس بہ[3]

اگر اطمینانِ قلب کے لئے تین بار سے زیادہ دھویا تو اس میں حرج نہیں۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

لانہ امر بترك ما یریبہ الی مالا یریبہ وینبغی ان یقید ھذا بغیر الموسوس اما ھو فیلزمہ قطع مادۃ الوسواس عنہ وعدم التفاتہ الی التشکیك لانہ فعل الشیطان وقد امرنا بمعاداتہ ومخالفتہ رحمتی[4]

اس لئے کہ اسے حکم ہے کہ شک کی حالت چھوڑ کر عدم شک کی حالت اختیار کرے، اور یہ حکم غیر وسوسہ زدہ کے ساتھ مقید ہونا چاہئے۔ وسوسے والے پر تو یہ لازم ہے کہ وسوسے کا مادّہ قطع کرے اور تشکیک کی جانب التفات نہ کرے کیوں کہ یہ شیطان کا فعل ہے اور ہمیں حکم یہ ہے کہ اس سے دشمنی رکھیں اور اس کی مخالفت کریں۔ رحمتی۔ (ت)

اور شک نہیں کہ صرف ایک صاع سے غسل میں سر سے پاؤں تک بفراغِ خاطر تثلیث کا حصول دشوار،

www.alahazratnetwork.org

[1] ردالمحتار	کتاب الطہارۃ	داراحیاء التراث العربی بیروت	۸۸/۱
[2] الدرالمختار	"	مطبع مجتبائی دہلی	۲۳/۱
[3] "	"	"	۲۲/۱
[4] ردالمحتار	"	داراحیاء التراث العربی بیروت	۹۱/۱

لہذا ہمارے علمائے اطمینانِ قلب کے لئے صاع سے زیادت کو افضل فرمایا،

لقولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم دع ما یریبك الٰی مالا یریبك فان الصدق طمانینۃ وان الکذب ریبۃ رواہ الائمۃ احمد[1] والترمذی وابن حبان بسند جید عن الحسن المجتبٰی ریحانۃ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ، ثم علیہ وسلم وھو عند ابن قانع عنہ بلفظ فان الصدق ینجی[2]۔

کیونکہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا ارشاد ہے: "تجھے جو چیز شک میں ڈالے اسے چھوڑ کر وہ اختیار کر جس میں تجھے شک نہ ہو۔ اس لئے کہ صدق طمانینت ہے اور کذب شک وقلق۔ اسے امام احمد، ترمذی، اور ابن حبان نے بسندِ جیّد ریحانۂ رسول حضرت حسن مجتبٰی صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے روایت کیا ــ اور ابن قانع نے ان سے جو روایت کی اس میں یہ الفاظ ہیں: اس لئے کہ صدق نجات بخش ہے۔ (ت)

اور یہ ضرور فوق الحاجۃ ہے کہ منفعت ہے یوں ہی میل کا چھڑانا داخلِ زینت، اور اس میں جو زیادت ہو وُہ بھی فوق الحاجۃ۔ یہ معنے ہیں قولِ خلاصہ کے کہ غیر موسوس کو حاجت سے زیادہ صرف کرنا افضل ہے۔

www.alahazratnetwork.org

اقول وبما وفقنی المولٰی تبارك وتعالٰی من ھٰذا التقریر المنیر ظھر الجواب عما اوردہ الامام ابن امیر الحاج اذقال بعد نقل ماقدمنا عن الخلاصۃ لایعری اطلاق الافضلیۃ المذکورۃ من نظر

اقول اس تقریرِ منیر سے ــ جس سے مولٰی تبارک وتعالٰی نے مجھ کو واقف کرایا۔ اس اعتراض کا جواب واضح ہوگیا جو امام ابن امیر الحاج نے خلاصہ کی سابقہ عبارت نقل کرنے کے بعد پیش کیا کہ: مذکورہ افضلیت کو مطلق رکھنا محلِ نظر ہے جیساکہ تأمل کرنے والے

---

[1] سنن الترمذی کتاب صفۃ القیامۃ حدیث ۲۵۲۶ دار الفکر بیروت ۴/ ۲۳۲
مسند احمد بن حنبل عن حسن رضی اللہ عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۱/ ۲۰۰
موارد الظمآن الٰی زوائد ابن حبان حدیث ۵۱۲ المطبعۃ السلفیہ ص ۱۳۷
نوٹ، موارد الظمآن کے الفاظ میں ہے، فان الخیر طمانیۃ والشر ریبۃ۔

[2] کشف الخفاء بحوالہ ابن قانع عن الحسن حدیث ۱۳۰۵ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱/ ۳۶۰

کما لا یخفی علی المتأمل[1] اھ، وللہ الحمد۔

تنبیہ: ماذکرت ان تثلیث الغسل بالطمانینۃ عسیر بالصاع شیئ تشھد لہ التجربۃ والیہ انا وانت وقد استبعدہ ریحانۃ من ریاحین المصطفی صلی اللہ تعالٰی علیہ وعلیھم وسلم اعنی السید الامام الاجل محمد الباقر رضی اللہ تعالٰی عنہ اخرج البخاری (وعزاہ ف فی الحلیۃ لھما ولم ارہ لمسلم ولاعزاہ الیہ فی العمدۃ ولاالارشاد) عن ابی اسحٰق حدثنا ابوجعفر انہ کان عند جابر بن عبداللہ ھو وابوہ رضی اللہ تعالٰی عنھم وعندہ قوم فسألوہ عن الغسل فقال یکفیک صاع، فقال رجل مایکفینی فقال جابر کان یکفی من ھواوفی منک شعرا وخیرا منک ثم امّنا فی ثوب[2]، قال فی العمدۃ فی مسند اسحٰق بن راھویہ

پر مخفی نہیں اھ ــــ وللہ الحمد۔

تنبیہ: یہ جو میں نے ذکر کیا کہ ایک صاع سے غسل میں اعضا کو تین تین بار دھولینا مشکل ہے ایسی بات ہے جس پر تجربہ شاہد ہے اور ما وشما کیا ہیں اسے گلشنِ مصطفٰی صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے ایک گلِ تر امام اجل سیدنا محمد باقر رضی اللہ تعالٰی عنہ نے بعید سمجھا ــــ امام بخاری نے (حلیہ میں اس پر بخاری و مسلم دونوں کا حوالہ دیا ہے، اور میں نے یہ حدیث مسلم میں نہ دیکھی۔ اور عمدۃ القاری وارشاد الساری میں بھی مسلم کا حوالہ نہ دیا) ابواسحاق سے روایت کی انھوں نے فرمایا ہم سے ابوجعفر (امام محمد باقر) نے حدیث بیان فرمائی کہ وہ اور اُن کے والد حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالٰی عنہم کے پاس تھے۔ اور کچھ دوسرے لوگ بھی وہاں موجود تھے۔ ان حضرات نے حضرت جابر سے غسل کے بارے میں پُوچھا انھوں نے فرمایا: ایک صاع تمھیں کافی ہے۔ ایک شخص نے کہا: مجھے کافی نہیں ہوتا۔ اس پر حضرت جابر نے فرمایا: کافی تو انھیں ہوجاتا تھا جو تم سے زیادہ بال اور خیر و خوبی والے تھے۔ پھر انھوں نے ایک ہی کپڑا اوڑھ کر ہماری امامت

ف: تطفل أخر علیھا۔

---

[1] حلیۃ المحلی شرح منیۃ المصلی

[2] صحیح البخاری کتاب الغسل باب الغسل بالصاع ونحوہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۳۹

www.alahazratnetwork.org

ان متولی السؤال ھو ابوجعفر[1] وقولہ قال رجل المراد بہ الحسن بن محمد بن علی بن ابی طالب الذی یعرف ابوہ بابن الحنفیۃ[2] اھ وتبعہ القسطلانی۔

بھی فرمائی ہے ــ عمدۃ القاری میں ہے کہ مسند اسحٰق بن راہویہ میں ہے کہ سوال کرنے والے ابوجعفر (امام محمد باقر) تھے ــ اور انکی عبارت "ایک شخص نے کہا" میں قائل سے مراد حسن بن محمد بن علی بن ابی طالب ہیں جن کے والد ابن الحنفیہ کے ساتھ معروف تھے اھ ــ اس پر قسطلانی نے بھی علینی کی پیروی کی ہے۔

اقول حدیث الحسن بن محمد (ف) علی ما فی الصحیحین ھکذا عن ابی جعفر قال لی جابر اتانی ابن عمك یعرض بالحسن بن محمد بن الحنفیۃ قال کیف الغسل من الجنابۃ فقلت کان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یاخذ ثلث اکف فیفیضھا علی رأسہ ثم یفیض علی سائر جسدہ فقال لی الحسن انی رجل کثیر الشعر فقلت کان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اکثر منك شعرا ھذا لفظ خ[3] ونحوہ عند م وفیہ قال جابر فقلت لہ یا ابن اخی کان شعر رسول اللہ

اقول حضرت حسن بن محمد کی حدیث صحیحین میں اس طرح ہے، ابوجعفر سے مروی ہے کہ مجھ سے حضرت جابر نے فرمایا: میرے پاس تمہارا عم زاد ــ حسن بن محمد بن الحنفیہ کی جانب اشارہ ہے ــ آیا ــ کہا: غسلِ جنابت کس طرح ہوتا ہے؟ میں نے کہا: نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم تین کف پانی لے کر اپنے سر پر بہاتے پھر باقی جسم پر بہاتے۔ اس پر حسن نے مجھ سے کہا: میرے بال بہت ہیں۔ میں نے کہا: نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے بال تم سے زیادہ تھے ــ یہ بخاری کے الفاظ ہیں۔ اور اسی کے ہم معنی مسلم کی روایت میں بھی ہے، اور اس میں یوں ہے کہ جابر نے فرمایا: میں نے اس سے کہا جانِ برادر! رسول اللہ

www.alahazratnetwork.org

ف: تطفل علی الامام العینی والقسطلانی۔

---

[1] و [2] عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری باب الغسل تحت الحدیث ۲۵۲ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۳/ ۲۹۵

[3] صحیح البخاری کتاب الغسل باب من افاض علی رأسہ ثلثا قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۳۹

صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اکثر من شعرک واطیب[1] وھو نص فی ان محمدا لم یشھد مخاطبۃ جابر والحسن وانما حکاھا لہ جابر بخلاف حدیث الباب وفی الکلام ایضا نوع تفاوت بل الرجل القائل ھو الامام ابوجعفر نفسہ اومن قال منھم مع تسلیم الباقین اخرج النسائی عن ابی اسحٰق عن ابی جعفر قال تمارینا فی الغسل عند جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالٰی عنھما فقال جابر یکفی من الغسل من الجنابۃ صاع من ماء قلنا مایکفی صاع ولا صاعان قال جابر قد کان یکفی من کان خیرا منکم و اکثر شعرا[2] صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔

قال فی الحلیۃ یشعر ایضا بان ھذا التقدیر لیس بلازم فی کل حالۃ لکل واحد ومن ثمہ قال الشیخ عزالدین بن عبدالسلام ھذا فی حق من

صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے بال تمھارے بالوں سے زیادہ اور پاکیزہ تر تھے ـــ یہ روایت اس بارے میں نص ہے کہ امام محمد باقر حضرت جابر وحسن کی گفتگو کے وقت موجود نہ تھے اور ان سے حضرت جابر نے قصہ بتایا بخلاف زیربحث حدیث کے (جس میں خود ان کی موجودگی مذکور ہے) اور کلام میں کچھ تفاوت ہے۔ بلکہ اس حدیث میں ناکافی ہونے کی بات کہنے والے خود امام ابوجعفر ہیں یا ان حضرات میں سے کوئی اور شخص جنھوں نے کہا اور باقی نے تسلیم کیا۔ (کیوں کہ نسائی کی روایت میں یہ تفصیل ہے) امام نسائی نے ابواسحٰق سے روایت کی وہ ابوجعفر سے راوی ہیں انھوں نے کہا: ہم نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالٰی عنھما کے پاس غسل کے بارے میں اختلاف کیا۔ حضرت جابر نے کہا: غسل جنابت میں ایک صاع پانی کافی ہے۔ ہم نے کہا: ایک صاع دو صاع ناکافی ہے۔ حضرت جابر نے فرمایا: کافی تو انھیں ہوجاتا تھا جو تم لوگوں سے بہتر اور تم سے زیادہ بال والے تھے صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔

حلیہ میں لکھتے ہیں: اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ تحدید ہر حال میں، ہر شخص کے لئے لازم نہیں۔ اسی لئے شیخ عزالدین بن عبدالسلام نے فرمایا یہ اس کے حق میں ہے جس کا جسم نبی کریم

www.alahazratnetwork.org

[1] صحیح مسلم کتاب الحیض باب استحباب افاضۃ الماء علی الراس وغیرہ الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۱۴۹

[2] سنن النسائی کتاب الطہارۃ باب ذکر القدر الذی یکتفی بہ الرجل من الماء للغسل نور محمد کارخانہ کراچی ۱/۴۶

یشبه جسده جسد النبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم انتہی یعنی فی الحجم ولعل انکار جابر وردہ علی القائل لظہور ان جسد القائل کان نحو جسد رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم مع فہم جابر عنہ الشک فی کون ذٰلک کافیا لہ اما لوسوسۃ اوغیرھا فاتی بردعنیف لیکون اقلع لذٰلک السبب من النفس واجمع فی التأسی بہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فی ذٰلک۔

صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے جسم کی طرح ہو۔ انتہی۔ یعنی حجم میں۔ اور شاید حضرت جابر کا انکار اور قائل کی تردید اسی لئے تھی کہ ظاہر یہ تھا کہ قائل کا جسم رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کے جسم کی طرح تھا، ساتھ ہی حضرت جابر نے قائل سے متعلق یہ سمجھا کہ اسے ایک صاع کے کافی ہونے میں شک ہے جس کی وجہ وسوسہ ہے یا اور کچھ۔ تو اس کی ایسی سخت تردید فرمائی جو نفس سے اس شک کا سبب نکال باہر کردے اور اس بارے میں رسول اکرم صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کی اقتدا پر طمانینت قلب پیدا کردے۔

ھذا التوجیہ الذی وفقنا لہ اولٰی من قول غیر واحد من المشائخ ان ما فی ظاہر الروایۃ (ای ما تقدم ان الصاع والمد ادنی ما یکفی) بیان لمقدار الکفایۃ ثم یردفونہ بقولہم حتی ان من اسبغ الوضوء والغسل بدون ذٰلک اجزأہ وان لم یکفہ زاد علیہ وکذا الکلام فیما روی الحسن عن ابی حنیفۃ (ای ما تقدم من رطل ورطلین وثلثۃ فی الاحوال) فی الوضوء[1] اھ کلامہ الشریف مزید اما بین الاھلۃ۔

یہ توجیہ جس کی ہمیں توفیق ملی متعدد مشائخ کے اس قول سے بہتر ہے کہ ظاہر الروایۃ کا کلام (یعنی وہ جو پہلے گزرا کہ صاع اور مُد، ادنٰی مقدار کفایت ہے) مقدار کفایت کا بیان ہے پھر اس کے بعد وہی مشائخ یہ بھی فرماتے ہیں کہ جو وضو اور غسل اس سے کم مقدار میں کامل کرلے اس کے لئے وہی کافی ہے اور اگر یہ اس کے لئے کافی نہ ہو تو اضافہ کرلے۔ اسی طرح اس میں بھی کلام ہے جو حسن بن زیاد نے وضو کے بارے میں امام ابوحنیفہ سے روایت کی (یعنی وہ جو گزرا کہ مختلف احوال میں ایک رطل، دو رطل اور تین رطل کافی ہے) محقق حلبی کا کلام ہلالین کے درمیان ہمارے اضافوں کے ساتھ ختم ہوا۔

[1] حلیۃ المحلی شرح منیۃ المصلی

www.alahazratnetwork.org

اقول اوّلاً نظر[1] رحمہ اللہ تعالٰی الی لفظ البخاری قال رجل، ولوکان متذکرا مافی النسائی من قول الامام الباقر رضی اللہ تعالٰی عنہ قلنا لم یرض[1] بذکر الوسوسۃ فحاشا محمد الباقر عنہا۔

اقول، اوّلاً صاحبِ حلیہ رحمہ اللہ تعالٰی نے بخاری کے الفاظ "ایک شخص نے کہا" پر نظر رکھی اگر انھیں وہ یاد ہوتا جو نسائی میں امام باقر رضی اللہ تعالٰی عنہ کا قول مذکور ہے کہ "ہم نے کہا" تو وسوسہ کا تذکرہ پسند نہ کرتے۔ کیوں کہ امام محمد باقر وسوسہ سے دُور ہیں۔

وثانیاً لوکانت[2] علی ذکرمنہ لم ینکر قولہ لظہور ان جسد القائل الخ فان ذلک ان فرض مستقیما ففی جسد بعضھم کالامام الباقر لاکلھم والقائلون القوم لقولہ قلنا، وقول جابر من کان خیرا منکم وان تولی التکلم احد ھم۔

ثانیاً وہ روایت یاد رہتی تو یہ بات نہ کہتے کہ "ظاہر یہ تھا کہ قائل کا جسم الخ"۔ کیوں کہ اسے اگر درست بھی مان لیا جائے تو ان میں سے بعض جیسے امام باقر کے جسم سے متعلق یہ بات ہوسکتی ہے سب سے متعلق نہیں جب کہ قائل سبھی حضرات تھے کیونکہ امام باقر کے الفاظ یہ ہیں کہ "ہم نے کہا" اور حضرت جابر کے الفاظ یہ ہیں کہ "تم لوگوں سے بہتر تھے"۔ اگرچہ بولنے والے ان حضرات میں سے ایک ہی فرد رہے ہوں۔

وثالثاً لایقتصر[3] الامر علی المقاربۃ فی الحجم وحدہ بل یختلف[4]

ثالثاً معاملہ صرف جسم میں قریب ہونے پر محدود نہیں، بلکہ فرق یوں بھی ہوتا ہے

ف[1]: تطفل علی الحلیۃ ف[2]: تطفل اٰخر علیہا ف[3]: تطفل ثالث علیہا

ف[4]: **مسئلہ** سب کے لئے غسل و وضو میں پانی کی ایک مقدار جس طرح عوام میں مشہور ہے محض باطل ہے۔ ایک شخص دیوقامت ہے ایک نہایت نحیف دُبلا پتلا، ایک بہت دراز قد ہے دوسرا کمال ٹھنگنا، ایک بدن نرم و نازک وتر ہے دوسرا خشک کھُرا، ایک کے تمام اعضاء پر بال ہیں دوسرے کا بدن صاف، ایک کی داڑھی بڑی اور گھنی، دوسرا بے ریش یا چند بال، ایک کے سر پر بڑے بڑے بال انبوہ دوسرے کا سر مُنڈا ہوا۔ ان سب کے لئے ایک مقدار کیونکر ممکن بلکہ شخص واحد کے لئے فصلوں اور شہروں اور عمر و مزاج کے تبدل سے مقدار بدل جاتی ہے، برسات میں بدن میں تری ہوتی ہے پانی جلد دوڑتا ہے، جاڑے میں خشکی ہوتی ہے وعلٰی ہذا القیاس۔

---

[1] سنن النسائی کتاب الطہارۃ باب ذکر القدر الذی یکتفی بہ الرجل الخ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ۱/۴۶

www.alahazratnetwork.org

باختلاف بدنين نعومة وخشونة و
رطوبة ويبوسة وكون الشخص اجرد
اواشعر وكث اللحية اوخفيفها و تام
الوفرة او محلوقها الى غير ذلك
من الاسباب بل يختلف لشخص واحد باختلاف
الفصول والبلدان والعمر و
المزاج وغير ذلك۔

ورابعاً به ظهر (ف۱) ان لو فرض
لهم مداناة فى الحجم كان من
المحال العادى المداناة فى جميع
اسباب الاختلاف بل هو محال قطعا فمن
اعظمها النعومة ومن بدنه كبدن
هذا القمر الزاهر صلى الله تعالٰى عليه
وسلم۔

وخامسا لقى (ف۲) الامام ابا قر
سيدنا جابرا رضى الله تعالٰى عنهما انما
كان بعد ما صار بصيرا فكيف يعرف
حجم ابدانهم۔

وسادسا كلام (ف۳) جابر نفسه يدل
انما بناه على كثرة شعر الراس
وقلته۔

کہ ایک بدن نرم ہو دوسرا سخت، ایک رطب ہو
دوسرا یابس، اور یوں بھی کہ ایک شخص کم بال والا
ہو دوسرا زیادہ بال والا، ایک کی داڑھی گھنی
دوسرے کی خفیف، ایک کے سر پہ لمبے لمبے بال
ہوں دوسرے کا سر مُنڈا ہوا ہو، اور اس طرح
کے فرق کے بہت سے اسباب ہوتے ہیں —
بلکہ موسم، شہر، عمر، مزاج وغیرہ کی تبدیلیوں سے
خود ایک ہی شخص کا حال مختلف ہوا کرتا ہے۔

رابعاً اسی سے یہ بھی واضح ہوگیا کہ بالفرض
ان سب حضرات میں حجم کا قریب قریب ہونا ظاہر
تھا تو محال عادی ہے کہ تمام اسباب اختلاف میں
باہم قریب رہا ہو بلکہ یہ محال قطعی ہے کیونکہ سب
سے عظیم سبب فرق بدن کی نرمی و لطافت ہے
اور ایسا کون ہو سکتا ہے جس کا بدن اس ماہِ انور
صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے بدن جیسا ہو۔

خامساً امام باقر کی ملاقات سیدنا جابر
رضی اللہ تعالٰی عنہما سے اس وقت ہوئی جب
حضرت جابر آنکھوں سے معذور ہو چکے تھے تو وہ
ان لوگوں کے حجم کی شناخت کیسے کرتے۔

سادساً خود حضرت جابر رضی اللہ تعالٰی
عنہ کا کلام بھی بتا رہا ہے کہ انھوں نے بنائے کلام
سر کے بالوں کی کثرت و قلت پر رکھی تھی۔

ف۱ : تطفل رابع عليها

ف۲ : تطفل خامس عليها

ف۳ : تطفل سادس عليها۔

وسابعاً یرید(ف۱) رحمہ اللہ تعالٰی الاخذ علی المشایخ انھم حملوا ظاھر الروایۃ علی ادنٰی ما بہ الکفایۃ ثم عادوا علیھا بالنقض بقولھم من اسبغ بدونہ اجزأہ مع انہ ھو الناقل لفظ الظاھر ما تقدم ان ادنی مایکفی فی الغسل صاع وفی الوضوء مد فلا محمل لھا الا ما ذکروا ما بدلوا وما غیروا۔

سابعاً صاحبِ حلیہ رحمہ اللہ تعالٰی نے حضرات مشایخ پر یہ گرفت کرنا چاہتے ہیں کہ "انھوں نے ظاہر الروایہ کو ادنٰی مقدارِ کفایت پر محمول کیا پھر خود ہی اس کے خلاف اس کے قائل ہوئے کہ جو اس سے کم میں پُورا کرے تو اسے وہی کافی ہے۔" حالانکہ صاحبِ حلیہ نے خود ہی ظاہر الروایہ کے الفاظ یہ نقل کئے کہ غسل میں ادنٰی مقدار کافی ایک صاع اور وضو میں ایک مُد ہے۔ تو ظاہر الروایہ کا مطلب ان حضرات نے جو ذکر کیا اس کے سوا کچھ اور نہیں۔ اور ان حضرات نے کوئی تغیر و تبدل نہ کیا۔

وثامنا(ف۲) لا یجوز ان یکون مراد الظاھر والمشائخ تقدیر ھذا الشخص واحد فی الدنیا یکون اضأل الناس واقصرھم واھزلھم واصغرھم حتی لا یمکن لغیرہ ان یغتسل فی قدر مایکفیہ وانما ھی متمسکۃ فی ذلک بالحدیث کما ذکرتم وتقدم ولا یسبق الی وھم انھم لا یفرقون بین قصیر صغیر ضئیل اجرد امرد محلوق الرأس وطویل کبیر عبل اشعر کث اللحیۃ وافی الوفرۃ فیحکموا ان ھذا ھو ادنی ما یکفی کلا منھما فاذن

ثامناً ممکن نہیں کہ ظاہر الروایہ اور حضرات مشائخ کی مراد یہ ہو کہ تحدید دنیا کے ایسے فردِ واحد کے لئے ہے جو سارے انسانوں سے کم جُثّہ، پست قد، دُبلا پتلا اور چھوٹا ہو کہ اس کے لئے جس قدر پانی کافی ہو جاتا ہے اتنے میں دوسرے کسی شخص کے لئے غسل کر لینا ممکن ہی نہ ہو —— دراصل اس مقدار کے سلسلے میں ظاہر الروایہ کا استناد حدیث پاک سے ہے جیسا کہ آپ نے ذکر کیا اور حدیث بھی گزر چکی —— اور کسی کو وہم بھی نہیں ہو سکتا کہ یہ حضرات پست قامت اور دراز قامت، چھوٹے اور بڑے، نحیف اور فربہ، کم مُو اور بال دار، بے ریش اور گھنی داڑھی والے، سر مُنڈے اور وافر گیسو والے کے درمیان کوئی فرق نہیں کرتے اور ایک طرف سے

ف۱: تطفل سابع علیہا۔

ف۲: تطفل ثامن علیہا

www.alahazratnetwork.org

لم يزد والا جلا سويا معتدل الخلق متوسط الاحوال و حينئذ لا يكون ما ادفوا به مناقضا لظاهر الرواية و ومغايرا للتوجيه الذی نحوتم اليه، و بالجملة اری فهمی القاصر متقاعدا عن درك مرام هذا الكلام۔

یہ حکم کرتے ہیں کہ یہی وہ ادنیٰ مقدار ہے جو دونوں میں سے ہر ایک کو کافی ہے — تو ان کی مراد کیا ہے؟ تندرست، معتدل ہیأت، متوسط حالت کا آدمی۔ جب ایسا ہے تو بعد میں جو انھوں نے ذکر کیا (اس سے کم میں ہو جائے تو وہ کافی اور اتنے میں نہ ہو سکے تو اضافہ کرے) وہ نہ ظاہر الروایہ کے مخالف نہ اس توجیہ کے مغایر جو آپ نے اختیار کی — بالجملہ میری فہم ناقص اس کلام کے مقصود کی دریافت سے قاصر ہے۔

وبعد اللتیا والتی انما بغيتی ان هذا الامام رحمه الله تعالٰی جعل الحديث المذكور مشعرا بعدم التحديد ولا يستقيم الاشعار الا بان يسلم استبعاد الامام الباقر ويجعل رد سيدنا جابر رضی الله تعالٰی عنهما حذارا ان يكون ذلك عن وسوسة او نحوها وحثا على التاسی مهما امكن لا ايجابا لانه يكفی كلاما كان يكفيه صلی الله تعالٰی عليه وسلم وفيه المقصود۔

اس ساری بحث و تمحیص کے بعد عرض ہے کہ میرا مقصود صرف یہ ہے کہ امام حلبی رحمہ اللہ تعالٰی نے یہ مانا ہے کہ حدیث مذکور پتا دے رہی ہے کہ تحدید نہیں، اور یہ پتا دینا اسی وقت راست آسکتا ہے جب وہ امام باقر کا استبعاد تسلیم کریں اور یہ مانیں کہ حضرت جابر رضی اللہ تعالٰی عنہما کی تردید اس اندیشہ سے تھی کہ وہ بات کہیں وسوسہ یا اسی جیسی کسی چیز کے باعث نہ ہو، اور اس بات پر آمادہ کرنے کی خاطر کہ جہاں تک ہو سکے سرکار کی پیروی کی جائے۔ یہ تردید ایجاب کے مقصد سے نہ تھی اس لئے کہ اس کے لئے تو یہی کہنا کافی تھا کہ حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے لئے یہ مقدار کافی تھی اور مقصود اتنے ہی میں حاصل تھا۔

ثم اقول[ف] اذا كان هذا

ثم اقول جب ایک صاع کے بارے

ف: اشکال فی حدیث البخاری والکلام علیہ حسب الاستطاعۃ۔

الاستبعاد فی الصاع فما ظنك بما یقتضیه ظاهر حدیث الغرفات المار تحت الامر الثالث عن ابن عباس رضی الله تعالٰی عنهما فانه یفید استیعاب کل من الوجه والید والرجل بغرفة واحدة، وظاهر ان المراد الاغتراف بالکف بل صرح به قوله اخذ غرفة فاضافها الی یده الاخرٰی فاذن یعسر جدا استیعاب الوجه بغرفة واحدة فانها لا تزید علی قدر الکف بل لا تبلغه اذ لابد للاغتراف من تقعیر فی الکف، وعرض الوجه مابین الاذنین اکبر بکثیر من طول الکف فماء قدر کف لایستوعب الوجه طولا وعرضا بحیث یمر علی کل ذرة منه بالسیلان، واضافته الی الید الاخرٰی لاتزیده قدرا بل لو ابقی الکفان متلاصقتین لم یبلغ عرض مجموعهما عرض الوجه وان فرق بینهما ووضعتا علی الجبینین طولا لم یستوعبهما الماء بحیث ینحدر من جمیع مساحة

میں یہ استبعاد ہے تو اس سے متعلق کیا خیال ہے جو امر سوم کے تحت بیان شدہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما کی، چُلّوؤں کے تذکرہ والی حدیث کے ظاہر کا مقتضا ہے ___ کیونکہ اس کا مفاد تو یہ ہے کہ بس ایک چُلّو میں چہرے، ہاتھ، اور پاؤں ہر ایک کا استیعاب ہو جاتا تھا ___ یہ بھی ظاہر ہے کہ ہتھیلی ہی سے چلّو لینا مراد ہے بلکہ اس قول میں تو اس کی صراحت بھی ہے کہ "ایک چُلّو لے کر اسے اپنے دوسرے ہاتھ سے ملایا" ___ جب ایسا ہے تو ایک ہی چُلّو میں پُورے چہرے کو دھو لینا بہت ہی مشکل ہے۔ اس لئے کہ ایک چلّو ہتھیلی بھر سے زیادہ نہ ہوگا بلکہ ہتھیلی بھر بھی نہ ہوگا اس لئے کہ چُلّو لینے کے لئے ضروری ہے کہ ہتھیلی کچھ گہری رکھی جائے ___ اور ایک کان سے دوسرے کان تک چہرے کی چوڑائی دیکھی جائے تو وہ ہتھیلی کی لمبائی سے بہت زیادہ ہے تو ہتھیلی بھر پانی طول اور عرض دونوں میں چہرے کا اس طرح احاطہ نہیں کر سکتا کہ اس کے ہر ذرّے پر بہہ جائے۔ اور اسے دوسرے ہاتھ سے ملالیں تو اس کی مقدار میں اس سے کچھ اضافہ نہ ہو سکے گا بلکہ اگر دونوں ہتھیلیاں ملی ہوئی رکھی جائیں تو ان کی مجموعی چوڑائی بھی چہرے کی چوڑائی کے برابر نہ ہوگی ___ اور اگر ان کو الگ الگ کرکے پیشانی کے دونوں حصوں پر لمبائی میں رکھا جائے تو ان دونوں میں اتنا پانی بھرا ہوا نہ ہوگا کہ دونوں کے طول کی پوری مساحت

www.alahazratnetwork.org

الطولین سیالا الی منتهی سطح
الوجه فان امرالید علی مسیل الماء
وذلک بها مالم یبلغه من الوجه کان
غسلا لبعض ودهنا لبعض وکل ذٰلک
معلوم مشاهد وامر الذراع
والقدم اشد اشکالا اذ لهما
اطراف متباینة السمٰوٰت و
احاطة ماء قدر کف بجمیع
اطراف الید من الظفر الی
المرفق مما لا یعقل، والکف
نفسه لاتحیط بالذراع فی امرار
واحد وان امررت علی
ظهر الذراع ثم اعدت
علی البطن او بالعکس لم
یصحبها من الماء ما یزید
علی قدر الدهن وکذلک فی
القدم مع ما فیها من الصعود بعد
الهبوط لاجل الاسالة الی فوق
الکعبین وعمل الید قد ذکرنا
ما فیه ومن ادعی تیسر
هذا فلیرنا کیف یفعل فبالامتحان
یکرم الرجل او یهان۔

وقد استشعر الکرمانی فی الکواکب
الدراری ورود هذا وقنع بان
منع ومر واثره الامام العینی و

سے ڈھلک کر بہتے ہوئے چہرے کی سطح زیریں کے
آخری حصّہ تک پہنچ جائے۔ اور اگر ایسا کرے
کہ جتنے حصّے پر پانی بہہ گیا ہے وہاں ہاتھ پھیر کر
ان حصوں پر مَل لے جہاں پانی نہیں پہنچا ہے تو یہ
بعض حصّوں کو دھونا اور بعض کو مَلنا ہوا — سب کو
دھونا نہ ہوا — اور یہ سب مشاہدہ وتجربہ سے
معلوم ہے — کلائی اور پاؤں کا معاملہ تو اور
زیادہ مشکل ہے اس لئے کہ ان کے کنارے الگ الگ
سمتوں میں پھیلے ہوئے ہیں — ہتھیلی بھر پانی
ہی ناخن سے لے کر کہنی تک ہاتھ کے تمام
اطراف وجوانب کا احاطہ کرلے یہ عقل میں آنے والی
بات نہیں — اور ایک بار پھیرنے میں خود ہتھیلی
پُوری کلائی کا احاطہ نہیں کرسکتی اور اگر ایک بار
کلائی کی پشت پر ہتھیلی پھیرے، پھر اس کے پیٹ
پر پھیرے یا اس کے برعکس کرے تو اس میں اتنا
پانی نہ رہ سکے گا جو مَلنے سے زیادہ کام کرسکے —
یہی حال پاؤں کا ہے مزید اس میں یہ بھی ہے کہ
پانی کو نیچے اُترنے کے بعد پھر ٹخنوں کے اوپر تک
بہنے کے لئے چڑھنا بھی ہے — اور ہاتھ کیا کام
کرسکتا ہے بس وہی جو ہم نے ابھی بتایا — جو
دعوٰی رکھتا ہو کہ یہ آسان ہے وہ کرکے دکھائے
کہ امتحان ہی سے آدمی کو عزت ملتی ہے یا ذلّت۔

الکواکب الدراری میں امام کرمانی کو اس
اعتراض کا خیال ہوا اور صرف ناقابلِ تسلیم کہہ کر
گزر گئے اور امام عینی نے بھی ان کا کلام نقل کرکے

www.alahazratnetwork.org

18 اقر حیث قال قال الکرمانی فان قلت لایمکن غسل الرجل بغرفۃ واحدۃ قلت الفرق ممنوع ولعل الغرض من ذکرہ علی ھذا الوجہ بیان تقلیل الماء فی العضو الذی ھو مظنۃ الاسراف فیہ[۱] اھ۔

اقول ومجرد المنع فی امثال الواضحات لایسمع ولاینفع و حملہ المحقق فی الفتح علی تجدید الماء لکل عضو فقال "وما فی حدیث ابن عباس فاخذ غرفۃ من ماء الی اخر ماتقدم یجب صرفہ الی ان المراد تجدید الماء بقرینۃ قولہ بعد ذلک ثم اخذ غرفۃ من ماء فغسل بھا یدہ الیمنٰی ثم اخذ غرفۃ من ماء فغسل بھا یدہ الیسرٰی ومعلوم ان لکل من الیدین ثلث غرفات لاغرفۃ واحدۃ فکان المراد اخذ ماء للیمنٰی ثم ماء للیسرٰی اذ لیس یحکی الفرائض فقد حکی السنن من

برقرار رکھا۔ وہ لکھتے ہیں کرمانی فرماتے ہیں: اگر یہ کہو کہ ایک چُلّو میں پاؤں دھونا ممکن نہیں تو میں کہوں گا ہم یہ فرق نہیں مانتے۔ اور شاید اس طرح ذکر کرنے سے ان کا مقصد یہ ہے کہ پانی اس عضو میں کم صرف کیا جائے جس میں اسراف ہونے کا گمان ہے اھ۔

اقول (میں کہتا ہوں) اس طرح کی واضح باتوں میں صرف منع سے کام نہیں چلتا نہ ہی یہ قابلِ قبول ہوتا ہے ــــ اور حضرت محقق نے فتح القدیر میں اس کو اس پر محمول کیا ہے کہ ہر عضو کے لئے نیا پانی لیتے ــــ وہ لکھتے ہیں: وہ جو حضرت ابن عباس کی حدیث میں ہے کہ پھر ایک چُلّو پانی لیا الی آخر الحدیث ــــ اسے اس طرف پھیرنا ضروری ہے کہ مراد نیا پانی لینا ہے اس کا قرینہ اس کے بعد ان کا یہ قول ہے کہ پھر ایک چُلّو پانی لیا تو اس سے دایاں ہاتھ دھویا، پھر ایک چلّو پانی لیا تو اس سے بایاں ہاتھ دھویا۔ اور معلوم ہے کہ ہر ہاتھ کے لئے تین چلّو لئے ہوں گے ایک ہی چُلّو نہیں، تو مراد یہ ہے کہ کچھ پانی دائیں ہاتھ کے لئے لیا پھر کچھ پانی بائیں ہاتھ کے لئے، لیا۔ اس لئے کہ وہ صرف فرائض کی حکایت نہیں فرما رہے ہیں بلکہ

ف: تطفل علی الامام العینی والکرمانی۔

[۱] عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری کتاب الوضوء تحت الحدیث ۱۴۰ دارالکتب العلمیہ بیروت ۲/ ۴۰۰ و ۴۰۱

المضمضۃ وغیرھا ولوکان لکان المراد ان ذٰلک ادنٰی مایمکن اقامۃ المضمضۃ بہ کماان ذٰلک ادنٰی مایقام فرض الید بہ لان المحکی انما ھو وضوءہ الذی کان علیہ لیتبعہ المحکی لھم[1] اھ وتبعہ المحقق الحلبی فی الغنیۃ۔

مضمضہ وغیرہ سنتیں بھی بیان کی ہیں۔ اور اگر وہی ہو تو مراد یہ ہے کہ یہ وہ ادنٰی مقدار ہے جس سے عمل مضمضہ کی ادائیگی ہوسکتی ہے جیسے یہ وہ ادنٰی مقدار ہے جس سے فرضِ دست کی ادائیگی ہوجاتی ہے اس لئے کہ حکایت اُس وضو کی ہورہی ہے جو سرکار نے کیا تھا تاکہ دیکھنے والے لوگ اسی طریقہ کی پیروی کریں اھ۔ محقق حلبی نے غنیہ کے اندر اس کلام میں حضرت محقق کی پیروی کی ہے۔

قلت ومطمح نظرہ رحمہ اللہ تعالٰی سلخ الغرفۃ عن الوحدۃ مستند الی ان المحکی الوضوء المسنون بدلیل ذکر المضمضۃ والاستنشاق والمسنون التثلیث فکیف یراد الوحدۃ وانما معناہ اخذ لکل عمل ماء جدیدا وھو اعم من اخذہ مرۃ او مرارا فیکون معنی قولہ غرفۃ من ماء فتمضمض بھا واستنشق ان اخذ لھما ماء جدیدا ولو مرارا فلا یدل علی انھما بماء واحد کما یقولہ الامام الشافعی رضی اللہ تعالٰی عنہ فھذا مرادہ وھو قید ینفعنا فیما نحن

قلت حضرت محقق رحمہ اللہ تعالٰی کا مطمحِ نظر یہ ہے کہ چُلّو کے لفظ سے وحدت کا مفہوم الگ کردیں، اس پر ان کا استناد اس سے ہے کہ یہاں وضوئے مسنون کی نقل ہورہی ہے جس کی دلیل یہ ہے کہ مضمضہ اور استنشاق کا ذکر ہے۔ اور مسنون تین بار دھونا ہے تو وحدت کیسے مراد ہوسکتی ہے۔ اس کا معنٰی بس یہ ہے کہ ہر عمل کے لئے نیا پانی لیا۔ اور یہ اس سے اعم ہے کہ ایک بار لیا یا چند بار لیا تو ان کے قول "پانی کا ایک چُلّو لے کر اس سے مضمضہ اور استنشاق کیا" کا معنٰی یہ ہوگا کہ دونوں کے لئے جدید پانی لیا اگرچہ چند بار۔ تو وہ یہ نہیں بتاتا کہ مضمضہ اور استنشاق دونوں ایک ہی پانی میں ہوا جیسا کہ امام شافعی رضی اللہ تعالٰی عنہ اس کے قائل ہیں ــــ یہ ہے حضرت محقق کی مراد ــــ اور وہ ہمارے زیرِ بحث

www.alahazratnetwork.org

---

[1] فتح القدیر کتاب الطہارات مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ١/ ٢٢

فیہ وان کان کلامہ فی مسألۃ اخرٰی۔

اقول ف۱ لکن فیہ بعد لایخفی والمحقق عارف بہ ولذا قال یجب صرفہ لکن الشان فی ثبوت الوجود وما استند بہ سیاق الکلام علیہ علی ان ف۲ الحدیث رواہ ابن ماجۃ عن زید بن اسلم عن عطاء بن یسار عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما وھذا ھو مخرج الحدیث رواہ البخاری عن سلیمٰن بن بلال عن زید، والنسائی عن ابن عجلان عن زید مطولا، و قال ابن ماجۃ حدثنا عبداللہ بن الجراح وابوبکر بن خلاد الباھلی ثنا عبدالعزیز بن محمد عن زید، فاخرجہ مقتصرا علی قولہ ان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم مضمض و استنشق من غرفۃ واحدۃ[1] و

مسئلہ میں بھی کار آمد ہے اگرچہ ان کا کلام ایک دوسرے مسئلہ کے تحت ہے۔

اقول لیکن اس میں نمایاں بعد ہے۔ اور حضرت محقق اس سے واقف ہیں اسی لئے فرمایا، "اسے پھیرنا" واجب ہے۔ لیکن مشکل معاملہ ثبوت وجوب ہے اور جس سے انھوں نے استناد فرمایا اس پر آگے کلام ہوگا **علاوہ ازیں** یہ حدیث ابن ماجہ نے زید بن اسلم سے روایت کی ہے وہ عطا بن یسار سے وہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی ہیں۔ اور مخرج حدیث یہی زید بن اسلم ہیں۔ اسے امام بخاری نے سلیمان بن بلال سے روایت کیا وہ زید سے راوی ہیں۔ اور نسائی نے ابن عجلان سے روایت کیا وہ زید سے راوی ہیں مطولاً ــــ اور ابن ماجہ نے کہا: ہم سے عبداللہ بن جراح اور ابوبکر بن خلاد باہلی نے حدیث بیان کی انھوں نے کہا ہم سے عبدالعزیز بن محمد نے حدیث بیان کی وہ راوی ہیں زید سے۔ پھر اس میں صرف یہ روایت کیا کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ایک چلّو (من غرفۃ واحدۃ) سے مضمضہ واستنشاق کیا ــــ اور

www.alahazratnetwork.org

ف۱: تطفل علی المحقق والغنیۃ۔

ف۲: تطفل اٰخر علیھما۔

---

[1] سنن ابن ماجۃ ابواب الطہارۃ باب المضمضۃ والاستنشاق الخ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۳۳

من هذا الطریق اخرجہ النسائی فقال اخبرنا الھیثم بن ایوب الطالقانی قال حدثنا عبدالعزیز بن محمد قال ثنا زید بن اسلم وفیہ رأیت رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم توضأ فغسل یدیہ ثم تمضمض واستنشق من غرفۃ واحدۃ[1] الحدیث، فھذا لایقبل الانسلاخ عن الوحدۃ وکافٍ فی الجواب ماافادہ اٰخرا بقولہ ولوکان لکان الخ مع ما قد مرمن احادیث ناطقۃ بالمذھب وزاد تلمیذہ المحقق فی الحلیۃ حدیثا اٰخر رواہ البزار بسند حسن۔

اسی طریق سے امام نسائی نے تخریج کی تو انھوں نے فرمایا: ہمیں ہیثم بن ایوب طالقانی نے خبر دی انھوں نے کہا عبدالعزیز بن محمد نے بتایا انھوں نے کہا ہم سے زید بن اسلم نے حدیث بیان کی۔ اس میں یہ ہے کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ نے وضو فرمایا تو اپنے دونوں ہاتھ دھوئے پھر ایک چُلّو (من غرفۃ واحدۃ) سے مضمضہ واستنشاق کیا' الحدیث ــ تو اس روایت سے وحدت کا معنی الگ نہیں کیا جاسکتا (کیوں کہ اس میں غرفۃ واحدۃ صراحۃً موجود ہے) اور جواب میں وہی کافی ہوگا جو آخر میں افادہ فرمایا کہ اگر وہی ہو تو مراد یہ ہے کہ یہ وُہ ادنٰی مقدار ہے الخ۔ اس کے ساتھ ہمارے مذہب کی تائید میں بولتی ہوئی وہ احادیث بھی ہیں جو حضرت محقق پہلے پیش کر آئے۔ اور ان کے تلمیذ محقق نے حلیہ میں ایک اور حدیث کا اضافہ کیا جو بزار نے بسندِ حسن روایت کی۔

وانا **اقول** وباللہ التوفیق للعبد الضعیف فی الحدیث وجھان:

اقول وباللہ التوفیق، میرے نزدیک تاویلِ حدیث کے دو طریقے ہیں:

الاول حمل الغرفۃ علی المرۃ ای غسل کل عضو مرۃ مرۃ وبھذا تنحل العقد بمرۃ ولانسلم ان ذکرالمضمضۃ والاستنشاق یستلزم استیعاب جمیع السنن لم

پہلا طریقہ یہ کہ لفظ غرفۃ کو مرۃ پر محمول کیا جائے یعنی ہر عضو کو ایک ایک بار دھویا۔ اسی سے ساری گرہیں یکبار گی کُھل جائیں گی ــ اور یہ ہمیں تسلیم نہیں کہ مضمضہ اور استنشاق کا ذکر اسے مستلزم ہے کہ تمام سُنّتوں کا احاطہ رہا ہو۔

---

[1] سنن النسائی کتاب الطہارۃ باب مسح الاذنین نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ۱/ ۲۹

www.alahazratnetwork.org

لایجوز ان یکون ھذا بیانا لجواز الاقتصار علی مرة فی الفرائض والسنن وما فیه من البعد اللفظی یقربه جمع طرق الحدیث۔

یہ کیوں نہیں ہو سکتا کہ یہ وضو اس امر کے بیان کےلئے ہو کہ فرائض اور سنن دونوں ہی میں ایک بار پر اقتصار جائز ہے۔ اس میں جو لفظی بُعد نظر آرہا ہے وہ اس حدیث کے مختلف طُرق جمع کرنے سے قریب آجائے گا۔

فلعبد الرزاق عن عطاء بن یسار عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما انه توضأ فغسل کل عضو منه غسلة واحدة ثم ذکر ان النبی صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم کان یفعله[1]

(۱) عبدالرزاق کی روایت میں عطاء بن یسار سے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے یہ ہے کہ انھوں نے وضو کیا تو اپنے ہر عضو کو ایک بار دھویا۔ پھر بتایا کہ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ایسا کرتے تھے۔

ولسعید بن منصور فی سننه بلفظ توضأ النبی صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم فأدخل یده فی الاناء فمضمض واستنشق مرة واحدة ثم ادخل یده فصب علی وجهه مرة وصب علی یده مرة مرة ومسح براسه واذنیه مرة ثم اخذ ملأ کفه من ماء فرش علی قدمیه وھو منتعل اھ[2] وسیأتی تفسیر ھذا الرش فی الحدیث۔

(۲) سُنن سعید بن منصور کے الفاظ یہ ہیں: نبی صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے وضو کیا تو اپنا دستِ مبارک برتن میں ڈالا پھر کلی کی اور ناک میں پانی چڑھایا ایک بار۔ پھر اپنا دست مبارک داخل کرکے (پانی نکالا) تو ایک بار اپنے چہرے پر بہایا اور اپنے ہاتھ پر ایک ایک بار بہایا۔ اور اپنے سر اور دونوں کانوں کا مسح کیا۔ پھر ہتھیلی بھر پانی لے کر اپنے قدموں پر چھڑکا جب کہ حضور نعلین پہنے ہوئے تھے۔ اس چھڑکنے کی تفسیر آگے حدیث ہی میں آئے گی۔

بل روی البخاری قال حدثنا محمد بن یوسف ثنا

(۳) بلکہ امام بخاری نے روایت کی، فرمایا: ہم سے محمد بن یوسف نے حدیث بیان کی انھوں نے کہا

www.alahazratnetwork.org

---

[1] المصنف لعبد الرزاق کتاب الطہارۃ باب کم الوضوء من غسلة المکتب الاسلامی بیروت ۱/۴۱

[2] کنز العمال بحوالہ سعید بن منصور حدیث ۲۶۹۳۵ موسسۃ الرسالہ بیروت ۹/۴۵۴

سفیٰن عن زید بلفظ توضأ النبی صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلم مرۃ مرۃ۔[1]

ہم سے سفیان نے حدیث بیان کی وہ زید سے راوی ہیں ۔ اس کے الفاظ یہ ہیں: نبی صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے ایک ایک بار وضو کیا۔

وقال ابوداؤد حدثنا مسدد ثنا یحییٰ عن سفیٰن ثنی زید۔[2]

(۴) ابوداؤد نے کہا: ہم سے مسدد نے حدیث بیان کی، وہ سفیان سے راوی ہیں انھوں نے کہا مجھ سے زید نے حدیث بیان کی۔

وقال النسائی اخبرنا محمد بن مثنی ثنا یحییٰ عن سفیٰن ثنا زید۔[3]

(۵) نسائی نے کہا، ہمیں محمد بن مثنی نے خبر دی انھوں نے کہا ہم سے یحیٰی نے حدیث بیان کی، وہ سفیان سے راوی ہیں انھوں نے کہا ہم سے زید نے حدیث بیان کی۔

وقال الامام الاجل الطحاوی حدثنا ابن مرزوق ثنا ابوعاصم عن سفیٰن عن زید و لفظ الاولین فیہ الا اخبرکم بوضوء رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلم فتوضأ مرۃ مرۃ[4] وبمعناہ لفظ الطحاوی۔

(۶) امام اجل طحاوی نے کہا: ہم سے ابن مرزوق نے حدیث بیان کی، انھوں نے کہا ہم سے ابوعاصم نے حدیث بیان کی، وہ سفیان سے وہ زید سے راوی ہیں۔ ابوداؤد ونسائی کی روایت میں یہ الفاظ ہیں: کیا میں تم لوگوں کو رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کا وضو نہ بتاؤں ۔ پھر انھوں نے ایک ایک بار وضو کیا ۔ اور اسی کے ہم معنی امام طحاوی کے الفاظ ہیں۔

---

[1] صحیح البخاری کتاب الوضوء باب الوضوء مرۃ مرۃ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۲۷
[2] سنن ابی داؤد کتاب الطہارۃ " " " " آفتاب عالم پریس لاہور ۱/ ۱۸
[3] سنن النسائی " " " " نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ۱/ ۲۵
[4] شرح معانی الآثار " باب الوضوء للصلوٰۃ مرۃ مرۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/ ۲۸
[5] سنن ابی داؤد " باب الوضوء مرۃ مرۃ آفتاب عالم پریس لاہور ۱/ ۱۸
سنن النسائی " " " نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ۱/ ۲۵

وللنسائی من طریق ابن عجلان المذکور بعد ما مر وغسل وجهه و غسل یدیه مرۃ مرۃ و مسح برأسه و اذنیه مرۃ[1] الحدیث۔

(۷) ابن عجلان کے مذکورہ طریق سے نسائی کی روایت میں سابقہ الفاظ کے بعد یہ ہے : اور اپنا چہرہ دھویا اور اپنے دونوں ہاتھ ایک ایک بار دھوئے۔ اور اپنے سر اور دونوں کانوں کا ایک بار مسح کیا ــــ الحدیث ــــ

وفی ھذا والذی مر عن سعید بن منصور ابانۃ ما ذکرتہ من ان ذکر المضمضۃ والاستنشاق لا یستلزم استیعاب السنن حتی ینافی ترک التثلیث فقد تظافرت الروایات علی لفظ مرۃ والاحادیث یفسر بعضھا بعضا فکیف و قد اتحد المخرج۔

اس میں اور سعید بن منصور سے نقل شدہ روایت میں اس کی وضاحت موجود ہے جو میں نے ذکر کیا کہ مضمضہ و استنشاق کا تذکرہ تمام سنتوں کے احاطہ کو مستلزم نہیں کہ ترک تثلیث کے منافی ہو۔ کیوں کہ روایات "ایک بار" کے لفظ پر متفق ہیں اور احادیث میں ایک کی تفسیر دوسری سے ہوتی ہے۔ پھر جب مخرج ایک (زید بن اسلم) ہیں تو ایک حدیث دوسری کی مفسر کیوں نہ ہوگی۔

www.alahazratnetwork.org

اقول وقد یشد عضدہ ان الحدیث مطولا عند ابن ابی شیبۃ بزیادۃ ثم غرف غرفۃ فمسح رأسہ واذنیہ الحدیث[2] فالغرفۃ التی کانت توضئ کلا من الوجہ والید والرجل لو استعملت فی الراس لغسلتہ فانما اراد واللہ تعالٰی اعلم

اقول اس کی تقویت اس سے بھی ہوتی ہے کہ ابن ابی شیبہ کے یہاں یہ حدیث مطولاً اس اضافہ کے ساتھ ہے : ثم غرف غرفۃ فمسح راسہ واذنیہ (پھر ایک چلّو لے کر اپنے سر اور دونوں کانوں کا مسح کیا) تو جس چلّو سے چہرہ، ہاتھ اور پاؤں میں سے ہر ایک کا وضو ہوجاتا تھا وہ اگر سر میں استعمال ہوتا تو اسے دھونے کا کام کر دیتا (نہ کہ اس سے صرف مسح ہوتا ۱۲م)

---

[1] سنن النسائی کتاب الطہارۃ باب مسح الاذنین نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ۱/ ۲۹

[2] المصنف لابن ابی شیبہ " باب فی الوضوء کم ھو مرۃ حدیث ۶۴ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱/ ۱۷

المرة مع التجديد۔

ورحم الله اباحاتم اذ قال ماكنا نعرف الحديث حتى نكتبه من ستين وجها وانا اعلم ان الجادة في روايات الوقائع حمل الاعم على الاخص ولكن لاغرو في العكس لاجل التصحيح۔

والثانی حمل الغرفة على الحفنة اى بكلتا اليدين وربما تطلق عليها فروى البخاری عن ام المؤمنين رضی الله تعالٰی عنها فيما حكت غسله صلى الله تعالٰی عليه وسلم "ثم يصب على رأسه ثلث غرف بيديه"[1] ولابی داؤد عن ثوبان رضی الله تعالٰی عنه عن النبی صلى الله تعالٰی عليه وسلم "اما المرأة فلا عليها ان لاتنقضه لتغرف على رأسها ثلث غرفات بكفيها"[2] ويؤيده حديث ابی داؤد

تو مراد — واللہ تعالٰی اعلم — وہی ایک بار ہے ساتھ ہی پانی کی تجدید بھی۔

خدا کی رحمت ہو ابوحاتم پر کہ وہ فرماتے ہیں ہمیں حدیث کی معرفت نہ ہوتی جب تک اسے ساٹھ طریقوں سے نہ لکھ لیتے — اور مجھے معلوم ہے کہ واقعات کی روایات میں عام راہ یہ ہے کہ اعم کو اخص پر محمول کیا جائے مگر تصحیح کی خاطر اس کے برعکس کرنا بھی جائے تعجب نہیں۔

دوسرا طریقہ یہ کہ غرفہ کو حفنہ پر (چلّو کو لپ پر) یعنی دونوں ہاتھ ملا کر لینے پر محمول کیا جائے۔ اور بعض اوقات لفظ غرفہ کا اس معنی پر اطلاق ہوتا ہے (۱) بخاری کی روایت میں ہے جو حضرت ام المومنین رضی اللہ تعالٰی عنہا سے نبی کریم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے غسل مبارک کی حکایت میں آئی ہے کہ "پھر اپنے سر پر تین چلّو دونوں ہاتھوں سے بہاتے" (۲) ابوداؤد کی روایت میں ہے جو حضرت ثوبان رضی اللہ تعالٰی عنہ سے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے ہے "لیکن عورت پر اس میں کوئی حرج نہیں کہ بال نہ کھولے، وہ اپنے سر پر دونوں ہاتھوں سے تین چلّو ڈالے" (۳) اور اس کی تائید ابوداؤد

www.alahazratnetwork.org

۱؎ صحیح البخاری کتاب الغسل باب الوضوء قبل الغسل قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۳۹

۲؎ سنن ابی داؤد کتاب الطہارۃ باب المرأۃ ھل تنقض شعرھا عند الغسل آفتاب عالم پریس لاہور ۱/ ۳۴

والطحاوی عن محمد بن اسحٰق عن محمد بن طلحۃ عن عبید اللہ الخولانی عن عبد اللہ بن عباس عن علی رضی اللہ تعالٰی عنہم عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وفیہ ثم ادخل یدیہ جمیعا فاخذ حفنۃ من ماء فضرب بہا علی رجلہ وفیہا النعل فغسلہا بہا ثم الاخری مثل ذٰلک[1]، ولفظ الطحاوی ثم اخذ بیدیہ جمیعا حفنۃ من ماء فصك بہا علی قدمہ الیمنی والیسرٰی کذٰلک[2] و اخرجہ ایضا احمد و ابو یعلٰی و ابن خزیمۃ[3] و ابن حبان والضیاء وھذا معنی ما مر من حدیث سعید بن منصور ان شاء اللہ تعالٰی والمعنی الاٰخر المسح وقد نسخ اوکان وفی القدمین جوربان ثخینان علی ما بینہ الامام الطحاوی رحمہ اللہ تعالٰی۔

طحاوی کی روایت سے ہوتی ہے جس کی سند یہ ہے — عن محمد بن اسحاق — عن محمد بن طلحہ — عن عبید اللہ الخولانی — عن عبد اللہ بن عباس — عن علی رضی اللہ تعالٰی عنہم — عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم — اس میں یہ ہے کہ پھر اپنے دونوں ہاتھ ڈال کر لپ بھر پانی لے کر اسے پاؤں پر مارا — جبکہ پاؤں میں جُوتا موجود تھا — تو اس سے پاؤں دھویا پھر اسی طرح دوسرا پاؤں دھویا۔ اور روایت طحاوی کے الفاظ میں یہ ہے: پھر اپنے دونوں ہاتھوں سے لپ بھر پانی لیا، تو اسے اپنے دائیں قدم پر زور سے مارا پھر بائیں پر بھی یُوں ہی کیا — اس کی تخریج امام احمد، ابو یعلٰی، ابن خزیمہ، ابن حبان اور ضیاء نے بھی کی ہے — اور یہی اس کا معنی ہے — ان شاء اللہ تعالٰی — جو سعید بن منصور کی حدیث میں آیا کہ فرش علٰی قدمیہ تو اپنے دونوں قدموں پر چھڑکا" ۱۲م) — دوسرا معنی مسح ہے جو بعد میں منسوخ ہوگیا — یا مسح اس حالت میں ہوا کہ قدموں پر موٹے پاتابے تھے جیسا کہ امام طحاوی رحمہ اللہ تعالٰی نے بیان کیا۔

---

[1] سنن ابی داؤد کتاب الطہارۃ باب صفۃ وضوء النبی صلی اللہ علیہ وسلم آفتاب عالم پریس لاہور ۱/۱۶

[2] شرح معانی الآثار 〃 باب فرض الرجلین فی وضوء الصلٰوۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۳۲

[3] صحیح ابن خزیمہ حدیث ۱۴۰ المکتب الاسلامی بیروت ۱/۷۷

موارد الظمآن کتاب الطہارۃ حدیث ۱۵۰ المطبعۃ السلفیۃ ص ۶۶

کنز العمال بحوالہ حم، د، ع و ابن خزیمۃ الخ ۲۶۹۶۷ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت ۹/۴۵۹ و ۴۶۰

اقول وماذکرت من الوجہین فلنعم المحملان ھما لمثل طریق ابن ماجۃ حدثنا ابوبکر بن خلاد الباھلی ثنا یحیٰی بن سعید القطان عن سفیٰن عن زید وفیہ رأیت رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم توضأ غرفۃ غرفۃ[1] وحدیث ابن عساکر عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ ان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم توضأ غرفۃ غرفۃ وقال لایقبل اللہ صلٰوۃ الابہ[2] فیکون علی الحمل الاول کحدیث سعید بن منصور وابن ماجۃ والطبرانی والدارقطنی والبیہقی عن ابن عمر وابن ماجۃ والدارقطنی عن ابی بن کعب والدارقطنی فی غرائب مالک عن زید بن ثابت وابی ھریرۃ معارضی اللہ تعالٰی عنہم ان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم توضأ مرۃ مرۃ وقال ھذا وضوء لایقبل اللہ صلٰوۃ الابہ[3] وکذا

اقول میں نے جو دو طریقے ذکر کئے یہ بہت عمدہ محمل ہیں اس طرح کی روایات کے جو مثلاً بطریق ابن ماجہ یوں آئی ہیں ہم سے ابوبکر بن خلاد باہلی نے حدیث بیان کی، انھوں نے کہا ہم سے یحیٰی بن سعید قطان نے حدیث بیان کی وہ سفیان سے وہ زید سے راوی ہیں۔ اس میں یہ ہے کہ میں نے دیکھا رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے ایک ایک چلّو سے وضو کیا ــــ اور ابن عساکر کی حدیث حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے کہ نبی صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے ایک ایک چلّو سے وضو کیا۔ اور فرمایا: اللہ نماز قبول نہیں فرماتا مگر اسی سے ــ تو یہ ہمارے بیان کردہ پہلے طریقہ کے مطابق حضرت ابن عمر سے سعید بن منصور، ابن ماجہ، طبرانی، دارقطنی اور بیہقی کی حدیث کی طرح ہوجائے گی، اور جیسے حضرت ابی بن کعب سے ابن ماجہ و دارقطنی کی حدیث، اور حضرت زید بن ثابت اور ابوہریرہ دونوں حضرات رضی اللہ تعالٰے عنہم سے غرائب مالک میں دارقطنی کی حدیث ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے ایک ایک بار وضو کیا اور فرمایا: یہ وہ وضو ہے جس کے بغیر اللہ کوئی نماز قبول نہیں فرماتا ــــ اسی طرح

[1] سنن ابن ماجۃ ابواب الطہارۃ باب ماجاء فی الوضوء مرۃ مرۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۳۳
[2] کنز العمال بحوالہ کر عن ابی ہریرۃ حدیث ۲۶۸۳۱ موسسۃ الرسالہ بیروت ۹/۳۳۱
[3] سنن ابن ماجۃ باب ماجاء فی الوضوء مرۃ ومرتین وثلثا ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۳۴

www.alahazratnetwork.org

لليدين والرجلين فی حدیث ابن عباس غیر انه یکدرهما جمیعا فی الوجه قوله اخذ غرفة من ماء فجعل بها هکذا اضافها الی یده الاخری فغسل بها وجهه[1] الان یتکلف فیحمل علی ان اضاف الغرفة ای الاغتراف الی الید الاخری ایضا غیر قاصر له علی ید واحدة فیرجع الی الاغتراف بالیدین ویکون لحدیث ابن عباس رضی الله تعالٰی عنهما ایضا عن علی کرم الله تعالٰی وجهه عن رسول الله صلی الله تعالٰی علیه وسلم ادخل یده الیمنٰی فافرغ بها علی الاخرٰی ثم غسل کفیه ثم تمضمض واستنثر ثم ادخل یدیه فی الاناء جمیعا فاخذ بهما حفنة من ماء فضرب بها علی وجهه ثم الثانیة ثم الثالثة مثل ذلك[2] و رواه الطحاوی مختصرا فقال اخذ حفنة من ماء بیدیه جمیعا فصك بهما وجهه ثم الثانیة مثل ذلك ثم الثالثة فذکر

حضرت ابن عباس کی حدیث میں دونوں ہاتھوں اور پیروں سے متعلق جو مذکور ہے اس کا بھی یہ عمدہ محمل ہوگا — مگر یہ ہے کہ چہرے سے متعلق دونوں تاویلیں اس سے مکدر ہوتی ہیں کہ ان کا قول ہے ایک چلّو پانی لے کر اسے اس طرح کیا، اسے دوسرے ہاتھ سے ملا کر چہرہ دھویا۔ مگر یہ کہ بتکلف اسی معنی پر محمول کیا جائے کہ انھوں نے چلّو لینے میں دوسرے ہاتھ کو بھی ملا لیا ایک ہاتھ پر اکتفا نہ کی تو یہ دونوں ہاتھ سے چلّو لینے کے معنی کی طرف راجع ہوجائے گا اور اسی طرح ہوجائے گا جیسے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما کی حدیث، حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے، رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے ہے کہ اپنا دایاں ہاتھ داخل کرکے اس سے دوسرے ہاتھ پر پانی ڈالا پھر دونوں ہتھیلیوں کو دھویا، پھر کلی کی اور ناک میں پانی ڈال کر جھاڑا پھر برتن میں دونوں ہاتھ ڈال کر ایک لپ پانی لے کر چہرے پر مارا، پھر دوسری پھر تیسری بار اسی طرح کیا — اسے امام طحاوی نے مختصراً روایت کیا۔ اس میں یہ ہے کہ اپنے دونوں ہاتھوں سے چہرے پر مارا، پھر دوسری بار اسی طرح کیا، پھر تیسری بار ایسے ہی — تو مضمضہ و

www.alahazratnetwork.org

---

[1] صحیح البخاری کتاب الوضوء باب غسل الوجہ بالیدین قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۲۶

[2] سنن ابی داود کتاب الطہارۃ باب صفۃ وضوء النبی صلی اللہ علیہ وسلم آفتاب عالم پریس لاہور ۱/۱۶

[3] شرح معانی الآثار ″ باب حکم الاذنین فی وضوء الصلوٰۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۳۰

الى المضمضة والاستنشاق الاغتراف بكف واحدة فاذا اتى على الوجه اضافه الى اليد الاخرى ايضا فان لم يقبل هذا فقد علمت ان استيعاب الوجه بكف واحدة متعسر بل متعذر۔

استنشاق تک تو ایک ہاتھ سے چلو لینا ذکر کیا — جب چہرے پر آئے تو دوسرا ہاتھ بھی ملا لیا — اگر یہ تاویل نہ مانی جائے تو معلوم ہوچکا کہ ہتھیلی بھر پانی سے چہرے کا استیعاب دشوار بلکہ متعذر ہے۔ (ت)

اقول بل لربما تبقى الحفنة باقية فضلا عن الكفة والدليل عليه هذا الحديث الذي ذكرنا تخريجه عن الامام احمد وابي داؤد وابن خزيمة وابي يعلى والامام الطحاوي وابن حبان والضياء عن ابن عباس عن علي عن النبي صلى الله تعالى عليه وعليهم وسلم حيث قال بعد ذكر غسل الوجه بثلث حفنات كما تقدم ثم اخذ بكفه اليمنى قبضة من ماء فصبها على ناصيته فتركها تستن على وجهه ثم غسل ذراعيه الى المرفقين ثلثا ثلثا[1] الحديث وهذا ايضا معلوم مشاهد۔

اقول بلکہ بعض اوقات ایسا بھی ہوگا کہ دونوں ہاتھ سے لینے پر بھی کچھ حصہ باقی رہ جائے گا صرف ہتھیلی بھر لینے کی تو بات ہی کیا ہے — اس پر دلیل یہی حدیث ہے جس کی تخریج ہم نے امام احمد، ابوداؤد، ابن خزیمہ، ابویعلی، امام طحاوی، ابن حبان اور ضیاء سے ذکر کی، جو حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما کی روایت سے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے مروی ہے اس میں جیسا کہ گزرا تین لپ سے چہرہ دھونے کے تذکرے کے بعد ہے پھر اپنے دائیں ہاتھ سے مٹھی بھر پانی لے کر پیشانی پر ڈال کر اسے چہرے پر بہتا چھوڑ دیا۔ پھر اپنی کلائیوں کو کہنیوں تک تین تین بار دھویا — یہ بھی تجربہ ومشاہدہ سے معلوم ہے۔

وبالجملة لو لم يصرف حديث الغرفة عن ظاهره لرجع الغسل الى الدهن وهو خلاف الرواية والدراية بل الاجماع، والرواية الشاذة عن

الحاصل اگر چلو لینے والی حدیث کو اس کے ظاہر سے نہ پھیریں تو دھونا بس ملنا ہوکر رہ جائے گا۔ اور یہ روایت، درایت بلکہ اجماع کے بھی خلاف ہے — اور امام ابویوسف

---

[1] سنن ابی داؤد کتاب الطہارۃ باب صفۃ وضوء النبی صلی اللہ علیہ وسلم آفتاب عالم پریس لاہور ۱/۱۶

www.alahazratnetwork.org

الامام الثانی رحمہ اللہ تعالٰی مؤولة کما فی رد المحتار عن الحلیة عن الذخیرة وغیرھا فاذن لایبقی الا ان نقول انا لانقدر علی مثل ما فعل ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنھما تلك المرة فضلا عن فعل صاحب الاعجاز الجلیل المروی مرار الجمع الجزیل بالماء القلیل علیہ من ربہ اعلٰی صلٰوة و اکمل تبجیل۔

رحمہ اللہ تعالٰی سے جو شاذ روایت آئی ہے وہ مؤول ہے جیسا کہ ردالمحتار میں حلیہ سے، اس میں ذخیرہ وغیرہا سے نقل ہے۔ تاویل نہ کریں تو بس یہی صورت رہ جاتی ہے کہ ہم یہ کہیں کہ اس بار حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما نے جس طرح وضو کیا ویسے وضو پر ہمیں قدرت نہیں۔ اور ان کے عمل کی تو بات ہی اور ہے جو ایسے عظیم اعجاز والے ہیں کہ بارہا بڑے لشکر کو قلیل پانی سے سیراب کردیا۔ ان پر ان کے رب کی جانب سے اعلٰی واکمل درود و تحیت ہو۔

ویقرب منہ او اغرب منہ ماوقع فی سنن سعید بن منصور عن الامام اجل ابرھیم النخعی رضی اللہ تعالٰی عنہ قال لم یکونوا یلطموا وجوھھم بالماء وکانوا اشد استبقاء للماء منکم فی الوضوء وکانوا یرون ان ربع المد یجزئ من الوضوء وکانوا اصدق ورعا و اسخی نفسا واصدق عند الباس۔[1]

اور اسی سے قریب یا اس سے بھی زیادہ عجیب وہ ہے جو سنن سعید بن منصور میں امام اجل ابراہیم نخعی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت آئی ہے کہ انہوں نے فرمایا: وہ حضرات اپنے چہروں پر زور سے پانی نہ مارتے تھے اور وضو میں وہ تم سے بہت زیادہ پانی بچانے کی کوشش رکھتے تھے اور یہ سمجھتے تھے کہ چوتھائی مُد وضو کےلئے کافی ہے اس کے ساتھ وہ سچے ورع و پرہیزگاری والے، بہت فیاض طبع، اور جنگ کے وقت نہایت ثابت قدم بھی تھے۔

اقول فلا ادری کیف اجتزؤا بربع ما جعلہ النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم مجزئا بل لایظن بھم انھم قنعوا بالفرائض دون السنن فاذن یکفی

اقول نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے جسے کافی قرار دیا (ایک مد۔ دو رطل) معلوم نہیں اس کے چوتھائی سے ان حضرات نے کیسے کفایت حاصل کرلی، بلکہ ان کے بارے میں یہ گمان بھی نہیں کیا جاسکتا کہ سنتیں چھوڑ کر

[1] کنزالعمال بحوالہ ص حدیث ۲۰۷۲۶ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۹/ ۲۷۳

www.alahazratnetwork.org

لغسل الیدین الی الرسغین والمضمضة والاستنشاق وغسل الوجہ و الیدین الی المرفقین والرجلین الی الکعبین کل مرة سدس رطل من الماء وھذا مما لایعقل ولایقبل الابمعجزة نبی اوکرامة ولی صلی اللہ تعالٰی علی الانبیاء والاولیاء وسلم۔

انھوں نے صرف فرائض پر قناعت کرلی تو (سنتوں کی ادائیگی کے ساتھ چوتھائی مُد میں تین تین بار جب انھوں نے سارے اعضاء دھوئے ۱۲م) لازم ہے کہ گٹوں تک دونوں ہاتھ دھونے، کُلی کرنے، ناک میں پانی ڈالنے، چہرہ اور کہنیوں تک دونوں ہاتھ، اور ٹخنوں تک دونوں پاؤں ہرایک کے ایک بار دھونے میں صرف ⅙ رطل پانی کافی ہوجاتا تھا۔ یہ عقل میں آنے والی اور ماننے والی بات نہیں مگر کسی نبی کے معجزے یا ولی کی کرامت ہی سے ایسا ہوسکتا ہے، تمام انبیاء اور اولیا پر خدائے برتر کا درود وسلام ہو۔

فان قلت مایدریك لعل المراد بالمد المد العمری المساوی لصاع النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم الاربعا فیکون ربع المد ثلثة ارباع المد النبوی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔

اگر کہئے آپ کو کیا معلوم شاید مُد سے حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ تعالٰی کا مُد مراد ہو جو چوتھائی کمی کے ساتھ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے صاع کے برابر تھا تو وہ چوتھائی مُد حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے تین چوتھائی (¾) مُد کے برابر ہوگا۔

قلت کلا فان ابرھیم سبق خلافة عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما مات فی سنة خمس اوست وتسعین وامیرالمؤمنین فی رجب سنة احدی ومائة وخلافتہ سنتان ونصف رضی اللہ تعالٰی عنہ واللہ تعالٰی اعلم۔

میں کہوں گا یہ ہرگز نہیں ہوسکتا۔ اس لئے کہ حضرت ابراہیم نخعی رضی اللہ تعالٰی عنہ حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالٰی عنہ کے دورِ خلافت سے پہلے وفات فرماگئے۔ ان کی وفات ۹۵ھ یا ۹۶ھ میں ہوئی اور امیرالمومنین کی وفات رجب ۱۰۱ھ میں ہوئی اور مدتِ خلافت ڈھائی سال رہی، رضی اللہ تعالٰی عنہما۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

ف: تاریخ وفات امام ابراہیم نخعی وامیرالمومنین عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالٰی عنہما۔

www.alahazratnetwork.org

بُرکاتُ السّماء فی حُکمِ اسراف الماء

(بے جا پانی خرچ کرنے کے حکم کے بارے میں آسمانی برکات)

امرِ پنجم: طہارت میں بے سبب پانی زیادہ خرچ کرنا کیا حکم رکھتا ہے۔

اقول ملاحظۂ کلمات علماء سے اس میں چار قول معلوم ہوتے ہیں اُن میں قوی تر دو ہیں، اور فضلِ الٰہی سے امید ہے کہ بعد تحقیق وحصولِ توفیق اختلاف ہی نہ رہے وباللہ التوفیق۔

(۱) مطلقاً حرام وناجائز ہے حتی کہ اگر نہر جاری میں وضو کرے یا نہائے اُس وقت بھی بلاوجہ صرف گناہ وناروا ہے، یہ قول بعض شافعیہ کا ہے جسے خود شیخ مذہب شافعی سیدنا امام نووی نے شرح صحیح مسلم میں نقل فرما کر ضعیف کردیا، اور اسی طرح دیگر محققینِ شافعیہ نے اُس کی تضعیف کی۔

(۲) مکروہ ہے اگرچہ نہر جاری پر ہو اور کراہت صرف تنزیہی ہے اگرچہ گھر میں ہو یعنی گناہ نہیں صرف خلاف سنّت ہے، حلیہ وبحر الرائق میں اسی کو اوجہ اور امام نووی نے اظہر اور بعض دیگر ائمہ شافعیہ نے صحیح کہا اور حکم آب جاری کو عام ہونے سے قطع نظر کریں تو کلام امام شمس الائمہ حلوانی وامام فقیہ النفس سے بھی اس کا استفادہ ہوتا ہے ہاں شرنبلالی نے مراقی الفلاح میں عموم کی طرف صاف اشارہ کیا اور امام نووی نے شرح صحیح مسلم میں فرمایا:

www.alahazratnetwork.org

اجمع العلماء علی النھی عن الاسراف فی الماء ولوکان علی شاطئ البحر والاظھر انہ مکروہ کراھۃ تنزیہ وقال بعض اصحابنا الاسراف حرام[1]	اس پر علماء کا اجماع ہے کہ پانی میں اسراف منع ہے اگرچہ سمندر کے کنارے پر ہو، اور اظہر یہ ہے کہ مکروہ تنزیہی ہے، اور ہمارے بعض اصحاب نے فرمایا کہ اسراف حرام ہے۔ (ت)

غنیہ وحلیہ میں فرمایا:

م لایسرف فی الماء[2] ش ای لایستعمل منہ فوق الحاجۃ الشرعیۃ[3]	(م کے تحت متن کے الفاظ ہیں ش کے تحت شرح کے ۱۲م) م پانی میں اسراف نہ کرے

ف: مسئلہ وضو یا غسل میں بے سبب پانی زیادہ خرچ کرنے کا کیا حکم ہے اور اس باب میں مصنّف کی تحقیق منفرد۔

[1] شرح صحیح مسلم للنووی کتاب الطہارۃ باب القدر المستحب من الماء الخ دارالفکر بیروت ۲/ ۱۳۷۴

[2] منیۃ المصلی آداب الوضوء مکتبہ قادریہ جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور ص ۲۹

[3] حلیۃ المحلی شرح منیۃ المصلی

م وان كان على شط نهر جار[1] ش ذكر شمس الائمة الحلوانی انه سنة وعليه مشى قاضی خان وهو اوجه كما هو غير خاف فالاسراف يكون مكروها كراهة تنزيه وقد صرح النووى انه الاظهر وحكى حرمة الاسراف عن بعض اهل مذهبه وعبارة بعض المتأخرين منهم و الزيادة فى الغسل على الثلث مكروه على الصحيح وقيل حرام وقيل خلاف الاولى[2]

ش یعنی حاجتِ شرعیہ سے زیادہ پانی استعمال نہ کرے م اگرچہ بہتے دریا کے کنارے ش شمس الائمہ حلوانی نے ذکر کیا کہ یہ سنت ہے۔ اسی پر قاضی خاں چلے اور یہ اَوجہ ہے جیسا کہ پوشیدہ نہیں۔ تو اسراف مکروہ تنزیہی ہوگا۔ اور امام نووی نے اس کے اظہر ہونے کی تصریح کی اور اسراف کا حرام ہونا اپنے بعض اہلِ مذہب سے حکایت کیا۔ اور ان حضرات شافعیہ کے بعض متاخرین کی عبارت یہ ہے: تین بار سے زیادہ دھونا صحیح قول پر مکروہ ہے اور کہا گیا کہ حرام ہے اور کہا گیا کہ خلافِ اَولیٰ ہے۔ (ت)

بحرالرائق میں ہے:

الاسراف هو الاستعمال فوق الحاجة الشرعية وان كان على شط نهر وقد ذكر قاضی خان تركه من السنن ولعله الاوجه فيكون مكروها تنزيها[3]

اسراف یہ ہے کہ حاجتِ شرعیہ سے زیادہ استعمال کرے اگرچہ دریا کے کنارے ہو، اور قاضی خاں نے ذکر کیا ہے کہ اس کا ترک سنت ہے اور شاید یہی اَوجہ ہے تو اسراف مکروہ تنزیہی ہوگا۔ (ت)

(۳) مطلقاً مکروہ تک نہیں، نہ تحریمی نہ تنزیہی، صرف ایک ادب و امرِ مستحب کے خلاف ہے۔ بدائع امام ملک العلما ابوبکر مسعود و فتح القدیر امام محقق علی الاطلاق و منیۃ المصلی وغیرہا میں ترکِ اسراف کو صرف آداب و مستحبات سے شمار کیا سُنّت تک نہ کہا اور مستحب کا ترک مکروہ نہیں ہوتا بلکہ سنت کا۔

حلیہ میں ہے:

قال فى البدائع والادب فيما بين الاسراف والتقتير اذ الحق بين الغلو و

بدائع میں فرمایا ادب اسراف اور تقتیر (زیادتی اور کمی) کے درمیان ہے اس لئے کہ حق غلو اور

---

[1] منیۃ المصلی آداب الوضوء مکتبہ قادریہ جامعہ نظامیہ لاہور ص ۲۹

[2] حلیۃ المحلی شرح منیۃ المصلی

[3] البحرالرائق کتاب الطہارۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۲۹

19 التقصير قال النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم خیر الامور اوسطہا انتہی و ذکر الحلوانی انہ سنۃ فعلی الاول یکون الاسراف غیر مکروہ وعلی الثانی کراھۃ تنزیہ[1]

تقصیر (حد سے تجاوز اور کوتاہی) کے مابین ہے، نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: کاموں میں بہتر درمیانی ہیں، انتہی۔ اور امام حلوانی نے ذکر فرمایا کہ ترکِ اسراف سنّت ہے تو قول اول کی بنیاد پر اسراف مکروہ نہ ہوگا اور ثانی کی بنیاد پر مکروہ تنزیہی ہوگا۔ (ت)

بحر میں ہے:

فی فتح القدیر ان المندوبات نیف و عشرون ترك الاسراف والتقتیر وکلام الناس[2] الخ فعلی کونہ مندوبا لایکون الاسراف مکروھا وعلی کونہ سنۃ یکون مکروھا تنزیھا۔

فتح القدیر میں ہے کہ مندوباتِ وضو بیس[2] سے زیادہ ہیں۔ اسراف وتقتیر اور کلام دنیا کا ترک الخ۔ تو ترک مندوب ہونے کی صورت میں اسراف مکروہ نہ ہوگا اور سنّت ہونے کی صورت میں مکروہ تنزیہی ہوگا۔ (ت)

www.alahazratnetwork.org

غنیہ میں ہے:

(و) من الاداب (ان لایسرف فی الماء) کان ینبغی ان یعدہ فی المناھی لان ترك الادب لاباس بہ[3]

(اور) آداب میں سے یہ ہے کہ (پانی میں اسراف نہ کرے) اسے ممنوعات میں شمار کرنا چاہیے تھا اس لئے کہ ترکِ ادب میں تو کوئی حرج نہیں۔ (ت)

اقول ف طہارت میں ترکِ اسراف کا صرف ایک ادب ہونا مذہب و ظاہر الروایۃ ونص صریح محرر المذہب امام محمد رضی اللہ تعالٰی عنہ ہے، امام بخاری نے خلاصہ فصل ثالث فی الوضو میں ایک جنس سنن و آدابِ وضو میں وضع کی اس میں فرمایا:

ف: تطفل علی الغنیۃ

---

[1] حلیۃ المحلی شرح منیۃ المصلی

[2] البحر الرائق کتاب الطہارۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۲۸

[3] غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی و من الآداب ان یستاک سہیل اکیڈمی لاہور ص ۳۴

اما سنن الوضوء فنقول من السنة غسل اليدين الی الرسغین ثلثا[1] الخ۔

لیکن وضو کی سنتیں، تو ہم کہتے ہیں سنت ہے دونوں ہاتھ گٹوں تک تین بار دھونا الخ (ت)

پھر سنتیں گنا کر فرمایا:

واما اداب الوضوء فی الاصل من الادب ان لایسرف فی الماء ولا یقتر وان یشرب فضل وضوئه او بعضه قائما او قاعدا مستقبل القبلة[2] الخ۔

رہے آدابِ وضو، تو اصل (مبسوط) میں ہے کہ ادب یہ ہے کہ پانی میں نہ اسراف کرے نہ کمی کرے اور اپنے وضو کا بچا ہُوا کُل یا کچھ پانی کھڑے ہو کر یا بیٹھ کر قبلہ رُو پی جائے الخ (ت)

اُسی کا بدائع وفتح القدیر وغنیہ وخلاصہ وہندیہ وغیرہا میں اتباع کیا اور اس سے زائد کس کا اتباع تھا تو اس پر مواخذہ محض بے محل ہے واللہ الموفق۔

(۳) نہر جاری میں اسراف جائز کہ پانی ضائع نہ جائے گا اور اس کے غیر میں مکروہ تحریمی۔ مدقق علائی نے درمختار میں اسی کو مختار رکھا، علامہ مدقق عمر بن نجیم نے نہر الفائق میں کراہت تحریم ہی کو ظاہر کہا اور اسی کو امام قاضی خاں وامام شمس الائمہ حلوانی وغیرہما اکابر کا مفاد کلام قرار دیا کہ ترک اسراف کو سنّت کہنے سے ان کی مراد سنّتِ مؤکدہ ہے اور سنّتِ مؤکدہ کا ترک مکروہ تحریمی نیز مقتضائے کلام امام زیلعی کہ مطلق مکروہ سے غالباً مکروہ تحریمی مراد ہوتا ہے۔ اور بحر الرائق میں اسے قضیۂ کلام ملتقی بتایا کہ اُس میں اسراف کو منہیات سے شمار فرمایا اور ہر منہی عنہ کم از کم مکروہ تحریمی ہے۔

اقول اور یہی عبارت آئندہ جواہر الفتاوٰی سے مستفاد

لفحواها اذ المفاهیم معتبرة فی الکتب کما فی الدر والغمز والشامی وغیرها ولقضیة دلیلها ایضا کما لایخفی۔

اس کے مضمون وسیاق کے پیش نظر کیونکہ کتابوں میں مفہوم معتبر ہوتا ہے جیسا کہ درمختار، غمز العیون اور شامی وغیرہا میں ہے ــــ اور اس کے مقتضائے دلیل کے پیش نظر بھی، جیسا کہ پوشیدہ نہیں۔ (ت)

ف: المفاهیم معتبرة فی الکتب بالاتفاق۔

---

[1] خلاصۃ الفتاوٰی کتاب الطہارت الفصل الثالث مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ۱/ ۲۱

[2] " " " " " ۱/ ۲۵

شرح تنویر میں ہے :

بل فی القهستانی معزیا للجواهر الاسراف فی الماء الجاری جائز لانه غیر مضیع فتأمل[1]

بلکہ قہستانی میں جواہر کے حوالے سے ہے کہ بہتے پانی میں اسراف جائز ہے اس لئے کہ پانی بے کار نہ جائے گا، تو تامل کرو۔ (ت)

پھر فرمایا :

مکروه الاسراف فیه تحریما لو بماء النهر والمملوك له اما الموقوف علی من یتطهر به ومنه ماء المدارس فحرام[2]

پانی میں اسراف مکروہ تحریمی ہے اگر دریا کا پانی یا اپنی ملکیت کا پانی استعمال کرے لیکن طہارت حاصل کرنے والوں کے لئے وقف شدہ پانی ہو جس میں مدارس کا پانی بھی داخل ہے تو اسراف حرام ہے۔ (ت)

بحر میں ہے :

صرح الزیلعی بکراهته وفی المنتقی انه من المنهیات فتکون تحریمیة[3]

امام زیلعی نے اس کے مکروہ ہونے کی صراحت فرمائی اور منتقی میں اسے منہیات سے شمار کیا تو یہ مکروہ تحریمی ہوگا۔ (ت)

www.alahazratnetwork.org

منحۃ الخالق میں نہر سے ہے :

الظاهر انه مکروه تحریما اذ اطلاق الکراهة مصروف الی التحریم فما فی المنتقی موافق لما فی السراج عہ و

ظاہر یہ ہے کہ اسراف مکروہ تحریمی ہے اس لئے کہ کراہت مطلق بولی جائے تو تحریمی کی جانب پھیری جاتی ہے تو منتقی کا کلام سراج کے مطابق ہے اور

عہ قال فی المنحة صوابه لما فی الخانیة کما لا یخفی اذ لا ذکر للسراج فی قوله

منحۃ الخالق میں ہے صحیح یہ کہنا ہے کہ "خانیہ کے مطابق" جیسا کہ پوشیدہ نہیں اس لئے کہ سراج کا کوئی تذکرہ

(باقی برصفحہ آئندہ)

---

[1] الدر المختار | کتاب الطہارۃ | مطبع مجتبائی دہلی | ۲۲/۱

[2] " | " | " | ۲۴/۱

[3] البحر الرائق | " | ایچ ایم سعید کمپنی کراچی | ۲۹/۱

المراد بالسنة المؤكدة لاطلاق — سنّت سے مراد سنتِ مؤکدہ ہے اس لئے کہ اسراف

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

ولا فی الشارح[1] اعنی صاحب البحر، وانا اقول هذا بعید خطا ومعنی، اما الاول فظاهر اذ لامناسبة بین لفظی السراج والخانیة، واما الثانی[ف] فلان النهر فرع موافقة المنتقی المصرح بکونه من المنهیات علی اطلاق الکراهة فان مطلقها یحمل علی التحریم ولا ذکر للکراهة فی عبارة الخانیة نعم اراد توجیه ما فی الخانیة الی ما استظهره بقوله بعدُ[2] والمراد بالسنة الخ والاقرب خطا ومعنی بل الذی یجزم السامع بانه هو الواقع فی اصل نسخة النهر فحرفه الناسخ ان نقول صوابه لما فی الشرح والمراد بالشرح التبیین شرح

نہ تو کلامِ نہر میں ہے نہ کلامِ شارح یعنی کلامِ بحر میں ہے۔

اقول یہ خط اور معنی دونوں اعتبار سے بعید ہے اول تو ظاہر ہے اس لئے کہ لفظ "سراج" اور لفظ "خانیہ" میں کوئی مناسبت نہیں۔ اور ثانی اس لئے کہ کلامِ منتقی جس میں اسراف کے منہیات سے ہونے کی تصریح ہے اس کی کلام دیگر کے ساتھ مطابقت کی تفریع صاحبِ نہر نے اس پر فرمائی ہے کہ کراہت مطلق بولی جاتی ہے تو کراہت تحریم پر محمول ہوتی ہے اور عبارت خانیہ میں کراہت کا کوئی تذکرہ نہیں — ہاں انھوں نے کلامِ خانیہ کی توجیہ اس عبارت سے کرنی چاہی ہے جو بعد میں لکھی ہے کہ سنت سے مراد سنتِ مؤکدہ ہے الخ۔

رسم الخط اور معنی دونوں لحاظ سے قریب تر — بلکہ جسے سننے کے بعد سامع جزم کرے کہ یقیناً نہر کے اصل نسخہ میں یہی ہوگا اور کاتب نے تحریف کردی ہے — یہ ہے کہ ہم کہیں صحیح عبارت "موافق لما فی الشرح" ہے، یعنی کلامِ منتقی اس کے

(باقی برصفحہ آئندہ)

ف: معروضة علی العلامة ش

[1] منحة الخالق علی البحر الرائق — کتاب الطہارۃ — ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۲۹

[2] " " " " " " " "

النھی عن الاسراف وبہ یضعف جعلہ مندوبا۔[1]

سے مطلقًا نہی ہے اور اسی سے اُسے مندوب قرار دینا ضعیف ہوجاتا ہے۔(ت)

اب بتوفیق اللہ تعالٰی یہاں تحقیق مقام وتنقیح مرام وتصحیح احکام ونقض اوہام کے لئے بعض تنبیہات نافعہ ذکر کریں۔

التنبیہ الاول عرض العلامۃ الشامی نور قبرہ السامی بالمحقق صاحب البحر انہ تبع قولا لیس لاحد من اھل المذھب حیث قال"قولہ تحریما الخ نقل ذٰلک فی الحلیۃ عن بعض المتاخرین من الشافعیۃ وتبعہ علیہ فی البحر وغیرہ[2] الخ۔

تنبیہ (۱) علامہ شامی نور قبرہ السامی نے محقق صاحبِ بحر پر تعریض فرمائی کہ انہوں نے ایک ایسے قول کا اتباع کرلیا جو اہلِ مذہب میں سے کسی کا نہیں، اس طرح کہ وہ درمختار کے قول تحریما الخ کے تحت لکھتے ہیں: اسے حلیہ میں بعض متاخرین شافعیہ سے نقل کیا ہے جس کی پیروی صاحبِ بحر وغیرہ نے کرلی ہے الخ۔

اقول لم یتبعہ البحر بل[ف]

اقول صاحبِ بحر نے اس کی پیروی

ف: معروضۃ اخرٰی علیہ۔

www.alahazratnetwork.org

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

مشروح البحر والنھر الکنز للامام الزیلعی فانہ ھو الذی صرح بالکراھۃ واطلقھا ونقلہ البحر وقرنہ بکلام المنتقی واللہ تعالٰی اعلم اھ عفی عنہ۔

مطابق ہے جو شرح میں ہے۔ اور شرح سے مراد امام زیلعی کی تبیین الحقائق ہے جو البحر الرائق اور النہر الفائق کے متن کنز الدقائق کی شرح ہے۔ اسی میں کراہت کی صراحت اور اطلاق ہے اسی کو صاحبِ بحر نے نقل کیا اور اس کے ساتھ منتقی کا کلام ملادیا۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

---

[1] منحۃ الخالق علی البحر الرائق کتاب الطہارۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۲۹

[2] ردالمحتار " دار احیاء التراث العربی بیروت ۱/۸۹

استوجه كراهة التنزيه ثم نقل عن الزيلعي كراهته وعن المنتقى النهي عنه وافادان مقتضاه كراهة التحريم وهذا ليس اختيارا له بل اخبار عما يعطيه كلام المنتقى كما اخبراولا ان قضية عدم الفتح تركه من المندوبات عدم كراهته اصلا فليس فيه ميل اليه فضلا عن الاتباع عليه ولاسيما ليس في كلامه التنصيص بجريان الحكم في الماء الجاري والاطلاق لايسد ههنا مسد الافصاح بالتعميم للفرق البين بالتضييع وعدمه فكيف يجعل متابعا للقول الاول وعن هذا ذكرنا كل من قضية كلامه المنع في القول الرابع دون الاول اذ لاينسب الاالى من يفصح بشمول الحكم النهر ايضا نعم تبعه عليه في الغنية اذ قال الاسراف مكروه بل حرام وان كان على شط نهر جار لقوله تعالى ولا تبذر

نہیں کی بلکہ انھوں نے مکروہ تنزیہی ہونے کو اوجہ کہا پھر امام زیلعی سے اس کا مکروہ ہونا اور منتقی سے منہی عنہ ہونا نقل کیا اور افادہ کیا کہ اس کا مقتضا کراہت تحریم ہے۔ یہ اس قول کو اختیار کرنا نہ ہوا بلکہ کلام منتقی سے جو مفہوم اخذ ہوتا ہے اسے بتانا ہوا جیسے اس سے پہلے انھوں نے بتایا کہ صاحب فتح کے ترک اسراف کو مندوبات سے شمار کرنے کا مقتضا یہ ہے کہ اسراف بالکل مکروہ نہ ہو تو اس میں اس کا اتباع درکنار اس کی جانب میلان بھی نہیں، خصوصاً جبکہ ان کے کلام میں آبِ رواں کے اندر حکمِ اسراف جاری ہونے کی تصریح بھی نہیں۔ اور مطلق بولنا اس مقام پر حکم کو صاف صریح طور پر عام قرار دینے کے قائم مقام نہیں ہوسکتا اس لئے کہ پانی کو ضائع کرنے اور نہ کرنے کا بیّن فرق موجود ہے تو انھیں قول اول کا متبع کیسے ٹھہرایا جاسکتا ہے — اسی لئے جن حضرات کے کلام کا مقتضا ممانعت ہے انھیں ہم نے قول چہارم میں ذکر کیا، قول اول کے تحت ذکر نہ کیا اس لئے کہ قولِ اول اسی کی جانب منسوب ہوسکتا ہے جو صاف طور پر اس کا قائل ہو کہ اسراف کا حکم دریا کو بھی شامل ہے — ہاں اس قول کی پیروی غنیہ میں ہے کیونکہ اس کے الفاظ یہ ہیں: اسراف مکروہ بلکہ حرام ہے اگرچہ نہر جاری کے کنارے ہو اس لئے کہ باری تعالٰی کا ارشاد ہے

www.alahazratnetwork.org

ف: معروضة ثالثة عليه

تبذیرا[1] اھ۔

التنبیہ الثانی کان عرض علی البحر رائق بالتصریح علی الدر فقال ما ذکرہ الشارح ھنا فقد علمت انہ لیس من کلام مشائخ المذہب[2] اھ۔

اقول والدر ایضا مصفّی عن ھذا الکدر کدرمکنون وانما اغتر المحشی العلامۃ بقولہ لو بماء النھر ولم یفرق بین تعبیری التوضی من النھر و بماء النھر ورأیتنی کتبت ھٰھنا علی الدر قولہ لو بماء النھر:

اقول ای ف الارض لا فی النھر واراد تعمیم الماء المباح والمملوک اخراجا للماء الموقوف فلا ینافی ما قدمہ عن القھستانی عن الجواھر[3] اھ ما کتبت علیہ۔

ولا تبذر تبذیرا اور فضول خرچی ذکر اھ۔ (ت)

تنبیہ (۲) صاحب بحر پر تو تعریض کی تھی اور صاحب درمختار کے معاملہ میں تو تصریح کردی اور لکھا کہ "شارح نے یہاں جو بیان کیا تمھیں معلوم ہے کہ وہ مشائخ مذہب میں سے کسی کا کلام نہیں" اھ

اقول اس کدورت سے دُر بھی کسی دُرِ مکنون کی طرح صاف ہے ــــ علامہ محشی کو درمختار کے لفظ "لو بماء النھر" سے دھوکا ہوا اور التوضی من النھر اور التوضی بماء النھر (دریا سے وضو کرنا اور دریا کے پانی سے وضو کرنا) کی تعبیروں میں فرق نہ کرسکے۔ یہاں دُرِمختار کے قول "لو بماء النھر" پر دیکھا کہ میں نے یہ حاشیہ لکھا ہے:

اقول (پانی میں اسراف مکروہ تحریمی ہے اگر نہر کے پانی سے طہارت حاصل کرے) یعنی نہر کے پانی سے زمین میں (وضو کرے) نہر کے اندر نہیں انھوں نے وقف شدہ پانی کو خارج کرنے کے لئے حکم آب مباح اور آب مملوک کو عام کرنا چاہا ہے تو یہ اس کے منافی نہیں جو وہ قہستانی کے حوالے سے جواہر سے سابقاً نقل کرچکے اھ۔ میرا حاشیہ ختم ہوا۔

www.alahazratnetwork.org

ف: معروضۃ رابعۃ علیہ

---

[1] غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی ومن الآداب ان یستاک سہیل اکیڈمی لاہور ص ۳۴ و ۳۵
[2] رد المحتار کتاب الطہارۃ داراحیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۹۰
[3] جد الممتار علی رد المحتار " المجمع الاسلامی مبارکپور اعظم گڑھ (ہند) ۱/ ۹۹

وممّا اکد الاشتباہ علی العلامۃ المحشی ان المحقق الحلبی فی الحلیۃ نقل مسألۃ الماء الموقوف وماء المدارس عن عبارۃ الشافعی المتأخر فتمامھا بعد قولہ مکروہ علی الصحیح وقیل حرام وقیل خلاف الاولٰی و محل الخلاف ما اذا توضأ من نھر او ماء مملوک لہ فان توضأ من ماء موقوف حرمۃ الزیادۃ والسرف بلاخلاف لان الزیادۃ غیر ماذون فیھا وماء المدارس من ھذا القبیل لانہ انما یوقف ویساق لمن یتوضوء الوضوء الشرعی ولم یقصد اباحتھا لغیر ذٰلک اھ[1]۔

ثم رأی المسألتین فی عبارۃ البحر والدر ورای الحکم فیھما بکراھۃ التحریم فسبق الی خاطرہ انھما تبعا قیل التحریم العام ولیس کذٰلک فان حرمۃ الاسراف فی الاوقات مجمع علیھا وقد غیرا فی التعبیر بما یبرئھما عن تعمیم التحریم، فلم یقولا توضأ من نھر بل قال البحر ھذا اذا کان

اور علامہ شامی کے اشتباہ کو تقویت اس سے بھی ملی کہ محقق حلبی نے آب موقوف اور آب مدارس کا مسئلہ شافعی متاخر کی عبارت سے نقل کیا کیونکہ ان شافعی کے قول "مکروہ بر قولِ صحیح، اور کہا گیا حرام اور کہا گیا خلافِ اولٰی" کے بعد ان کی بقیہ عبارت یہ ہے: اور محلِ اختلاف وہ صورت ہے جب نہر سے وضو کیا ہو یا اپنی ملکیت کے پانی سے کیا ہو تو زیادتی و اسراف بلا اختلاف حرام ہے اس لئے کہ زیادتی کی اجازت نہیں اور مدارس کا پانی اسی قبیل سے ہے اس لئے کہ وہ ان لوگوں کے لئے وقف ہوتا اور لایا جاتا ہے جو اس سے وضوئے شرعی کریں اور ان کے علاوہ کے لئے اس کی اباحت مقصود نہیں ہوتی اھ۔

پھر علامہ شامی نے یہ دونوں مسئلے بحر اور در کی عبارتوں میں بھی دیکھے یعنی یہ کہ ان دونوں میں کراہت تحریم کا حکم موجود ہے۔ تو ان کا ذہن اس طرف چلا گیا کہ دونوں نے تحریم عام کے قول کی پیروی کر لی ہے۔ حالاں کہ ایسا نہیں۔ اس لئے کہ اوقاف میں اسراف کی حرمت اجماعی ہے اور دونوں حضرات نے تعبیر میں اتنی تبدیلی کر دی جس کے باعث تحریم کو عام قرار دینے سے بری ہو گئے ــ تو ان حضرات نے "توضأ من نھر" (دریا سے وضو کیا) نہ کہا بلکہ بحر نے کہا: ھذا اذا کان

[1] حلیۃ المحلی شرح منیۃ المصلی

www.alahazratnetwork.org

ماء نهر[1] وقال الدر لو بماء النهر[2] والفرق فی التعبیرین لایخفی علی المتأمل۔

ماء نہر (یہ حکم اس وقت ہے جب دریا کا پانی ہو الخ) اور صاحب درمختار نے کہا، لوبماء النھر (اگر دریا کے پانی سے وضو کرے الخ) اور تأمل کرنے والے پر دونوں تعبیروں کا فرق مخفی نہیں۔

وبیان ذلک علی ما **اقول** ان التوضئ من النھر وان لم یدل مطابقۃ الاعلی التوضی بالاغتراف منہ لکن یدل عرفا علی نفی الواسطۃ فمن ملأکوزا من نھر و اغترف عند التوضی من الکوز لایقال توضأ من النھر بل من الکوز الاعلی ارادۃ حذف ای بماء ماخوذ من النھر والتوضی من نھر بلا واسطۃ انما یکون فی متعارف الناس بان تدخل النھر او تجلس علی شاطئہ وتغترف منہ بیدك وتتوضأ فیہ فوقوع الغسالۃ فی النھر ھو الطریق المعروف للتوضی من النھر فیدل علیہ دلالۃ التزام للعرف المعھود

اقول اس کی توضیح یہ ہے کہ التوضی من النھر (دریا سے وضو کرنا) اگرمعنی مطابقی کے لحاظ سے یہی بتاتا ہے کہ اس سے ہاتھ یا برتن میں پانی لے کر وضو کرنا ــ لیکن عرفاً اس کا معنی یہ ہوتا ہے کہ اس سے بغیر کسی واسطہ کے وضو کرنا تو اگر کسی نے برتن میں دریا سے پانی بھرلیا اور وضو کے وقت برتن سے ہاتھ میں پانی لے کر وضو کیا تو یہ نہ کہا جائے گا کہ اس نے دریا سے وضو کیا بلکہ یہی کہا جائے گا کہ برتن سے وضو کیا۔ مگر حذف مراد لے کر کوئی کہہ سکتا ہے کہ دریا سے ــ یعنی دریا سے لئے ہوئے پانی سے وضو کیا ــ اور نہر سے بلاواسطہ وضو کرنے کی صورت لوگوں کے عرف میں یہ ہوتی ہے کہ کوئی دریا کے اندر جاکر ـــــــــــ یا اس کے کنارے بیٹھ کر اس سے ہاتھ میں پانی لیتے ہوئے اسی میں وضو کرے کہ غسالہ دریا ہی میں گرے یہی نہر سے وضو کا معروف طریقہ ہے کہ غسالہ اسی میں گرتا ہے تو عرف معلوم کے سبب اس پر اس

---

[1] البحرالرائق کتاب الطہارۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۲۹

[2] الدرالمختار " مطبع مجتبائی دہلی ۱/۲۴

www.alahazratnetwork.org

بخلاف التوضی بماء النھر فلا دلالۃ
لہ علی وقوع الغسالۃ فی شیئ اصلا
الا تری ان من توضأ فی بیتہ بماء
جُلب من النھر تقول توضأ بماء
النھر لا من النھر ھذا ھو
العرف الفاشی، والفرق
فی الاسراف بین الماء الجاری
وغیرہ بانہ تضییع فی غیرہ
لا فیہ، انما یبتنی علی وقوع
الغسالۃ فیہ ولا مدخل
فیہ للاغتراف، فمن ملأ جرۃ
من نھر وسکبھا علی الارض
من دون نفع فقد ضیع
وان افرغ جرۃ عندہ فی
نھر لم یضیع والدال علی
ھذا المبنی ھو لفظ من
نھر لا لفظ بماء النھر کما
علمت، ففی الاول تکون
دلالۃ علی تعمیم التحریم
لا فی الثانی ھذا ھو
الفارق بین تعبیر ذٰلک
الشافعی وتعبیر البحر
والدر وحینئذ یجد
الدر معہ الجواھر و
والمنتقی والنھر وغیرھا فلا یکون

لفظ کی دلالت التزامی پائی جائے گی — اور
التوضی بماء النھر (دریا کے پانی سے وضو کرنے) کا
مفہوم یہ نہیں ہوتا اس لفظ کی دلالت کسی چیز کے
اندر غسالہ کے گرنے پر بالکل نہیں ہوتی۔ دیکھئے اگر
کسی نے اپنے گھر میں اُس پانی سے وضو کیا جو دریا
سے لایا گیا تھا تو یہ کہا جائے گا کہ اس نے دریا کے
پانی سے وضو کیا اور یہ نہ کہا جائے گا کہ اس نے دریا
سے وضو کیا۔ یہی عام مشہور عرف ہے۔ آبِ رواں
اور غیر رواں کے درمیان اسراف میں یہ فرق کہ
غیر جاری میں پانی برباد ہوتا ہے اور جاری میں
برباد نہیں ہوتا، اس کی بنیاد غسالہ کے اس کے
اندر گرنے ہی پر ہے — اور اس فرق میں ہاتھ یا
برتن سے پانی لینے کو کوئی دخل نہیں کیوں کہ اگر کسی
نے دریا سے گھڑا بھر کر زمین پر بے فائدہ بہادیا تو
اس نے پانی برباد کیا — اور اگر اپنے پاس کا بھرا ہوا
گھڑا دریا میں اُنڈیل دیا تو اس نے پانی برباد نہ کیا
اور اس بنیاد کو بتانے والا لفظ وہی "من نھر"
(دریا سے) ہے "بماء النھر" (دریا کے پانی سے)
نہیں جیسا کہ واضح ہوا۔ تو من نھر کہنے میں
اس پر دلالت ہوتی ہے کہ حکم تحریم دریا سے وضو
کو بھی شامل ہے اور بماء النھر کہنے میں یہ دلالت
نہیں ہوتی۔ یہی فرق ہے ان شافعی کی تعبیر میں
اور بحر و دُر کی تعبیر میں — اور جب ایسا ہے تو
صاحبِ دُر اپنے ساتھ جواہر کو بھی پائیں گے اور
ملتقی ونہر وغیرہا کو بھی — تو وہ غیر مذہب کے کسی

www.alahazratnetwork.org

متبعا القيل في غير المذهب۔

اقول بتحقيقنا هذا ظهر الجواب عما اخذ به الامام المحقق الحلبي في الحلية على المشائخ حيث يطلقون ههنا من مكان في يقولون توضأ من حوض من نهر من كذا ويريدون وقوع الغسالة فيه قال في المنية اذا كان الرجال صفوفا يتوضؤن من حوض كبير جاز[1] قال في الحلية التوضي منه لايستلزم البتة وقوع الغسالة فيه بخلاف التوضي فيه ووقوع غسالاتهم فيه هو مقصود الافادة واطال في ذلك وكرره في مواضع من كتابه وهو من باب التدقيق والمشائخ يتساهلون باكثر من هذا فكيف وهو المفاد من جهة المعتاد۔

قولِ ضعیف کی پیروی کرنے والے نہ ہوں گے۔

اقول ہماری اسی تحقیق سے اس کا جواب بھی واضح ہوگیا جو امام محقق حلبی نے حلیہ میں حضرات مشائخ پر گرفت کی ہے اس طرح کہ وہ حضرات یہاں "فی" (میں) کی جگہ "من" (سے) بولتے ہیں کہتے ہیں توضأ من حوض، من نہر، من کذا (حوض سے، دریا سے، فلاں سے وضو کیا) اور مراد یہ لیتے ہیں کہ غسالہ اسی میں گرا۔ منیہ میں لکھا: جب بہت سے لوگ قطاروں میں کسی بڑے حوض سے وضو کریں تو جائز ہے ــــ اس پر حلیہ میں لکھا، حوض سے وضو کرنا قطعی طور پر اس بات کو مستلزم نہیں کہ غسالہ اسی میں گرے بخلاف حوض میں وضو کرنے کے ــــ اور لوگوں کا غسالہ اس میں گرنا ہی یہی بتانا مقصود ہے ــــ اس اعتراض کو بہت طویل بیان کیا ہے اور اپنی کتاب کے متعدد مقامات پر بار بار ذکر کیا ہے حالاں کہ یہ عبارت میں بے جا تدقیق کے باب سے ہے۔ حضرات مشائخ تو اس سے بہت زیادہ تسامح سے کام لیتے ہیں پھر اس میں کیا جب کہ عرف عام اور طریق معمول کا مفاد بھی یہی ہے۔ (ت)

ف: تطفل على الحلية

---

[1] منية المصلی فصل فی الحیاض مکتبہ قادریہ جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور ص ۶۷

[2] حلیۃ المحلی شرح منیۃ المصلی

تنبیہ (۳) علامہ عمر بن نجیم نے نہرالفائق میں قول سوم کو دوم کی طرف راجع کیا اور اپنے شیخ اکرم و اخ اعظم محقق زین رحمہما اللہ تعالٰی کی تقریر سے یہ جواب دیا کہ ترک اسراف کو ادب یا مستحب گننا اسے مقتضی نہیں کہ اسراف مکروہِ تنزیہی بھی نہ ہُوا کہ آخر خلافِ مستحب ہے اور خلافِ مستحب خلافِ اولٰی اور خلافِ اولٰی مکروہِ تنزیہی۔

قال فی المنحة قال فی النھر لا نسلم ان ترك المندوب غیر مکروہ تنزیھا لما فی فتح القدیر من الجنائز و الشھادات ان مرجع کراھة التنزیه خلاف الاولٰی ولا شك ان تارك المندوب اٰت بخلاف الاولٰی اھ[1]

منحۃ الخالق میں ہے نہر میں کہا، ہم اسے نہیں مانتے کہ ترک مندوب، مکروہ تنزیہی نہیں اس لئے کہ فتح القدیر میں جنائز اور کتاب الشہادات میں لکھا ہے کہ کراہت تنزیہ کا مآل خلافِ اولٰی ہے اور مندوب کو ترک کرنے والا بلاشبہہ خلافِ اولٰی کا مرتکب ہے اھ۔ (ت)

یہی جواب کلام بدائع پر محقق حلبی کی تقریر سے ہوگا۔ علامہ شامی نے یہاں اُسے مقرر رکھا اور ردالمحتار میں صراحۃً اُس کا اتباع کیا،

حیث قال مامشی علیه فی الفتح و البدائع وغیرھما من جعل ترکه مندوبا فیکرہ تنزیھا[2] اھ۔

اس طرح وہ کہتے ہیں: جس پر فتح، بدائع وغیرہما میں گئے ہیں وہ یہ ہے کہ ترک اسراف کو مندوب قرار دیا ہے تو وہ اسراف تنزیہی ہوگا اھ (ت)

اقول و باللہ استعین (میں اللہ سے مدد طلب کرتا ہُوں۔ ت)

اوّلاً[ف] یہ معلوم کیجئے کہ مکروہ تنزیہی کی تحدید میں کلماتِ علما مختلف بھی ہیں اور مضطرب بھی، فتح القدیر کی طرح نہ ایک کتاب بلکہ بکثرت کتب میں ہے کہ کراہت تنزیہ کا مرجع خلافِ اولٰی ہے اس طور پر ہر مستحب کا ترک بھی مکروہِ تنزیہی ہونا چاہئے۔ درمختار آخر مکروہاتِ نماز میں ہے،

یکرہ ترك کل سنة و مستحب[3]۔

ہر سنّت و مستحب کا ترک مکروہ ہے۔ (ت)

ف: مکروہ تنزیہی کی تحدید میں عُلماء کا اختلاف اور عبارات میں اضطراب۔

---

[1] منحۃ الخالق علی البحر الرائق کتاب الطہارۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۲۹

[2] ردالمحتار کتاب الطہارۃ مطلب فی الاسراف فی الوضوء دار احیاء التراث العربی بیروت ۱/۹۰

[3] الدرالمختار کتاب الصلوٰۃ باب مایفسد الصلوٰۃ ومایکرہ فیہا مطبع مجتبائی دہلی ۱/۹۲

اور بہت محققین کراہت کے لئے دلیل خاص یا صیغۂ نہی کی حاجت جانتے ہیں یعنی جبکہ فعل سے باز رہنے کی طلب غیر حتمی پر دال ہو۔

اقول ولو قطعی[ف۱] الثبوت فان المدار علی ماذکرنا من حال الطلب کما قدمنا تحقیقه فی الجود الحلو وان قال فی الحلیة من صدر الکتاب" المنهی خلاف المامور فان کان النهی المتعلق به قطعی الثبوت والدلالة فحرام وان کان ظنی الثبوت دون الدلالة او بالعکس فمکروه تحریما وان کان ظنی الثبوت و الدلالة فمکروه تنزیها[۱] اھ۔

اقول اگرچہ دلیل قطعی الثبوت ہو اس لئے کہ مدار اسی پر ہے جسے ہم نے ذکر کیا یعنی یہ کہ طلب کا حال کیا ہے حتمی ہے یا غیر حتمی، جیسا کہ اس کی تحقیق الجود الحلو میں ہم کرچکے۔ اگرچہ حلیہ کے اندر شروع کتاب میں یہ لکھا ہے، منہی، مامور کا مخالف ہے۔ اگر اس سے تعلق رکھنے والی نہی ثبوت اور دلالت میں قطعی ہو تو وہ حرام ہے۔ اور اگر ثبوت میں ظنی ہو دلالت میں نہیں، یا برعکس صورت ہو تو مکروہ تحریمی ہے۔ اور اگر ثبوت و دلالت میں ظنی ہو تو مکروہ تنزیہی ہے اھ۔ (ت)

اور شک نہیں کہ اس تقدیر پر ترک مستحب مکروہ نہ ہوگا۔ مجمع الانہر باب الاذان میں ہے:

لاکراهة فی ترك المندوب[۲]۔

ترکِ مندوب میں کوئی کراہت نہیں۔ (ت)

اضطراب یہ کہ جن صاحبِ فتح[ف۲] قدس سرہٗ نے جابجا تصریح فرمائی کہ خلافِ اولٰی مکروہ تنزیہی ہے اور اوقاتِ مکروہہ نماز میں فرمایا کہ جانبِ ترک میں مکروہ تنزیہی جانبِ فعل میں مندوب کے رتبہ میں ہے:

حیث قال التحریم فی مقابلة الفرض فی الرتبة وکراهة التحریم فی رتبة الواجب والتنزیه برتبة المندوب[۳]

ان کے الفاظ یہ ہیں، تحریم رتبہ میں فرض کے مقابل ہے اور کراہت تحریم رتبہ میں واجب کے مقابل اور کراہت تنزیہ مندوب کے رتبہ میں ہے (ت)

ف۱، تطفل علی الحلیة

ف۲، تطفل ماعلی الفتح۔

---

[۱] حلیة المحلی شرح غنیة المصلی

[۲] مجمع الانہر شرح ملتقی الابحر کتاب الصلوٰة باب الاذان داراحیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۷۵

[۳] فتح القدیر کتاب الصلوٰة باب المواقیت فصل فی الاوقات المکروہة مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/ ۲۰۲

اُنھیں نے تحریر الاصول میں فرمایا کہ مکروہِ تنزیہی وہ ہے جس میں صیغۂ نہی وارد ہو اور جس میں نہی نہیں وہ خلافِ اولٰی ہے اور کراہت تنزیہ کا مرجع خلافِ اولٰی کی طرف ہونا ایک اطلاق موسع کی بنا پر ہے

حیث قال فی الباب الاول من المقالۃ الثانیۃ من التحریر مسألۃ اطلاق المامور بہ علی المندوب مانصہ "المکروہ منھی ای اصطلاحا حقیقۃ مجازا لغۃ و المراد تنزیھا ویطلق علی الحرام وخلاف الاولٰی ممالاصیغۃ فیہ والا فالتنزیھیۃ مرجعھا الیہ"[1]

اس طرح کہ تحریر الاصول مقالۂ دوم کے باب اول مسألہ اطلاق المامور بہ علے المندوب کے تحت لکھا: مکروہ اصطلاح میں حقیقۃً منہی ہے اور لغت میں مجازاً ــــ اور مکروہ سے مراد تنزیہی ہے اور اس کا اطلاق حرام پر بھی ہوتا ہے اور اس خلافِ اولٰی پر بھی جس سے متعلق صیغۂ نہی وارد نہیں ورنہ کراہت تنزیہ کا مرجع وہی ہے (جس میں صیغۂ نہی وارد ہو)۔ (ت)

جس حلیہ[ف۱] میں یہ فرمایا کہ علی الاول یکون الاسراف غیر مکروہ[2] (اسراف کو خلافِ ادب ٹھہرانے والے قول پر اسراف مکروہ نہ ہوگا۔ ت) اُسی کے صدر میں ہے:

المکروہ تنزیھا مرجعہ الی خلاف الاولٰی والظاھر انھما متساویان[3]

مکروہ تنزیہی کا مرجع خلاف اولٰی ہے اور ظاہر یہ ہے کہ دونوں میں تساوی ہے۔ (ت)

جس غنیہ[ف۲] کے اوقات (نماز) میں باتباع فتح تصریح فرمائی کہ التنزیھیۃ مقابلۃ المندوب[4] (کراہتِ تنزیہیہ بمقابلۂ مندوب ہے۔ ت) اُسی کے مکروہاتِ صلوٰۃ میں فرمایا:

الفعل ان تضمن ترک واجب فھو مکروہ کراھۃ تحریم، وان تضمن ترک سنۃ فھو مکروہ

فعل اگر ترکِ واجب پر مشتمل ہو تو مکروہِ تحریمی ہے اور ترکِ سنّت پر مشتمل ہو تو مکروہِ تنزیہی، لیکن

ف۱: تطفل علی الحلیۃ

ف۲: تطفل علی الغنیۃ

---

[1] التحریر فی اصول الفقہ المقالۃ الثانیہ الباب الاول مصطفی البابی مصر ص ۲۵۶ و ۲۵۷

[2] حلیۃ المحلی شرح منیۃ المصلی

[3] " " " " "

[4] غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی الشرط الخامس سہیل اکیڈمی لاہور ص ۲۳۶

www.alahazratnetwork.org

کراھة تنزیه ولکن تتفاوت فی الشدة والقرب من التحریمیة بحسب تأکد السنة۔[1]

یہ شدت اور مکروہِ تحریمی سے قرب کے معاملہ میں سنت کے تاکید پانے کے لحاظ سے تفاوت رکھتا ہے۔ (ت)

نیز صدرِ کتاب میں فرمایا:

(اعلم ان للصلوٰۃ سُنَنًا) وترکہا یوجب کراھة تنزیه (وآدابا) جمع ادب ولاباس بترکہ ولاکراھة (وکراھیة) والمراد بہا مایتضمن ترك سنة وھو کراھة تنزیه او ترك واجب وھو کراھة التحریم۔[2]

(واضح ہو کہ نماز کی کچھ سُنتیں ہیں) اور ان کا ترک کراہت تنزیہ کا موجب ہے (اور کچھ آداب ہیں) یہ ادب کی جمع ہے اور اس کے ترک میں کوئی حرج اور کراہت نہیں (اور کچھ مکروہات ہیں) ان سے مراد وہ جو ترکِ سُنت پر مشتمل ہو یہ مکروہ تنزیہی ہے یا وہ جو ترک واجب پر مشتمل ہو یہ مکروہ تحریمی ہے۔ (ت)

جس بحر[ف] کے اوقات (نماز) میں تھا التنزیه فی مرتبة المندوب[3] (کراہت تنزیہی مندوب کے مقابل مرتبہ میں ہے۔ ت) اُسی کے باب العیدین میں فرمایا:

www.alahazratnetwork.org

لایلزم من ترك المستحب ثبوت الکراھة اذلابد لہا من دلیل خاص فلذا کان المختار عدم کراھة الاکل قبل الصلوٰۃ[4] اھ ای صلوٰۃ الاضحٰی۔

ترکِ مستحب سے کراہت لازم نہیں اس لئے کہ کراہت کے لئے دلیل خاص ضروری ہے۔ اسی لئے مختار یہ ہے کہ نماز عید قرباں سے پہلے کھالینا مکروہ نہیں۔ (ت)

اور دربارۂ ترکِ اسراف[ع] ان کا کلام گزرا اُسی کے مکروہاتِ نماز میں ایسی ہی تصریح فرما کر پھر

ف: تطفل علی البحر

ع: نیز ثانیاً میں اُن کا کلام آتا ہے کہ امام زیلعی نے لطم وجہ کو مکروہ لکھا تو اس کا ترک سنت ہوگا نہ کہ مستحب ۱۲ منہ غفرلہ۔

---

[1] غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی فصل مکروہات الصلوٰۃ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۳۴۵

[2] ؍؍ ؍؍ ؍؍ مقدمۃ الکتاب ؍؍ ؍؍ ؍؍ ۱۲

[3] البحر الرائق کتاب الصلوٰۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۲۴۹

[4] ؍؍ باب العیدین ؍؍ ؍؍ ؍؍ ۲/۱۶۳

خود اس پر اشکال وارد کر دیا کہ ہر مستحب خلافِ اولیٰ ہے اور یہی کراہت تنزیہ کا حاصل،

حیث قال السنۃ ان کانت غیر مؤکدۃ فترکھا مکروہ تنزیھا وان کان الشیئ مستحبا او مندوبا ولیس بسنۃ فینبغی ان لایکون ترکہ مکروھا اصلا کما صرحوا بہ انہ یستحب یوم الاضحی ان لایأکل قالوا ولو اکل فلیس بمکروہ فلم یلزم من ترک المندوب ثبوت کراھتہ الا انہ یشکل علیہ ماقالوہ ان المکروہ تنزیھا خلاف الاولی ولاشک ان ترک المستحب خلاف الاولی[1] اھ۔

ان کے الفاظ یہ ہیں، سنّت اگر غیر مؤکدہ ہو تو اس کا ترک مکروہ تنزیہی ہے اور کوئی شَے مستحب یا مندوب ہے اور سنّت نہیں ہے تو اس کا ترک مکروہ بالکل نہ ہونا چاہیے جیسے علماء نے تصریح فرمائی کہ عید اضحٰے کے دن نماز سے پہلے کچھ نہ کھانا مستحب ہے اور یہ بھی فرمایا کہ اگر کھا لیا تو مکروہ نہیں تو ترکِ مستحب سے کراہت کا ثبوت لازم نہ ہوا مگر اس پر اشکال علماء کے اس قول سے پڑتا ہے کہ مکروہ تنزیہی خلاف اولٰے ہے اور اس میں شک نہیں کہ ترکِ مستحب خلافِ اولیٰ ہے اھ۔

اما العلامۃ الشامی فاضطرب اقوالہ ھھنا اکثر واوفر ففی مستحبات الوضوء نقل مسألۃ الاکل یوم الاضحی واستظھر ان ترک المستحب لایکرہ حیث قال "اقول وھذا ھو الظاھر ان النوافل فعلھا اولی ولایقال ترکھا مکروہ[2]" اھ ثم بعد صفحۃ رجع وقال قدمنا ان الترک المندوب

لیکن علامہ شامی تو ان کے اقوال کا اضطراب یہاں بہت بڑھا ہوا ہے۔ مستحباتِ وضو میں روزِ اضحٰی کھانے کا مسئلہ نقل کیا اور ترکِ مستحب کے مکروہ نہ ہونے کو ظاہر کہا، عبارت یہ ہے، میں کہتا ہوں یہی ظاہر ہے اس لئے کہ نوافل کی ادائیگی اولٰے ہے اور یہ نہیں کہا جا سکتا کہ ان کا ترک مکروہ ہے اھ ــــــ پھر ایک صفحہ کے بعد رجوع کیا اور کہا، ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ

www.alahazratnetwork.org

ف: معروضۃ علی العلامۃ ش

[1] البحر الرائق کتاب الصلوٰۃ باب مایفسد الصلوٰۃ ومایکرہ فیہا ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/۳۲

[2] ردالمحتار کتاب الطہارۃ مستحبات الوضوء داراحیاء التراث العربی بیروت ۱/۸۴

مکروہ تنزیہا[1] اھ۔ وقال[ف1] فی مکروھات الوضوء المکروہ تنزیہا یرادف خلاف الاولیٰ[2] اھ ورجع آخر مکروھات الصلوۃ فقال الظاھر ان خلاف الاولیٰ اعم فقد لایکون مکروھا حیث لادلیل خاص کترک صلوۃ الضحی[3] اھ وقال[ف2] فی صدرھا قلت ویعرف ایضا بلادلیل نھی خاص بان تضمن ترک واجب او سنۃ فالاول مکروہ تحریما والثانی تنزیہا[4] اھ ورجع فی اخرھا فقال بعد مامرّ وبہ یظھر ان کون ترک المستحب راجعا الی خلاف الاولیٰ لایلزم منہ ان یکون مکروھا الابنھی خاص لان الکراھۃ حکم شرعی فلابد لہ من دلیل[5] اھ۔ 20

ترکِ مندوب مکروہِ تنزیہی ہے اھ ۔ مکروہاتِ وضو میں کہا، مکروہِ تنزیہی خلافِ اولیٰ کا مرادف ہے اھ ۔ اور مکروہاتِ نماز کے آخر میں رجوع کرکے کہا: ظاہر یہ ہے کہ خلافِ اولیٰ اعم ہے بعض اوقات یہ مکروہ نہیں ہوتا، ایسی جگہ جہاں کوئی دلیل خاص نہ ہو جیسے نمازِ چاشت کا ترک اھ ۔ مکروہاتِ نماز کے شروع میں کہا: میں کہتا ہوں اس کی معرفت نہی خاص کی دلیل کے بغیر بھی ہوتی ہے اس طرح کہ کسی واجب یا سنّت کے ترک پر مشتمل ہو۔ اول مکروہ تحریمی ہے اور ثانی مکروہ تنزیہی اھ ۔ اور مکروہاتِ نماز کے آخر میں رجوع کیا اس طرح کہ مذکورہ بالا عبارت کے بعد کہا: اور اسی سے ظاہر ہوتا ہے کہ ترکِ مستحب خلافِ اولیٰ کی طرف راجع ہونے سے مکروہ ہونا لازم نہیں مگر یہ کہ خاص نہی ہو اس لئے کہ کراہت ایک حکم شرعی ہے تو اس کے لئے کوئی دلیل ضروری ہے اھ ۔

www.alahazratnetwork.org

ف1: معروضۃ اخری علیہ

ف2: معروضۃ ثالث علیہ

[1] ردالمحتار کتاب الطہارۃ مستحبات الوضوء دار احیاء التراث العربی بیروت ۸۵/۱

[2] " " مکروہات الوضوء " " " " ۸۹/۱

[3] " کتاب الصلوۃ باب یفسد الصلوۃ ومایکرہ فیہا " " " " ۴۳۹/۱

[4] " " " " " " " " ۴۲۹/۱

[5] " " " " " " " " ۴۳۹/۱

20
20

ثم بعد ورقة رجع عن هذا الرجوع فقال فی مسألة استقبال النیرین فی الخلاء "الظاھر ان الکراھة فیه تنزیھیة مالم یرد نھی خاص[1] اھ۔ وقال فی المنحة عند قول البحر قد صرحوا بان التفات البصر یمنة ویسرة من غیر تحویل الوجه اصلا غیر مکروہ مطلقا والاولی ترکه لغیر حاجة مانصه ای فیکون مکروھا تنزیھا کما ھو مرجع خلاف الاولی کما مر[عه1]۔ وبه صرح فی النھر وفی الزیلعی و شرح الملتقی للباقانی انه مباح لانه صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم کان یلاحظ اصحابه فی صلوته بموق عینیه ولعل المراد عند عدم[عه2] الحاجة فلاینافی

پھر ایک ورق کے بعد بیت الخلا میں سورج اور چاند کے رُخ پر ہونے کے مسئلہ میں اس سے رجوع کیا اور کہا: ظاہر یہ ہے کہ کراہت اس میں تنزیہی ہے جب تک کہ کوئی خاص نہی وارد نہ ہوا ھ۔ بحر کی عبارت ہے: علماء نے تصریح فرمائی ہے کہ ذرا بھی چہرہ پھیرے بغیر نگاہ سے دائیں بائیں التفات مطلقاً مکروہ نہیں اور اَولٰی یہ ہے کہ کوئی حاجت نہ ہو تو اس سے باز رہے۔ اس پر منحۃ الخالق میں لکھا: یعنی ایسی صورت میں یہ مکروہ تنزیہی ہو گا جیسا کہ یہ خلافِ اولٰی کا مآل ہے۔ جیسا کہ گزرا۔ اور نہر میں بھی اسی کی تصریح کی ہے۔ زیلعی میں اور باقانی کی شرح ملتقی میں ہے کہ یہ مباح ہے اس لئے کہ حضور صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم اپنے اصحاب کو نماز میں گوشۂ چشم سے ملاحظہ کیا کرتے تھے۔ اور شاید مراد عدمِ حاجت کی حالت ہے تو یہ اس کے

ف۱: معروضة رابعة علیه

ف۲: معروضة خامسة علیه

ف۳: مسئلہ نماز میں اگر کن انکھیوں سے بے گردن پھیرے اِدھر اُدھر دیکھے تو مکروہ نہیں، ہاں بے حاجت ہو تو خلاف اولٰی ہے۔

عه۱: ای فی البحر صدر المکروھات ان المکروہ تنزیھا و مرجعه الی ماترکه اولٰی ۱۲ منه اھ

عه۱: یعنی بحر کے اندر مکروہاتِ نماز کے شروع میں گزرا کہ مکروہ تنزیہی کا مرجع ترک اولٰی ہے ۱۲ منہ (ت)

عه۲: اقول لعل لفظة عدم وقعت زائدة من قلم الناسخ فالصواب عدم العدم اھ منه۔

عه۲: اقول شاید لفظ "عدم" کاتب کے قلم سے سہواً زائد ہو گیا ہے کیوں کہ صحیح عدم عدم ہے (یعنی یہ کہ مراد وقتِ حاجت ہے ۱۲ منہ (ت)

---

[1] رد المحتار کتاب الصلوٰۃ باب یفسد الصلوٰۃ و مایکرہ فیہا دار احیاء التراث العربی بیروت ۱/۴۴۰

[2] البحر الرائق " " " ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/۱۹

www.alahazratnetwork.org

ماھنا اھ[1] ثم رجع عما قریب فقال خلاف الاولی اعم من المکروہ تنزیھا وترك المستحب خلاف الاولی دائما لا مکروہ تنزیھا دائما بل قد یکون مکروھا ان وجد دلیل الکراھۃ والا فلا اھ[2]۔

منافی نہیں جو یہاں ہے اھ — پھر کچھ ہی آگے جا کر اس سے رجوع کرکے کہا : خلافِ اولٰی مکروہ تنزیہی سے اعم ہے اور ترکِ مستحب ہمیشہ خلافِ اولٰی ہوتا ہے، ہمیشہ مکروہ تنزیہی نہیں ہوتا بلکہ کبھی مکروہ ہوتا ہے اگر دلیل کراہت موجود ہو ورنہ نہیں۔

اقول ومن العجب (ف۱) ان البحر کان صرح فی الالتفات بنفی الکراھۃ مطلقا وان الاولی ترکہ لغیر حاجۃ فکان نصا فی نفی الکراھۃ راسا مع کونہ ترك الاولی فی بعض الصور ففسرہ بضدہ اعنی اثبات الکراھۃ لکونہ ترك الاولی مع نقلہ عن الزیلعی والباقانی انہ مباح وظاھرہ الاباحۃ الخالصۃ بدلیل الاستدلال بالحدیث فلم یتذکر ھناك ان خلاف الاولی لایستلزم الکراھۃ مالم یرد نھی۔

اقول اور تعجب یہ ہے کہ بحر نے تصریح کی تھی کہ التفات میں کوئی بھی کراہت نہیں اور اولٰی یہ ہے کہ حاجت نہ ہو تو اسے ترک کرے یہ اس بارے میں نص تھا کہ ذرا بھی کراہت نہیں باوجودیکہ یہ بعض صورتوں میں ترک اولٰی ہے — علامہ شامی نے اس کی تفسیر اس کی ضد سے کی یعنی یُوں کہ یہ ترک اولٰی ہے اس لئے مکروہ ہے باوجودیکہ زیلعی اور باقانی سے اس کا مباح ہونا بھی نقل کیا ہے اور اس کا ظاہر یہ ہے کہ مباح خالص ہے جس کی دلیل حدیث سے استدلال ہے تو انھیں وہاں یہ یاد نہ رہا کہ خلاف اولٰی کراہت کو مستلزم نہیں جب تک کوئی نہی وارد نہ ہو۔

بالجملہ اس میں شک نہیں کہ فتح القدیر میں محقق علی الاطلاق کی تصریحات اسی طرف ہیں کہ ترکِ مستحب بھی مکروہ تنزیہی ہے تو ان کا (ف۲) آداب میں گننا نفی کراہت تنزیہ پر کیونکر دلیل ہو خصوصاً اسی بحث کے آخر میں وہ صاف صاف کراہت اسراف کی تصریح بھی فرما چکے،

حیث قال یکرہ الزیادۃ علی ثلث

ان کے الفاظ یہ ہیں : اعضاء کو تین بار سے

ف۱ : معروضۃ سادسۃ علیہ

ف۲ : تطفل علی البحر

[1] منحۃ الخالق علی البحر الرائق کتاب الصلٰوۃ باب مایفسد الصلٰوۃ وما یکرہ فیہا ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/ ۲۱

[2] 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 ۲/ ۳۲

فی غسل الاعضاء[1] اھ۔ زیادہ دھونا مکروہ ہے اھ (ت)

اور خود علامہ صاحب بحر نے بھی اُسے اُن سے نقل فرمایا تو اُس حمل پر باعث کیا رہا۔

ثانیا، اقول اس سے قطع نظر بھی ہو تو محقق نے انھیں آداب میں یہ افعال بھی شمار فرمائے

نزع خاتم علیہ اسمہ تعالٰی او اسم نبیہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم حال الاستنجاء وتعاھد ماتحت الخاتم وان لایلطم وجھہ بالماء والدلك خصوصا فی الشتاء وتجاوز حدود الوجہ والیدین والرجلین لیستیقن غسلھما[2]۔

استنجا کے وقت اس انگوٹھی کو اتار لینا جس پر باری تعالٰی کا یا اس کے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا نام ہو۔ اور انگشتری کے نیچے والے حصہ بدن دھونے میں خاص خیال رکھنا۔ چہرے پر پانی کا تھپیڑا نہ مارنا۔ اعضاء کو ملنا خصوصاً جاڑے میں۔ چہرے، ہاتھوں اور پیروں کی حدوں سے زیادہ پانی پہنچانا، تاکہ ان حدوں کے دُھل جانے کا یقین ہوجائے۔ (ت)

اور شک نہیں کہ وقت استنجا اُس انگشتری کا جس پر اللہ عزوجل یا نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا نام پاک یا کوئی متبرک لفظ ہو اتار لینا[ف۱] صرف مستحب ہی نہیں قطعاً سنت، اور اس کا ترک ضرور مکروہ بلکہ اساءت ہے بلکہ مطلقاً[ف۲] کچھ لکھا ہو حروف ہی کا ادب چاہئے بلکہ ایسی[ف۳] انگوٹھی پہن کر بیت الخلا میں جانا ہی مکروہ ہے ولہذا تعویذ[ف۴] لے جانے کی اجازت اُس وقت ہوئی کہ غلاف مثلاً موم جامہ میں ہو، اور پھر بھی فرمایا کہ اب بھی بچنا ہی اولٰی ہے اگرچہ غلاف ہونے سے کراہت نہ رہی۔

ف۱: مسئلہ جس انگشتری پر کوئی متبرک نام لکھا ہو وقتِ استنجا اس کا اتار لینا بہت ضرور ہے۔

ف۲: مسئلہ مطلقاً حروف کی تعظیم چاہئے کچھ لکھا ہو۔

ف۳: مسئلہ جس انگشتری پر کچھ لکھا ہو اُسے پہن کر بیت الخلا میں جانا مکروہ ہے۔

ف۴: مسئلہ تعویذ اگر غلاف میں ہو تو اُسے پہن کر بیت الخلا میں جانا مکروہ نہیں پھر بھی اس سے بچنا افضل ہے۔

---

[1] فتح القدیر کتاب الطہارۃ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/۳۲

[2] " " " " "

ردالمحتار میں ہے :

نقلوا عندنا ان للحروف حرمة ولو مقطعة وذکر بعض القراء ان حروف الھجاء قرأن انزلت علی ھود علیہ الصلوٰۃ والسلام[1] الخ۔

منقول ہے کہ ہمارے نزدیک حروف کی بھی عزت ہے اگرچہ الگ الگ لکھے ہوں۔ اور بعض قراء نے ذکر کیا کہ حروفِ تہجی وہ قرآن ہیں جس کا نزول حضرت ہود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر ہوا الخ(ت)

اُسی میں عارف باللہ سیدی عبدالغنی قدس سرہ القدسی سے ہے :

حروف الھجاء قرأن انزلت علی ھود علیہ الصلوٰۃ والسلام کما صرح بذلک الامام القسطلانی فی کتابہ الاشارات فی علم القراءات[2]۔

حروفِ تہجی قرآن ہیں یہ حضرت ہود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر نازل ہوئے جیسا کہ امام قسطلانی نے اپنی کتاب "الاشارات فی القراءات" میں اس کی تصریح کی ہے۔(ت)

بحرالرائق میں ہے :

یکرہ ان یدخل الخلاء ومعہ خاتم مکتوب علیہ اسم اللہ تعالٰی او شیئ من القراٰن[3]۔

خلا میں ایسی انگوٹھی لے کر جانا مکروہ ہے جس پر اللہ تعالٰی کا نام یا قرآن سے کچھ لکھا ہوا ہو۔(ت)

www.alahazratnetwork.org

درمختار میں ہے :

رقیۃ فی غلاف متجاف لم یکرہ دخول الخلاء بہ والاحتراز افضل[4]۔

ایسا تعویذ خلاء میں لے کر جانا مکروہ نہیں جو الگ غلاف میں ہو اور بچنا افضل ہے۔(ت)

ف : حروفِ ہجا ایک قرآن ہے کہ سیدنا ہود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر اترا۔

---

[1] ردالمحتار کتاب الطہارۃ فصل الاستنجاء دار احیاء التراث العربی بیروت ۱/۲۲۷

[2] ردالمحتار کتاب الطہارۃ قبیل باب المیاہ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱/۱۲۰

[3] البحرالرائق کتاب الطہارۃ باب الانجاس ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۲۴۳

[4] الدرالمختار کتاب الطہارۃ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۳۴

یوں ہی انگشتری ڈھیلی ہو تو اُسے جنبش دینی وضو میں سنّت ہے اور تنگ ہو کہ بے تحریک پانی نہ پہنچے گا تو فرض۔ خلاصہ میں ہے:

في مجموع النوازل تحريك الخاتم سنة ان كان واسعا وفرض ان كان ضيقا بحيث لم يصل الماء تحته[1]

مجموع النوازل میں ہے: انگوٹھی کو حرکت دینا سنّت ہے اگرچہ کشادہ ہو، اور فرض ہے اگر اتنی تنگ ہو کہ پانی اس کے نیچے نہ پہنچے۔ (ت)

یوں ہی وضو میں مُنہ پر زور سے چھپا کا مارنا مکروہ اور اس کا ترک مسنون۔ درمختار میں ہے:

مكروهه لطم الوجه او غيره بالماء تنزيها[2]

چہرے یا کسی اور عضو پر پانی کا تھپیڑا مارنا مکروہ تنزیہی ہے۔ (ت)

بحر میں ہے:

ان الزيلعي صرح بان لطم الوجه بالماء مكروه فيكون تركه سنة لا ادبا[3]

امام زیلعی نے تصریح فرمائی ہے کہ چہرے پر پانی کا تھپیڑا مارنا مکروہ ہے تو اس کا ترک صرف ادب نہیں بلکہ سنّت ہوگا۔ (ت)

یونہی اعضا کا مَلنا بھی مثل غسل سنّتِ وضو بھی ہے۔ درمختار میں ہے:

من السنن الدلك وترك الاسراف وترك لطم الوجه بالماء[4]

سُنّتوں سے ہے اعضا کو ملنا، اسراف ترک کرنا، چہرے پر پانی کا تھپیڑا لگانے کو ترک کرنا۔ (ت)

ف۱: مسئلہ انگوٹھی ڈھیلی ہو تو وضو میں اسے پھرا کر پانی ڈالنا سنّت ہے اور تنگ ہو کہ بے جنبش دئے پانی نہ پہنچے تو فرض۔ یہی حکم بالی وغیرہ کا ہے۔

ف۲: مسئلہ وضو میں منہ پر زور سے چھپا کا مارنا مکروہ ہے بلکہ کسی عضو پر اس زور سے نہ ڈالے کہ چھینٹیں اُڑ کر بدن یا کپڑوں پر جائیں۔

ف۳: مسئلہ اعضا کا مَل مَل کر دھونا وضو اور غسل دونوں میں سنّت ہے۔

---

[1] خلاصۃ الفتاوٰی کتاب الطہارات الفصل الثالث سنن الوضوء مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ۱/۲۳

[2] الدر المختار کتاب الطہارۃ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۲۴

[3] البحر الرائق 〃 ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۲۹

[4] الدر المختار 〃 〃 〃 ۱/۲۲

خلاصہ فصل وضو جنس آخر صفتِ وضو میں ہے:

والدلك عندنا سنة[1] اعضاء کو ملنا ہمارے نزدیک سُنّت ہے (ت)

رہا[ف1] اعضا میں حدودِ شرعیہ سے اتنا تجاوز جس سے یقین ہو جائے کہ حدودِ فرض کا استیعاب ہولیا۔

اقول اگر[ف2] یقین سے یقین فقہی مراد ہو جیسا کتبِ فقہیہ میں وہی متبادر ہے تو یہ ادب وسنّت درکنار خود واجب ولابدی ہے۔ ہاں یقین کلامی مراد ہو تو ادب کہنا عجب نہیں۔

هذا وقد نبه من هذه الافعال الاربعة على سنية الاخيرين في البحر۔

یہ ذہن نشین رہے، ان چار افعال میں سے آخری دو کے مسنون ہونے پر بحر میں تنبیہ کر دی۔ (ت)

اقول والعجب[ف3] ترك الاولين مع نقله اياهما ايضا عن الفتح فالسكوت يكون اشد ايهاما مما لو لم يأثرهما ولاشك ان الثاني مثل الرابع الذي استند فيه البحر الى ان الخلاصة جعله سنة فكذلك نص فيها على سنية الثاني ايضا اما[ف4] الاول فاهم الكل واحقها بالتنبيه والبحر نفسه صرح في الاستنجاء

اقول اور تعجب ہے کہ پہلے دونوں کو ترک کر دیا حالاں کہ ان دونوں کو بھی فتح القدیر سے نقل کیا ہے اس لئے یہاں سکوت اُس صورت سے زیادہ ایہام خیز ہے جب کہ ان دونوں کو نقل ہی نہ کیا ہوتا۔ اور چہارم (اعضا کو ملنا) سے متعلق تو بحر نے خلاصہ کی سند پیش کی کہ اس میں اسے سنّت قرار دیا ہے جب کہ بلاشُبہہ دوم (انگشتری کو حرکت دینا) بھی اسی کی طرح ہے کہ اس سے متعلق بھی خلاصہ میں مسنون ہونے کی تصریح ہے، رہا اول (جس انگشتری

ف1: اعضائے وضو دھونے میں حدِ شرعی سے اتنی خفیف تحریر بڑھانا جس سے حدِ شرعی تک استیعاب میں شبہہ نہ رہے واجب ہے۔

ف2: تطفل ما على الفتح۔

ف3: تطفل على البحر

ف4: تطفل اخر عليه

---

[1] خلاصۃ الفتاوٰی کتاب الطہارات الفصل الثالث جنس آخر فی سنن الوضوء مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ۱/ ۲۲

بما سمعت ولکن جل من لا یغیب عن علمہ شئ قط۔

پر خدا ورسول کا نام ہو اسے اتار لینا) تو وہ سب سے اہم اور سب سے زیادہ مستحق تنبیہ ہے اور خود بحر نے بیانِ استنجا میں وہ تصریح کی ہے جو پیش ہوئی۔ لیکن بزرگ ہے وہ جس کے علم سے کوئی شے کسی وقت اوجھل نہیں ہوتی۔ (ت)

یہاں سے واضح ہوا کہ محقق کا اس عبارت میں ترک اسراف کو (ادب) شمار فرمانا نفی کراہت پر حاکم نہیں ہوسکتا۔

اقول وکان من احسن[ف۱] الاعذار عن المحقق رحمہ اللہ تعالٰی انہ تجوز فاطلق الادب علی مایعم السنن لکنہ ھٰھنا قد میز السنن من الاداب کما میز فی الخلاصۃ واخذ[ف۲] علی الکتاب فی جعلہ التیامن واستیعاب الرأس بالمسح مستحبین وقال بعد اقامۃ الدلیل فالحق[عـہ] ان الکل سنۃ ومسح الرقبۃ مستحب[۱] اھ ثم قال ومن

اقول حضرت محقق رحمہ اللہ تعالٰی کی جانب سے سب سے بہتر عذر یہ تھا کہ انھوں نے مجازًا لفظ ادب کا اطلاق اس پر کیا ہے جو سنتوں کو بھی شامل ہو۔۔ لیکن انھوں نے یہاں سنتوں کو آداب سے الگ رکھا ہے جیسے خلاصہ میں الگ الگ رکھا ہے اور حضرت محقق نے کتاب (ہدایہ) پر داہنے سے شروع کرنے، اور مسح میں پورے سر کے احاطہ کو مستحب قرار دینے پر گرفت کی ہے اور دلیل قائم کرنے کے بعد لکھا ہے، تو حق یہ ہے کہ سب سنت ہے اور گردن کا مسح مستحب ہے اھ پھر

ف۱: تطفل علی الفتح

ف۲: مسئلہ وضو میں ہاتھ اور یونہی پاؤں بائیں سے پہلے دہنا دھونا یعنی سیدھے سے ابتدا کرنا سنت ہے اگرچہ بہت کتب میں اسے مستحب لکھا۔

عـہ تبعہ علی الاول فی البرہان ثم الشرنبلالی وغیرھما وعلی الثانی من لایحصی اھ منہ۔

عـہ اول پر حضرت محقق کا اتباع برہان پھر شرنبلالی وغیرہما میں ہے اور ثانی پر بے شمار لوگوں نے ان کی پیروی کی ہے اھ منہ (ت)

[۱] فتح القدیر کتاب الطہارۃ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/ ۳۱

www.alahazratnetwork.org

ف۱ السنن الترتیب بین المضمضة والاستنشاق (وعد اشیاء ثم قال) الاٰداب ترك الاسراف والتقتیر[1] الخ فسیاق کلامه رحمه الله تعالٰی ینفی العذر المذکور والله تعالٰی اعلم۔

لکھا ہے: اور سنتوں میں سے مضمضہ واستنشاق کے درمیان ترتیب ہے اور کچھ دوسری چیزیں شمار کیں پھر لکھا: آداب: ترک اسراف وتقتیر الخ۔ تو حضرت محقق رحمہ اللہ تعالٰی کا سیاق، عذر مذکور کی نفی کردیتا ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

ثالثاً، اقول عبارتِ ف۲ بدائع میں بھی کہہ سکتے ہیں کہ امام ملک العلماء رحمہم اللہ تعالٰی نے ترک اسراف کو صرف ادب ہی نہ فرمایا بلکہ حق بتایا تو اسراف خلاف حق ہوا باطل ہوا اور اس کا ادنٰی درجہ کراہت فماذا بعد الحق الا الضلال[2] (پھر حق کے بعد کیا ہے مگر گمراہی۔ ت) بلکہ اسراف کو غلو کہا اور دین میں غلو ممنوع، لاتغلوا فی دینکم[3] (اپنے دین میں زیادتی نہ کرو۔ ت)۔

رابعاً، اقول ان تمام تائیدات کے بعد بھی نہر ف۳ و ردالمحتار کا مطلب کہ قول سوم کو دوم کی طرف راجع کرنا ہے تمام نہیں ہوتا۔ مانا کہ بدائع و فتح کی عبارات نفی کراہت نہ کریں مانا کہ فتح کی رائے میں ترک ادب بھی مکروہ ہو مگر نص امام محمد رضی اللہ تعالٰی عنہ کا کیا جواب ہے جس میں اس کے ادب ہونے کی تصریح فرمائی اور مستحبات مضمضہ کے ساتھ اس کی گنتی آئی اب اگر تحقیق یہ ہے کہ ترکِ مندوب مکروہ نہیں تو ضرور کلامِ امام کہ امام کلام ہے نفی کراہت کا اشعار فرمائے گا اس بارہ میں کلماتِ علماء کا اختلاف واضطراب سن چکے۔

وانا **اقول** وباللہ التوفیق **اوّلاً** ف۴ حب وکراہت میں تناقض نہیں کہ ایک کا رفع دوسرے

ف۱: مسئلہ جہاں اور اعضاء میں ترتیب سنت ہے کہ پہلے منہ دھوئے پھر ہاتھ پھر سر کا مسح پھر پاؤں دھونا، یونہی مضمضہ واستنشاق میں بھی۔ یعنی سنت ہے کہ پہلے کُلّی کرے اس کے بعد ناک میں پانی ڈالے۔

ف۲: **تطفل** علی الحلیة

ف۳: **تطفل** علی النھر و ش۔

ف۴: **فائدہ جلیلہ** دربارۂ مکروہ تنزیہی وتحریمی واساءت وخلافِ اولٰی مصنف کی تحقیق نفیس فوائد کثیرہ پر مشتمل اور واجب وسنت مؤکدہ وغیر مؤکدہ کے فرق احکام۔

---

[1] فتح القدیر کتاب الطہارۃ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/ ۳۱
[2] القرآن الکریم ۱۰/ ۳۲
[3] القرآن الکریم ۴/ ۱۷۱

کے ثبوت کو مستلزم ہو۔ دیکھو مباح سے دونوں مرتفع ہیں تو ترکِ مستحب مطلقاً مستلزمِ کراہت کیوں ہُوا۔

ثانیاً، اقول اگر ترکِ مستحب موجبِ کراہت ہو تو آدمی جس وقت خالی بیٹھا ہو اور کوئی مطالبہ شرعیہ اُس وقت اُس پر لازم نہ ہو لازم کہ اس وقت لاکھوں مکروہ کا مرتکب ٹھہرے کہ مندوبات بیشمار ہیں اور وہ اُس وقت اُن سب کا تارک۔

ثالثاً، اقول کراہت کا لفظ ہی بتا رہا ہے کہ وہ مقابل سنت ہے نہ مقابل مندوب جو بندہ ہو کر بلا وجہ ایسی چیز کا ارتکاب کرے جسے اُس کا مولٰی مکروہ رکھتا ہے وہ کسی ملامت و سرزنش کا بھی مستحق نہ ہو تو مولٰی کے نزدیک مکروہ ہونے کا کیا اثر ہوا، اور جب فعل پر سرزنش چاہئے تو اس کا مرتبہ جانبِ ترک میں وہی ہوا جو جانبِ فعل میں سنت کا ہے کہ اس کے ترک پر ملامت ہے نہ کہ مندوب کا جس کے ترک پر کچھ نہیں، ظاہر ہے کہ کراہت کچھ ہے کی مقتضی ہے اور ترکِ مستحب پر کچھ نہیں، اور کچھ نہیں کچھ ہے کے برابر نہیں ہو سکتا۔

رابعاً، اقول و باللہ التوفیق تحقیق بالغ و تمیز بازغ یہ ہے کہ فعل مطلوب شرعی کا ترک نادراً ہوگا یا عادۃً، اور ہر ایک پر سزا کا استحقاق ہوگا یا سرزنش کا، یا کچھ نہیں، تو دونوں ترک تین قسم ہوئے، اور تین کو تین میں ضرب دیئے سے نو قسمیں عقلی پیدا ہوئیں، ان میں تین بداہۃً باطل ہیں، ترکِ عادی پر کچھ نہ ہو اور نادر پر عذاب یا عتاب، سوم ترک عادی پر عتاب اور نادر پر عقاب۔ اور دو قسمیں شرعاً وجود نہیں رکھتیں، ترکِ عادی پر عقاب یا عتاب اور نادر پر کچھ نہیں، کہ شرعاً مستحب کے ترکِ نادر پر کچھ نہیں تو عادی پر بھی کچھ نہیں، اور سنت کے ترک عادی پر عتاب ہے تو نادر پر بھی ہے کہ وہ حکم سنت ہے اور حکمِ شے کو شے سے انفکاک نہیں۔ اصول امام فخر الاسلام و امام حسام الدین و امام نسفی میں ہے:

حکم السنۃ ان یطالب المرء باقامتھا من غیر افتراض ولا وجوب لانھا طریقۃ امرنا باحیائھا فیستحق اللائمۃ بترکھا[1]

سنت کا حکم یہ ہے کہ آدمی سے اسے قائم کرنے کا مطالبہ ہو بغیر اس کے کہ یہ فرض یا واجب ہو۔ کیونکہ یہ ایسا طریقہ ہے جسے زندہ کرنے کا ہمیں حکم دیا گیا تو اس کے ترک پر ملامت کا مستحق ہوگا۔ (ت)

---

[1] اصول البزدوی باب العزیمۃ والرخصۃ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۱۳۹

لاجرم چار قسمیں رہیں :

(۱) ترک عادی ہو نا یا نادر مطلقاً موجب استحقاق عذاب ہو یہ بحال قطعیت فرض ورنہ واجب ہے۔

(۲) عادی پر عذاب اور نادر پر عتاب۔ یہ سنّتِ مؤکدہ ہے کہ اگر نادر پر بھی عذاب ہو تو اُس میں اور واجب میں فرق نہ رہے گا اور عادی پر بھی عتاب ہی ہو تو اس میں اور سنّتِ غیر مؤکدہ میں تفاوت نہ ہو گا حالانکہ وہ اُن دونوں میں برزخ ہے۔

(۳) عادی ہو یا نادر، مطلقاً مورثِ عتاب ہو، یہ سنّتِ زائدہ ہے۔

(۴) مطلقاً عذاب و عتاب کچھ نہ ہو، یہ مستحب و مندوب و ادب ہے۔ پھر ازانجا کہ فعل و ترک میں تقابل ہے بغرض تعادل واجب ہے کہ ایسی ہی چار قسمیں جانبِ ترک نکلیں یعنی جس کا ترک مطلوب ہے :

(۱) اس کا فعل عادی ہو یا نادر مطلقاً موجب استحقاق عذاب ہو، یہ بحال قطعیت حرام ورنہ مکروہ تحریمی ہے۔

(۲) فعل عادی پر عذاب اور نادر پر عتاب، یہ اسارت ہے جس کی نسبت علماء نے تحقیق فرمائی کہ کراہت تنزیہی سے افحش اور تحریمی سے اخف ہے۔

www.alahazratnetwork.org

(۳) مطلق مورثِ عتاب ہی ہو، یہ کراہت تنزیہی ہے۔

(۴) مطلقاً کچھ نہ ہو، یہ خلافِ اولٰی ہے۔

تنویر : اس تقریرِ منیر سے چند جلیل فائدے متجلی ہوئے :

(۱) سنّتِ مؤکدہ کا ترک مطلقاً گناہ نہیں بلکہ اس کے ترک کی عادت گناہ ہے۔

(۲) اسارت کے بارے میں اگرچہ کلماتِ علماء مضطرب ہیں کوئی اُسے کراہت سے کم کہتا ہے کما فی الدر[1] صدر سنن الصلٰوۃ و بہ نص الامام عبد العزیز فی الکشف وفی التحقیق۔ (جیسا کہ درمختار میں سنن نماز کے شروع میں ہے اور امام عبدالعزیز بخاری نے کشف میں اور تحقیق میں اسی کی تصریح کی ہے۔(ت))

کوئی زائد، کما فی الشامی[2] عن شرح المنار للزین (جیسا کہ شامی میں محقق زین بن نجیم کی

---

[1] الدرالمختار کتاب الصلٰوۃ باب صفۃ الصلٰوۃ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۷۳

[2] ردالمحتار " " داراحیاء التراث العربی بیروت ۱/۳۱۸

شرح منار سے نقل ہے۔ ت) کوئی مساوی کمافی الطحطاوی[1] ثمہ و فی ادراک الفریضۃ عن الحلبی شارح الدر (جیسا کہ طحطاوی نے سنن نماز اور باب ادراک الفریضہ میں حلبی شارح درمختار سے نقل ہے۔ ت) مگر عند التحقیق اُس کا مقابل سنت مؤکدہ ہونا چاہئے کہ جس طرح سنتِ مؤکدہ واجب و سنتِ زائدہ میں برزخ ہے یُونہی اسارت کراہت تحریم وکراہت تنزیہ میں کمافی الشامی[2] (جیسا کہ شامی میں ہے۔ ت) علمگیریہ میں سراج وہاج سے ہے:

ان ترك المضمضۃ والاستنشاق اثم علی الصحیح لانہما من سنن الھدی وترکہا یوجب الاساءۃ بخلاف السنن الزوائد فان ترکہا لایوجب الاساءۃ اھ[3]۔

اگر مضمضہ و استنشاق کا تارک ہو تو برقولِ صحیح گنہگار ہوگا اس لئے کہ یہ سننِ ہدٰی سے ہیں اور ان کا ترک موجبِ اسارت ہے بخلاف سنن زوائد کے، کہ ان کا ترک موجبِ اسارت نہیں اھ۔

اقول قولہ اثم ای ان اعتاد کما ھو معروف فی محلہ فیہ وفی نظائرہ۔

اقول قول مذکور "گنہگار ہوگا" یعنی اگر ترک کا عادی ہو جیسا کہ یہ معنی اپنی جگہ اس بارے میں اور اس کی نظیروں میں معروف ہے۔ (ت)

www.alahazratnetwork.org

اصول امام فخر الاسلام و امام حسام الدین و امام نسفی میں ہے:

والسنن نوعان سنۃ الھدٰی وتارکہا یستوجب اساءۃ وکراھیۃ

سنّت کی دو قسمیں ہیں: (۱) سنتِ ہدٰی، اس کا تارک اسارت وکراہت کا مستحق ہے۔

ف: **مسئلہ** وضو میں کُلّی یا ناک میں پانی ڈالنے کا ترک مکروہ ہے اور اس کی عادت ڈالے تو تو گنہگار ہوگا، یہ مسئلہ وہ لوگ خوب یاد رکھیں کہ جو کلّیاں ایسی نہیں کرتے کہ حلق تک ہر چیز کو دھوئیں اور وہ کہ پانی جن کی ناک کو چُھو جاتا ہے سُونگھ کر اُوپر نہیں چڑھاتے یہ سب لوگ گنہگار رہیں اور غسل میں تو ایسا نہ ہو تو سرے سے نہ غسل ہوگا نہ نماز۔

---

[1] حاشیۃ الطحطاوی علی الدر المختار کتاب الصلوٰۃ باب صفۃ الصلوٰۃ المکتبۃ العربیۃ کوئٹہ ۱/۲۱۳

[2] رد المحتار کتاب الصلوٰۃ باب صفۃ الصلوٰۃ داراحیاء التراث العربی بیروت ۱/۳۱۹

[3] الفتاوی الہندیۃ بحوالہ السراج الوہاج کتاب الطہارۃ الباب الاول الفصل الثانی نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۶،۷

والزوائد وتارکہا لایستوجب اساءۃ۔[1] (۲) سنّتِ زائدہ، اس کا تارک اسارت کا مستحق نہیں۔(ت)

ف

ردالمحتار صدر سنن الوضوء میں ہے:

مطلق السنۃ الشامل لقسمیہا وھما السنۃ المؤکدۃ المسماۃ سنۃ الھدٰی و غیر المؤکدۃ المسماۃ سنۃ الزوائد۔[2] مطلق لفظِ سنّت دونوں قسموں کو شامل ہے دونوں قسمیں یہ ہیں: (۱) سنّتِ مؤکدہ جس کا نام سنّتِ ہُدیٰ ہے (۲) سنّتِ غیر مؤکدہ جس کا نام سنّتِ زائدہ ہے۔(ت)

بحرالرائق سنن نماز مسئلہ رفع یدین للتحریمہ میں ہے:

انہ من سنن الھدٰی فھو سنۃ مؤکدۃ۔[3] وہ سننِ ہُدیٰ سے ہے تو وہ سنّتِ مؤکدہ ہے(ت)

(۳) کراہت تنزیہ نہ مستحب کے مقابل ہے نہ سنّتِ مؤکدہ کے، بلکہ سنّتِ غیر مؤکدہ کے مقابل ہے۔ اسے مستحب کے مقابل کہنا خلافِ تحقیق ہے اور مطلق سنّت کے مقابل بتانا بمعنی اعم ہے جبکہ اُسے اسارت کو بھی شامل کرلیا جائے جس طرح کبھی اسارت کو اعم لے کر سنّتِ زائدہ کے مقابل بولتے ہیں جس طرح اطلاق موسع میں خلافِ اولٰی کو مکروہ تنزیہی کہہ دیتے ہیں۔

(۴) خلافِ اولٰی مستحب کا مقابل ہے اور اپنے معنی خاص پر مکروہ تنزیہی سے بالکل جدا، ہاں بمعنی اعم اُسے بھی شامل، اور کراہتِ تنزیہ کا اس کی طرف مرجع ہونا اسی معنے پر ہے۔ بحر کے اشکال مذکور لیشکل علیہ ما قالوہ ان المکروہ تنزیہا مرجعہ الی خلاف الاولٰی[4] (اس پر علماء کے اس قول سے اشکال وارد ہوتا ہے کہ اس کا مرجع خلافِ اولٰی ہے۔ ت) پر منحۃ الخالق میں فرمایا:

الکراھۃ لابد لھا من دلیل خاص کراہت کے لئے دلیل خاص ضروری ہے۔ اسی سے

ف: سُنّتِ ہُدیٰ سنّتِ مؤکدہ کا نام ہے اور سُنّتِ زائدہ سنّتِ غیر مؤکدہ کا۔

---

[1] اصول البزدوی باب العزیمۃ والرخصۃ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۱۲۹
[2] ردالمحتار کتاب الطہارۃ داراحیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۷۱
[3] البحرالرائق کتاب الصلٰوۃ باب صفۃ الصلٰوۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/ ۳۰۲
[4] " " باب ما یفسد الصلٰوۃ وما یکرہ فیہا " " " ۲/ ۳۲

وبذٰلك يندفع الاشكال لان المكروه تنزيها الذی ثبتت كراهته بالدليل يكون خلاف الاولٰى ولا يلزم من كون الشیئ خلاف الاولٰى ان يكون مكروها تنزيها مالم يوجد دليل الكراهة۔[1]

اشکال دفع ہوجاتا ہے اس لئے کہ مکروہ تنزیہی جس کی کراہت دلیل سے ثابت ہے وہ خلاف اولٰی ہے اور کسی شَے کے خلافِ اولٰی ہونے سے یہ لازم نہیں کہ مکروہ تنزیہی ہو جب تک کہ دلیلِ کراہت دستیاب نہ ہو۔(ت)

(۵) کراہت کے لئے اگرچہ تنزیہی ہو ضرور دلیل کی حاجت ہے

کما نص علیه فی الحدیقة الندیة وغیرها وبیناه فی رشاقة الکلام۔

جیسا کہ اس پر حدیقہ ندیہ وغیرہا کی صراحت موجود ہے اور ہم نے اسے رسالہ رشاقۃ الکلام میں بیان کیا ہے۔(ت)

اقول(ف) خلافِ سنّت ہونا خود کراہت پر دلیل شرعی ہے

لقوله صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم من رغب عن سنتی فلیس منی[2] رواہ الشیخان عن انس ولابن ماجة عن ام المؤمنین رضی اللہ تعالٰی عنها من لم یعمل بسنتی فلیس منی۔[3] فما مر عن العلامة الشامی من انها قد یعرف بلا دلیل خاص کأن تضمن ترك

کیونکہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا ارشاد ہے جو میری سنت سے رُوگردانی کرے وہ مجھ سے نہیں۔ اسے بخاری ومسلم نے حضرت انس سے روایت کیا۔ اور ام المومنین رضی اللہ تعالٰی عنہا سے ابن ماجہ کی روایت میں ہے: تو جو میری سنّت پر عمل نہ کرے وہ مجھ سے نہیں۔ تو وہ کلام جو علامہ شامی سے نقل ہُوا مناسب نہیں (وہ کہتے ہیں) "کراہت کی معرفت کبھی دلیل خاص کے بغیر ہوتی ہے جیسے یہ کہ وہ کسی

www.alahazratnetwork.org

ف: معروضة علی العلامة ش

[1] منحة الخالق علی البحر الرائق کتاب الصلٰوة باب مایفسد الصلٰوة ومایکرہ فیها ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/ ۳۲

[2] صحیح البخاری کتاب النکاح باب الترغیب فی النکاح قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۷۵۷ و ۷۵۸

صحیح مسلم " باب استحباب النکاح " " " ۱/ ۴۴۹

[3] سنن ابن ماجة ابواب النکاح باب ماجاء فی فضل النکاح ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۳۴

واجب او سنة[1] لیس کماینبغی ولانعنی بالخاص خصوص النص فی الجزئی المعین اذلاحاجة الیہ قطعا لصحة الاحتجاج بالعمومات والقواعد الشرعیة الکلیة قطعا۔

واجب یا سنّت کے ترک پر مشتمل ہو"۔ دلیل خاص سے ہماری مراد یہ نہیں کہ اس معینہ جزئیہ میں کوئی خاص نص ہو اس لئے کہ اس کی حاجت قطعاً نہیں کیوں کہ شریعت کے عمومی احکام اور قواعد کلیہ سے بھی استدلال بلاشبہہ درست ہے۔ (ت)

(۶) یہ نفیس جلیل تفرقہ[ف۱] مقتضائے تقسیم عقلی واقتضائے نفس لفظ کراہت وقضیہ تفرقہ احکام ہیں نہ کہ نری اصطلاح اختیاری کہ جس کا جو چاہا نام رکھ لیا،

کماقالہ المحقق فی الحلیۃ ان ھذا امر یرجع الی الاصطلاح والتزامہ لیس بلازم[2] اھ ونقل قبیلہ عن اللامشی فی حد المکروہ ھو مایکون ترکہ اولٰی من فعلہ وتحصیلہ اھ ثم قال اعلم ان المکروہ تنزیھا مرجعہ الی ماھو خلاف الاولی والظاھر انھما متساویان کما اشار الیہ اللامشی[3] اھ وتبعہ فی ردالمحتار۔

جیسا کہ محقق حلبی نے حلیہ میں لکھا کہ یہ ایک ایسی چیز ہے جس کا مرجع اصطلاح ہے اور اس کا التزام کوئی ضروری نہیں اھ۔ اور اس سے کچھ پہلے لامشی سے تعریفِ مکروہ میں نقل کیا کہ یہ وہ ہے جس کا نہ کرنا اس کے کرنے سے بہتر ہے اھ۔ پھر لکھا کہ: واضح ہو کہ مکروہ تنزیہی کا مرجع خلاف اولٰی ہے اور ظاہر یہ ہے کہ دونوں میں تساوی ہے جیسا کہ لامشی نے اس کی طرف اشارہ کیا اھ۔ اس کلام پر علامہ شامی نے بھی ردالمحتار میں ان کا اتباع کیا۔ (ت)

(۷) مشہور احکام خمسہ ہیں: واجب[ف۲]، مندوب، مکروہ، حرام، مباح۔ وبہ بدء فی

ف۱: تطفل علی الحلیۃ وش۔
ف۲: احکامِ شرعیہ پانچ نہ سات نہ نو بلکہ گیارہ ہیں۔

---

[1] ردالمحتار کتاب الصلوٰۃ باب مایفسد الصلوٰۃ الخ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱/۴۲۹
[2] ردالمحتار بحوالہ الحلیہ کتاب الطہارۃ مستحبات الوضوء " " " " " ۱/۸۴
[3] حلیۃ المحلی شرح منیۃ المصلی

مسلم الثبوت (اسی کو مسلم الثبوت میں پہلے نمبر پر بیان کیا۔ ت) یہ مذہب شافعیہ سے الیق ہے کہ ان کے یہاں واجب و فرض میں فرق نہیں

والیہ اشار تبعا للتحریر فی التحریر بقولہ بعدہ والحنفیۃ لاحظوا حال الدال[1] الخ۔

اور اسی کی طرف مسلم میں اس کے بعد محقق ابن الہمام کی تحریر الاصول کی تبعیت میں یہ کہہ کر اشارہ کیا کہ حنفیہ نے دلیل کی حالت کا اعتبار کیا ہے الخ (ت)

اور بعض نے برعایت مذہب حنفی فرض و واجب اور حرام و مکروہ تحریمی کو تقسیم میں جُدا جُدا اخذ کرکے سات قرار دیے و بہ ثنی فی المسلم (اسی کو مسلم الثبوت میں دوسرے نمبر پر بیان کیا ہے۔ ت) بعض نے فرض، واجب، سنت، نفل، حرام، مکروہ، مباح یُوں سات گنے،

وعلیہ مشی فی التنقیح وتبعہ مولی خسرو فی مرقاۃ الوصول والعلامۃ الشمس محمد بن حمزۃ الفناری فی فصول البدائع۔

اسی پر صدر الشریعۃ تنقیح میں چلے ہیں اور مُلّا خسرو نے مرقاۃ الوصول میں اور علامہ شمس الدین محمد بن حمزہ فناری نے فصول البدائع میں تنقیح کی پیروی کی ہے۔ (ت)

بعض نے سنت میں سنتِ ہُدٰی و سنتِ زائدہ اور مکروہ میں تحریمی و تنزیہی قسمیں کرکے نو شمار کئے

کما نص علیہ الفناری فی اٰخر کلامہ ویشیر الیہ کلام التوضیح۔

جیسا کہ فناری نے اپنے آخر کلام میں اس کی صراحت کی ہے اور کلام توضیح میں اس کی جانب اشارہ ہے۔ (ت)

اقول تقسیم اول ف۱ میں کمال اجمال اور مذہب شافعی سے الیق ہونے کے علاوہ صحت مقابلہ اس پر مبنی کہ ہر مندوب کا ترک مکروہ ہو وقد علمت انہ خلاف التحقیق (اور واضح ہوچکا کہ یہ خلافِ تحقیق ہے۔ ت) نیز سنت ف۲ و مندوب میں فرق نہ کرنا مذہب حنفی و شافعی کسی کے مطابق نہیں۔ یہی دونوں ف۳ کمی تقسیم دوم میں بھی ہیں سوم و چہارم میں عدم مقابلہ بدیہی کہ سوم ف۴ میں جانب فعل چار چیزیں ہیں اور جانبِ ترک دو۔ چہارم ف۵ میں جانبِ فعل پانچ ہیں اور جانبِ ترک تین۔ پھر

ف۱: تطفل علی المشہور
ف۲: تطفل اٰخر علیہ
ف۳: معروضتان علی مسلم الثبوت
ف۴: تطفل علی التوضیح والمولٰی خسرو
ف۵: تطفل علی الشمس الفناری

[1] مسلم الثبوت الباب الثانی فی الحکم مطبع مجتبائی دہلی ص ۱۲

www.alahazratnetwork.org

جانب ترک[ف۱] بسط اقسام کر کے تصحیح مقابلہ کیجئے تو اسی مقابلہ نقل وکراہت سے چارہ نہیں مگر بتوفیق اللہ تعالٰی تحقیقِ فقیر سب خللوں سے پاک ہے اس نے ظاہر کیا کہ بلکہ احکام گیارہ ہیں پانچ جانبِ فعل میں متنازلاً فرض، واجب، سنتِ مؤکدہ، غیر مؤکدہ، مستحب۔ اور پانچ جانبِ ترک میں متصاعداً خلافِ اولٰی، مکروہِ تنزیہی، اساءت، مکروہِ تحریمی، حرام جن میں میزان مقابلہ اپنے کمال اعتدال پر ہے کہ ہر ایک اپنے نظیر کا مقابل ہے اور سب کے بیچ میں گیارھواں مباح خالص — اس تقریر منیر کو حفظ کرلیجئے کہ ان سطور کے غیر میں نہ ملے گی اور ہزارہا مسائل میں کام دے گی اور صدہا عقدوں کو حل کریگی کلمات اس کے موافق مخالف سب طرح کے ملیں گے مگر بحمد اللہ تعالٰی اس سے متجاوز نہیں فقیہ طمع رکھتا ہے کہ اگر حضور سیدنا امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کے حضور یہ تقریر عرض کی جاتی ضرور ارشاد فرماتے کہ یہ عطر مذہب وطراز مُذہَّب ہے والحمد للہ رب العٰلمین اس تحقیق انیق کے بعد قول سوم ہرگز دوم کی طرف راجع ہو کر منتفی نہیں بلکہ وہی من حیث الروایۃ سب سے اقوی ہے کہ حاصل نص ظاہر الروایہ کا مقتضی ہے۔

تنبیہ ۳: علامہ عمر نے جبکہ قول چہارم اختیار فرمایا امام اجل قاضی خان وغیرہ کا ترکِ اسراف کو سنت فرمانا بھی اسی طرف راجع کرنا چاہا کہ سنت سے مراد مؤکدہ ہے اور اس کا ترک مکروہِ تحریمی۔

اقول اقوال بعض متاخرین میں اس کی تائیدوں کا پتا چلے گا۔ بحر الرائق[ف۲] آخر مکروہات الصلوۃ پھر ردالمحتار میں ہے:

السنۃ اذا کانت مؤکدۃ قویۃ لایبعد ان یکون ترکھا مکروھا کراھۃ تحریم کترک الواجب[1]۔

سنت جب مؤکد قوی ہو تو بعید نہیں کہ اس کا ترک، ترکِ واجب کی طرح مکروہ تحریمی ہو۔ (ت)

ابو السعود علی مسکین پھر طحطاوی علی الدر المختار صدر مکروہات نماز میں ہے:

الفعل اذا کان واجبا او مافی حکمہ

فعل جب واجب ہو یا وہ ہو جو واجب کے حکم

ف۱: تطفل آخر علی ھؤلاء الثلثۃ ف۲: تطفل علی النہر

ف۳: مسئلہ سنتِ مؤکدہ کا ترک ایک آدھ بار مورثِ عتاب ہے مگر گناہ نہیں، ہاں ترک کی عادت کرے تو گنہگار ہوگا، اور اس بارے میں دفع اوہام و توفیق اقوال علمائے کرام۔

---

[1] البحرالرائق کتاب الصلوۃ باب مایفسد الصلوۃ ومایکرہ فیہا ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/۳۲
ردالمحتار " " " دار احیاء التراث العربی بیروت ۱/۴۳۹
حاشیۃ الطحطاوی علی الدر المختار " " " المکتبۃ العربیۃ کوئٹہ ۱/۲۷۶

21
21

من سنة الھدٰی ونحوھا فالترك یکرہ تحریما وان کانت سنة زائدة اوما فی حکمھا من الادب ونحوہ یکرہ تنزیھا[۱] اھ۔

میں ہے یعنی سنتِ ہُدٰی اور اس کے مثل تو اس کا ترک مکروہ تحریمی ہے، اور اگر سنتِ زائدہ ہو یا وہ ہو جو اس کے حکم میں ہے یعنی ادب اور اس کے مثل تو اس کا ترک مکروہِ تنزیہی ہے۔

اقول اولا (ف۱) تبعا القھستانی فانه ذکرہ ثمه ولم ینقله عن احد بل زعم ان کلامھم یدل علیه فما کان للسید الازھری ان یسوقه مساق المنقول۔

اقول، اولاً ان دونوں حضرات (ابو السعود وطحطاوی) نے قہستانی کی پیروی کی ہے۔ قہستانی نے یہ بات مکروہاتِ نماز کے شروع میں ذکر کی اور اسے کسی سے نقل نہ کیا بلکہ یہ دعوٰی کیا کہ کلامِ علماء اس پر دلالت کرتا ہے۔ تو سید ازہری کو یہ نہ چاہیے تھا کہ اسے اس طرح ذکر کریں جیسے وہ کوئی منقول قاعدہ ہے۔

وثانیا (ف۲) لایدری ماذا اراد بنحوھا فالحکم لایسلم له فی السنة المؤکدة مالم یتعود بالترك ففیم یثبت بعدھا وھل تری قائلا به احدا۔

ثانیاً سنتِ ہدٰی کے بعد "اور اس کے مثل" کہا ــ پتا نہیں اس سے کیا مراد ہے خود سنتِ مؤکدہ کو واجب کا حکم نہیں ملتا جب تک کہ اس کے ترک کی عادت نہ ہو پھر اس کے بعد کس چیز میں وہ حکم ثابت ہوگا؟ کیا اس کا بھی کوئی قائل مل سکتا ہے؟

کشف بزدوی وتحقیق علی الحسامی بحث عزیمت ورخصت میں اصول امام ابو الیسر فخر الاسلام بزدوی سے ہے:

www.alahazratnetwork.org

ف۱: معروضة علی السید ابی السعود۔

ف۲: معروضة علی القھستانی والسیدین ابی السعود و ط۔

---

[۱] حاشیة الطحطاوی علی الدر المختار کتاب الصلوٰۃ باب مایفسد الصلوٰۃ الخ المکتبة العربیة کوئٹہ ۱/ ۲۶۹ و ۲۷۰
فتح المعین " " ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/ ۲۴۱

حکم السنۃ ان یندب الی تحصیلہا و یلام علی ترکہا مع لحوق اثم یسیر[1] | سنّت کا حکم یہ ہے کہ اس کی بجا آوری کی دعوت ہو اور اس کے ترک پر ملامت ہو ساتھ ہی کچھ گناہ بھی لاحق ہو۔ (ت)

درمختار صدر حظر میں ہے:

یاثم بترك الواجب و مثلہ السنۃ المؤکدۃ[2] | ترکِ واجب سے گنہگار ہوگا اور اسی کے مثل سنّتِ مؤکدہ بھی ہے (ت)

مگر صحیح وہی ہے جو ہم اوپر بیان کر آئے کہ سنّتِ مؤکدہ کا ایک آدھ بار ترک گناہ نہیں، ہاں بُرا ہے، اور عادت کے بعد گناہ و ناروا ہے۔

اقول وھذا ان شاء اللہ تعالٰی سر قول الامام الاجل فخر الاسلام ان تارك السنۃ المؤکدۃ یستوجب اساءۃ[3] ای بنفس الترك و کراھۃ ای تحریمیۃ ای عند الاعتیاد اذ ھی المحمل عند الاطلاق و لھذا قال الامام عبدالعزیز فی شرحہ ان الاساءۃ دون الکراھۃ[4] و اکتفی فی السنۃ الزائدۃ بنفی الاساءۃ لان نفی الادنی یدل علی نفی الاعلی بالاولی و حیث ان الکراھۃ التنزیھیۃ ادنی من

اقول اور یہی اِن شاء اللہ تعالٰی امام اجل فخر الاسلام کے اس ارشاد کا رمز ہے کہ "سنّتِ مؤکدہ کا تارک اساءت کا مستحق ہے"۔ یعنی نفس ترک سے ― "اور کراہت کا "مستحق ہے ― یعنی کراہت تحریمیہ کا، جب کہ عادت ہو۔ اس لئے کہ مطلق بولنے کے وقت کراہت تحریمیہ ہی مراد ہوتی ہے۔ اسی لئے امام عبدالعزیز بخاری نے اپنی شرح میں فرمایا کہ: اساءت کا درجہ کراہت سے نیچے ہے۔ اور سنّتِ زائدہ میں نفی اساءت پر اکتفا کی اس لئے کہ ادنٰی کی نفی سے اعلٰی کی نفی بدرجۂ اولٰی معلوم ہوجائے گی۔ اور چونکہ کراہت تنزیہیہ اساءت سے ادنٰی ہے تو

---

[1] کشف الاسرار عن اصول البزدوی باب العزیمۃ و الرخصۃ دارالکتاب العربی بیروت ۲/ ۳۰۸
[2] الدرالمختار کتاب الحظر والاباحۃ مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۲۳۵
[3] اصول البزدوی باب العزیمۃ والرخصۃ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۱۳۹
[4] کشف الاسرار عن اصول البزدوی باب العزیمۃ والرخصۃ دارالکتاب العربی بیروت ۲/ ۳۱۰

www.alahazratnetwork.org

الاساءة فنفی الاعلٰی لایستلزم نفی الادنی ولذا ذکر توجہ اللائمۃ حکم ترک مطلق السنۃ ثم قسمھا قسمین وفرق بلزوم الاساءۃ وعدمہ فتحصل ان المؤکدۃ وغیرھا تشترکان فی توجہ الملام علی الترک وتتفارقان فی ان ترک المؤکدۃ اساءۃ وبعد التعود کراھۃ تحریم ولیس فی ترک غیرھا الاکراھۃ التنزیہ، ولعمری ان اشارات ھذا الامام الھمام ادق من ھذا حتی لقبوہ ابا العسر واباہ الامام صدر الاسلام ابا الیسر۔

اعلٰی کی نفی سے ادنٰی کی نفی لازم نہ آئے گی —— اسی لئے مستحقِ ملامت ہونا مطلق سنت کے ترک کا حکم بتایا پھر سنت کی دو قسمیں کیں اور اساءت لازم آنے اور نہ لازم آنے سے دونوں میں فرق کیا، تو حاصل یہ نکلا کہ سنتِ مؤکدہ اور غیر مؤکدہ دونوں اس حکم میں مشترک ہیں کہ ترک پر ملامت ہو گی اور دونوں آپس میں یوں جدا جدا ہیں کہ مؤکدہ کا ترک اساءت ہے اور عادت کے بعد کراہت تحریم ہے اور غیر مؤکدہ کے ترک میں صرف کراہت تنزیہ ہے —— بخدا اس امام ہمام کے ارشادات اس سے بھی زیادہ دقیق ہوتے ہیں یہاں تک کہ علماء نے انہیں "ابو العُسر" اور ان کے برادر امام صدر الاسلام کو "ابو الیُسر" کا لقب دیا۔

www.alahazratnetwork.org

جہاں جہاں کلماتِ علماء میں اس پر حکم اثم ہے اُس سے مراد بحالِ اعتیاد ورنہ اس میں اور واجب میں فرق نہ رہے۔

اقول والفرق[ف۱] بتشکیک الاثم کما لجأ الیہ فی البحر لایجدی لان التشکیک حاصل فی الواجبات انفسھا۔

اقول اور گناہ کی تشکیک سے فرق —— جیسا کہ بحر میں اس کا سہارا لیا ہے۔ کار آمد نہیں اس لئے کہ تشکیک تو خود واجبات میں بھی حاصل ہے (کسی واجب میں کم درجہ کا گناہ ہے کسی میں اس سے سخت ۱۲م)

اور جب اس کا مطلق ترک گناہ نہیں تو مکروہ تحریمی بے عادت نہیں ہوسکتا کہ ہر مکروہ تحریمی[ف۲] گناہ ومعصیت صغیرہ ہے، ردالمحتار صدر واجباتِ صلاۃ میں ہے:

صرح العلامۃ ابن نجیم فی رسالتہ

علامہ ابن نجیم نے بیان معاصی سے متعلق اپنے

ف۱: تطفل علی البحر

ف۲: مکروہ تحریمی گناہِ صغیرہ ہے۔

المؤلفۃ فی بیان المعاصی بان کل مکروہ تحریما من الصغائر[1]

رسالہ میں تصریح فرمائی ہے کہ ہر مکروہ تحریمی گناہِ صغیرہ ہے۔(ت)

منیہ میں ہے:

لایترك رفع ف الیدین ولو اعتاد یأثم[2]

تکبیر تحریمہ کے وقت ہاتھوں کو اٹھانا ترک نہ کرے اور اگر ترک کی عادت کرے تو گنہگار ہوگا (ت)

غنیہ میں ہے:

لانہ سنۃ مؤکدۃ اما لو ترکہ بعض الاحیان من غیر اعتیاد لایأثم وھذا مطرد فی جمیع السنن المؤکدۃ۔[3]

اس لئے کہ یہ سنّتِ مؤکدہ ہے لیکن اگر بغیر عادت کے کسی وقت ترک کردیا تو گنہگار نہ ہوگا اور یہ حکم تمام سُننِ مؤکدہ میں عام ہے۔(ت)

حلیہ میں کلام مذکور امام ابوالیسر کی طرف اشارہ کرکے فرمایا:

وھو حسن لکن بعد وجود الدلیل الدال علی لحوق الاثم لتارك السنۃ بمجرد الترك لہا ولیس ذلك بالسہل الوجود[4]

یہ کلام عمدہ ہے مگر اس کے بعد تارکِ سنت کے لئے محض ترک سے ہی گناہ لاحق ہونے پر دلالت کرنے والی دلیل مل جائے اور یہ بہت آسان نہیں۔(ت)

ردالمحتار سنن صلوٰۃ میں نہر الفائق سے بحوالہ کشف کبیر کلام امام ابی الیسر نقل کرکے فرمایا:

فی شرح التحریر المراد الترك بلاعذر علی سبیل الاصرار وفی شرح الکیدانیۃ عن الکشف قال محمد فی المصرین علی ترك السنۃ بالقتال وابو یوسف بالتادیب اھ،

شرح تحریر میں ہے کہ ترک سے مراد بلاعذر بطور اصرار ترک کرنا ـــ اور شرح کیدانیہ میں کشف کے حوالہ سے ہے امام محمد نے ترک سنت پر قتال کا، اور امام ابو یوسف نے تادیب کا حکم دیا اھ۔ تو

ف: مسئلہ تکبیر تحریمہ کے وقت رفع یدین سنّت مؤکدہ ہے ترک کی عادت سے گنہگار ہوگا ورنہ مکروہ ضرور ہے۔

---

[1] ردالمحتار کتاب الصلوٰۃ باب صفۃ الصلوٰۃ دار احیاء التراث العربی بیروت ١/ ٣٠٦
[2] منیۃ المصلی فصل فی صفۃ الصلوٰۃ مکتبہ قادریہ جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور ٢٧٨
[3] غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی فصل فی صفۃ الصلوٰۃ سہیل اکیڈمی لاہور ص ٣٠٠
[4] حلیۃ المحلی شرح منیۃ المصلی

فیتعین حمل الترك علی الاصرار توفیقا بین کلامھم[1]

متعین ہے کہ ترک کو اصرار پر محمول کیا جائے تاکہ ان حضرات کے کلام میں تطبیق ہوجائے۔ (ت)

اُسی میں ہے:

کونہ سنۃ مؤکدۃ لایستلزم الاثم بترکہ مرۃ واحدۃ بلاعذر فیتعین تقیید الترك بالاعتیاد[2]۔

اس کا سنتِ مؤکدہ ہونا اسے مستلزم نہیں کہ بلاعذر ایک بار ترک سے بھی گنہگار ہوجائے تو متعین ہے کہ ترک کے ساتھ عادت کی قید لگائی جائے۔ (ت)

اُسی کے سنن[ف] وضو میں دربارۂ نیت ہے:

یاثم بترکہا اثما یسیرا کما قدمناہ عن الکشف والمراد الترك بلاعذر علی سبیل الاصرار کما قدمنا عن شرح التحریر وذلك لانہا سنۃ مؤکدۃ کما حققہ فی الفتح[3]۔

نیتِ وضو کے ترک سے کچھ گنہگار ہوگا جیسا کہ کشف کے حوالے سے ہم نے سابقًا نقل کیا اور مراد یہ ہے کہ بلاعذر بطور اصرار ترک کرے جیسا کہ شرح تحریر کے حوالے سے ہم نے پہلے لکھا — یہ اس لئے جیسا کہ فتح القدیر میں تحقیق کی ہے کہ وضو میں نیت سنّتِ مؤکدہ ہے۔ (ت)

www.alahazratnetwork.org

فتح القدیر میں ہے:

حکی فی الخلاصۃ خلافا فی ترکہ (ای ترك رفع الیدین عند التحریمۃ) قیل یأثم وقیل لا، قال والمختار ان اعتادہ اثم لا ان کان احیانا انتھی، وینبغی ان نجعل

خلاصہ کے اندر وقت تحریمہ رفع یدین کے ترک میں اختلاف کی حکایت کی ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ ترک سے گنہگار ہوگا، دوسرا قول یہ ہے کہ گنہگار نہ ہوگا۔ اور مختار یہ ہے کہ اگر اس کی عادت ہو تو گنہگار ہوگا اور اگر احیانًا ترک کیا تو گنہگار

ف: مسئلہ وضو میں نیت نہ کرنے کی عادت سے گنہگار ہوگا اس میں نیت سنتِ مؤکدہ ہے۔

---

[1] ردالمحتار کتاب الصلوٰۃ باب صفۃ الصلوٰۃ داراحیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۳۱۹

[2] " " " " " " " " "

[3] " " کتاب الطہارۃ سنن الوضوء " " " " " ۱/ ۷۳

شق هذا القول محمل القولین فلا اختلاف ولا اثم لنفس الترك بل لان اعتاده للاستخفاف والا فمشکل او یکون واجبا[1]

نہ ہوگا انتہی۔ اور مناسب یہ ہے کہ اس قولِ مختار کی دونوں شقوں کو ہم ان دونوں قولوں کی مراد قرار دیں تو کوئی اختلاف نہ رہ جائے گا۔ اور گناہ نفس ترک کی وجہ سے نہیں بلکہ استخفاف کی وجہ سے اس کی عادت بنا لینے سے ہے، ورنہ مشکل ہے یا پھر واجب ہوجائے گا۔ (ت)

درمختار میں ہے:

الجماعة سنة مؤکدة للرجال وقیل واجبة وعلیه العامة ثمرته تظهر فی الاثم بترکها مرة[2]

جماعت مردوں کے لئے سنتِ مؤکدہ ہے، اور کہا گیا واجب ہے، اور اسی پر عامہ علماء ہیں، اور ثمرۂ اختلاف ایک بار ترک سے گنہگار ہونے کے حکم میں ظاہر ہوگا۔ (ت)

اُسی کے سُنن وضو میں ہے:

(ف۱) وتثلیث الغسل المستوعب ولا عبرة (ف۲) للغرفات ولو اکتفی بمرة ان اعتاده

تین بار اس طرح دھونا کہ ہر مرتبہ پورے عضو کا احاطہ ہوجائے اس میں چلّوؤں کی تعداد کا اعتبار نہیں۔

www.alahazratnetwork.org

ف۱: مسئلہ طہارت میں ہر عضو کا پُورا تین بار دھونا سنّتِ مؤکّدہ ہے، ترک کی عادت سے گنہگار ہوگا۔

ف۲: مسئلہ پانی ڈالنے کی گنتی معتبر نہیں جتنا دھونے کا حکم ہے اس پر پورا پانی بہہ جانا معتبر ہے، مثلاً ہاتھ پر ایک بار پانی ڈالا کہ تہائی کلائی پر بہا باقی پر بھیگا ہاتھ پھیرا، دوبارہ دوسری تہائی دُھلی، سہ بارہ تیسری۔ تو یہ ایک ہی بار دھونا ہوا۔ ہر بار پورے ہاتھ پر کہنی سمیت پانی ذرہ ذرہ پر بہتا تو تین بار ہوتا۔ اس طرح دھونے کی عادت سے گنہگار ہوگا۔ اور اگر سو بار پانی ڈالا اور ایک ہی جگہ بہا کچھ حصّے کسی دفعہ نہ بہا اگرچہ بھیگا ہاتھ پھرا تو وضو ہی نہ ہوگا۔

---

[1] فتح القدیر کتاب الصلوٰۃ باب صفۃ الصلوٰۃ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/۲۴۴

[2] الدرالمختار 〃 باب الامامۃ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۸۲

اثم والالا[1]۔

اگرایک بار دھونے پر اکتفا کی توبصورت عادت گنہگار ہے اور عادت نہ ہو تو نہیں۔ (ت)

خلاصہ[ف1] میں ہے:

ان توضأ مرة مرة ان فعل لعزة الماء لعذر البرد او لحاجة لایکرہ وکذا ان فعله احیانا اما اذا اتخذ ذٰلك عادة یکرہ[2] اھ۔

اگرایک بار وضو کیا اس وجہ سے کہ پانی کم یاب ہے یا ٹھنڈک لگنے کا عذر یا کوئی حاجت ہے تو مکروہ نہیں اسی طرح اگر احیاناً ایسا کیا لیکن جب اسے عادت بنالے تومکروہ ہے اھ۔

اقول ای تحریما لانه سنة مؤکدة وھی محمل الاطلاق والمنفیة عن فعله احیانا من دون عذر۔

اقول یعنی مکروہ تحریمی ہے اس لئے کہ وہ سنّتِ مؤکدہ ہے اور کراہت مطلق بولنے سے یہی مراد ہوتی ہے اور بلاعذر احیاناً کرنے سے جس کراہت کی نفی کی گئی ہے اس سے بھی یہی تحریمی مراد ہے۔ (ت)

اس کے نظائر کثیر وافر ہیں

فلا نظر الی ماوقع فی البحر صدر سنن الصلوٰة و قد ردہ فی رد المحتار ببعض ماذکرنا ھنا وباللہ التوفیق۔

تو وہ قابلِ توجہ نہیں جو بحر میں سننِ نماز کے شروع میں تحریر ہے اور ردالمحتار میں یہاں ہمارے ذکرکردہ بعض کلام کے ذریعہ اس کی تردید بھی کردی ہے، اور توفیق خدا ہی سے ہے۔ (ت)

خوبتر[ف2] یہ ہے کہ جب ہمارے مشائخِ عراق نے جماعت کو واجب اور مشائخِ خراسان نے سنّتِ مؤکدہ فرمایا

ف1: مسئلہ اگرپانی کم ہے یا سردی سخت ہے یا اور کسی ضرورت کے لئے پانی درکار ہے اس وجہ سے اعضا ایک ایک بار دھوئے تو مضائقہ نہیں۔

ف2: تطفل علی النھر۔

---

[1] الدرالمختار کتاب الطہارات مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۲۲

[2] خلاصۃ الفتاوی الفصل الثالث مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ۱/ ۲۲

اور مفید میں یُوں تطبیق دی کہ واجب ہے، اور اس کا ثبوت سنت سے، خود علامہ عمر نے نہر میں اسے نقل کرکے فرمایا:

ھذا یقتضی الاتفاق علی ان ترکہا (مرۃ) بلا عذر یوجب اثما مع انہ قول العراقیین والخراسانیین علی انہ یاثم اذا اعتاد الترك کما فی القنیۃ اھ[1]

اس کا مقتضا یہ ہے کہ بلا عذر ایک بار ترک کرنے سے گنہگار ہونے پر اتفاق ہو حالانکہ یہ مشائخ عراق کا قول ہے، اور اہل خراسان یہ کہتے ہیں کہ جب ترک کی عادت ہو تو گنہگار ہوگا جیسا کہ قنیہ میں ہے۔ (ت)

فائدہ: اس مسئلہ پر باقی کلام اور سنت کی تعریف و اقسام اور سنت غیر مؤکدہ کی تحقیق احکام اور اس کا مستحب سے فرق اور مکروہِ تحریمی و تنزیہی کی بحث جلیل اور یہ کہ مکروہ تنزیہی اصلاً گناہ نہیں، اور یہ کہ مکروہِ تحریمی مطلقاً گناہ ہے اور یہ کہ وہ بے اصرار ہرگز کبیرہ نہیں اور ان مسائل میں فاضل لکھنوی کی لغزشوں کا بیان، یہ سب ہمارے رسالہ بسط الیدین فی السنۃ والمستحب والمکروہین ۱۳۰۳ھ میں ہے وباللہ التوفیق۔

تنبیہ ۵: جبکہ علامہ عمر نے کراہت تحریم کا استظہار کیا علامہ شامی نے منحۃ الخالق میں تو اُن کا کلام مقرر رکھا مگر ردالمحتار میں رائے جانب کراہت تنزیہ گئی لہذا دلائل تحریم کا جواب دینا چاہا، علامہ عمر نے تین ۳ دلیلیں پیش فرمائی تھیں:

(۱) کلام امام زیلعی میں کراہت کو مطلق رکھنا۔

(۲) اسراف سے نہی کی حدیثوں کا مطلق یعنی بے قرینۂ صارفہ ہونا۔

(۳) ملتقی میں اسے منہیات سے گننا۔

علامہ شامی نے اوّل کا یہ جواب دیا کہ مطلق کراہت ہمیشہ تحریم پر محمول نہیں

کما ذکرنا انفا[2] اھ واشار بہ الی ماقدمہ قبل ھذا بصفحۃ عن البحر ان المکروہ نوعان احدھما ماکرہ تحریما وھو

جیسا کہ ہم نے ابھی ذکر کیا اھ (ردالمحتار) اس سے ان کا اشارہ اس کلام کی طرف ہے جو اس سے ایک صفحہ پہلے بحر کے حوالے سے لکھ چکے ہیں کہ مکروہ کی دو۲ قسمیں ہیں، ایک[1] مکروہ تحریمی — یہی مطلق

---

[1] النہر الفائق کتاب الصلوٰۃ باب الامامۃ والحدث فی الصلوٰۃ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۲۳۸

[2] ردالمحتار کتاب الطہارۃ مکروہات الوضوء داراحیاء التراث العربی بیروت ۱/۹۰

www.alahazratnetwork.org

المحمل عند اطلاقهم الکراھۃ کما فی زکاۃ فتح القدیر،ثانیھما المکروہ تنزیھا وکثیرا مایطلقونہ کما فی شرح المنیۃ۔[1]

کراہت بولنے کے وقت مراد ہوتا ہے جیسا کہ فتح القدیر میں کتاب الزکاۃ میں ہے ــ دوسری قسم مکروہِ تنزیہی ـــ اور بارہا اسے بھی مطلق بولتے ہیں جیسا کہ شرح منیہ میں ہے۔(ت)

اقول ف[1] اس میں کلام نہیں کہ فقہا بارہا کراہت ف[2] مطلق بولتے اور اُس سے خاص مکروہ تنزیہی یا تنزیہی وتحریمی دونوں کو عام مراد لیتے ہیں مگر یہ وہاں ہے کہ ارادۂ کراہت تحریم سے کوئی صارف موجود ہو مثلاً دلیل سے ثابت یا خارج سے معلوم ہو کہ جسے یہاں مطلق مکروہ کہا مکروہ تحریمی نہیں یا جو افعال یہاں گنے ان میں مکروہ تنزیہی بھی ہیں کما یفعلونہ فی مکروھات الصلوٰۃ (جیسے مکروہاتِ نماز میں ایسا کرتے ہیں۔ت) بے قیام دلیل ہمارے مذہب میں اصل وہی ارادۂ کراہت تحریم ہے کما مرعن نص المحقق علی الاطلاق وکتب المذھب طافحۃ بذٰلک (جیسا کہ محقق علی الاطلاق کی تصریح گزری اور کتبِ مذہب اس کے بیان سے لبریز ہیں۔ت) تو کراہت تنزیہ کی طرف پھیرنا ہی محتاجِ دلیل ہے ورنہ استدلال نہر تام ہے اب یہ جواب دلیل دوم کے جواب سے محتاجِ تکمیل ہوا اور اُسی کی تضعیف بھی جلوہ نما۔ دوم سے یہ جواب دیا کہ صارف موجود ہے مثلاً جس نے آبِ نہر سے وضو میں اسراف کیا اگر اُسے سنّت نہ جانا تو ایسا ہوا کہ نہر سے کوئی برتن بھر کر اُسی میں اُلٹ دیا اس میں کیا محذور ہے سوا اس کے کہ ایک عبث بات ہے۔

اقول ف[3] اس کا مبنٰی اُسی خیال پر ہے کہ علامہ نے قول اول وچہارم کو ایک سمجھا ہے ورنہ قول چہارم میں لبِ نہر اسراف کی تحریم کہاں اور یاد رہا ہیں کہ پانی کی اضاعت بے صارف کیا۔

وقد قدمنا مایکفی ویشفی ومنہ ف[4] تعلم مافی تعبیرہ بالوضوء بماء النھر

اس پر ہم کافی وشافی بحث کرچکے ہیں۔ اسی سے وہ نکتہ بھی معلوم ہوجاتا ہے جو "وضو بماء النہر"

ف[1]: معروضۃ علی العلامۃ ش

ف[2]: اگر فقہا خاص مکروہ تنزیہی یا تنزیہی وتحریمی دونوں سے عام پر اطلاقِ کراہت فرماتے ہیں مگر اصل یہی ہے کہ اس کے مطلق سے مراد کراہت تحریمی ہے جب تک دلیل سے اس کا خلاف نہ ثابت ہو۔

ف[3]: معروضۃ اخرٰی علیہ

ف[4]: معروضۃ ثالثۃ علیہ

---

[1] ردالمحتار کتاب الطہارۃ مکروہات الوضوء داراحیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۸۹

اما استنادہ الٰی ان حدیث فمن زاد علی ھذا اونقص فقد تعدی و ظلم محمول علی الاعتقاد عندنا کما فی الھدایۃ وغیرھا وقال فی البدائع انہ الصحیح حتی لوزاد اونقص و اعتقد ان الثلاث سنۃ لایلحقہ الوعید قال وقدمنا انہ صریح فی عدم کراھۃ ذٰلک یعنی کراھۃ تحریم[1] اھ۔

سے تعبیر میں ہے ۔۔۔ رہا ان کا یہ استناد کہ حدیث "جس نے اس پر زیادتی یا کمی کی تو اس نے حد سے تجاوز اور ظلم کیا" ہمارے نزدیک اعتقاد پر محمول ہے جیسا کہ ہدایہ وغیرہا میں ہے اور بدائع میں فرمایا کہ یہی صحیح ہے یہاں تک کہ اگر کمی بیشی کی اور اعتقاد یہ ہے کہ تین بار دھونا ہی سنت ہے تو وعید اسے لاحق نہ ہوگی۔ علامہ شامی نے کہا اور ہم پہلے بیان کرچکے ہیں کہ یہ اس بارے میں صریح ہے کہ اس میں کراہت یعنی کراہت تحریم نہیں اھ۔

فاقول لایفید[ف] ماقصدہ من قصر الحکم علی کراھۃ التنزیہ مطلقا مالم یعتقد خلاف السنۃ کیف و لوکان ترک الاسراف سنۃ مؤکدۃ کمایقولہ النھر کان تعودہ مکروھا تحریما ووقوعہ احیانا تنزیھا والحدیث حاکم علی من زاد مطلقا ای ولو مرۃ بانہ ظالم فلزم تاویلہ بما یجعل الزیادۃ ممنوعۃ مطلقا فحملوہ علی ذٰلک فمن زاد اونقص

فاقول اس سے وہ فائدہ حاصل نہیں ہوتا جو ان کا مقصود ہے کہ اسراف بہرحال مکروہ تنزیہی ہے جب تک مخالفت سنت کا اعتقاد نہ ہو۔ یہ کیسے ہوسکتا ہے؟ ۔۔۔ اگر ترک اسراف سنت مؤکدہ ہے ۔۔۔ جیسا کہ صاحب نہر اس کے قائل ہیں ۔۔۔ تو اس کی عادت بنا لینا مکروہ تحریمی، اور احیاناً ہونا مکروہ تنزیہی ہوگا ۔۔۔ اور حدیث یہ حکم کرتی ہے کہ مطلقاً جو زیادتی کرے خواہ ایک ہی بار وہ ظالم ہے تو اس کی تاویل اس امر سے ضروری ہوئی جو زیادتی کو مطلقاً ممنوع قرار دے دے اس لئے علماء نے اسے اس معنی پر محمول

ف: معروضۃ رابعۃ علیہ

---

[1] ردالمحتار کتاب الطہارۃ مکروہات الوضوء دار احیاء التراث العربی بیروت ۱/۹۰

www.alahazratnetwork.org

مرة ولم یعتقد لم یلحقه الوعید، الا ترى انهم هم الناصون بان من غسل الاعضاء مرة ان اعتاداثم کما قدمناه عن السراج ومعناه عن الخلاصة وقد صرح به فی الحلیة وغیرما کتاب.

کیا۔ اب جو ایک بار زیاتی یا کمی کرے اور مخالفت کا اعتقاد نہ رکھے تو وعید اسے شامل نہ ہوگی۔ کیا یہ پیش نظر نہیں کہ علما اس کی تصریح فرماتے ہیں کہ جو اعضا ایک بار دھوئے اگر اس کا عادی ہو تو گنہگار ہے جیسا کہ درمختار کے حوالے سے ہم نے بیان کیا۔ اور اسی کے ہم معنی خلاصہ سے نقل کیا اور اس کی تصریح حلیہ وغیرہا متعدد کتابوں میں موجود ہے۔

ثم العجب (ف) انی رأیت العلامة نفسه قد صرح بهذا فی سنن الوضوء فقال لایخفی ان التثلیث حیث کان سنة مؤکدة واصر علی ترکه یأثم وان کان یعتقده سنة واما حملهم الوعید فی الحدیث علی عدم رؤیة الثلث سنة کما یأتی فذلك فی الترك ولو مرة بدلیل ما قلنالو قال وبه اندفع ما فی البحر من ترجیح القول بعدم الاثم لو اقتصر علی مرة بانه لو اثم بنفس الترك لما احتیج الی هذا الحمل اھ واقره فی النهر وغیره وذلك لانه مع عدم الاصرار محتاج الیه فتدبر[1] اھ۔

پھر حیرت یہ ہے کہ میں نے دیکھا علامہ شامی نے سنن وضو کے بیان میں خود اس کی تصریح کی ہے، وہ لکھتے ہیں، مخفی نہیں کہ تین بار دھونا جب بھی ہو سنت مؤکدہ ہے اور جو اس کے ترک پر اصرار کرے گنہگار ہے اگرچہ اس کے سنت ہونے کا اعتقاد رکھتا ہو۔ اور علما کا وعید حدیث کو تثلیث کے سنت نہ ماننے پر محمول کرنا جیسا کہ آرہا ہے یہ تو ایک بار ترک کرنے میں بھی ہے جس کی دلیل وہ ہے جو ہم نے بیان کی۔ آگے لکھا: اسی سے وہ دفع ہو جاتا ہے جو بحر میں صرف ایک بار ترک تثلیث سے گنہگار نہ ہونے کے قول کو یہ کہہ کر ترجیح دی ہے کہ اگر نفس ترک سے گنہگار ہو جاتا تو حدیث کی یہ تاویل کرنے کی ضرورت نہ ہوتی اھ اس کلام کو نہر وغیرہ میں برقرار رکھا ہے۔ یہ کلام دفع یوں ہو جاتا ہے کہ عدم اصرار کے باوجود تاویل حدیث کی ضرورت ہے تو اس پر غور کرو اھ۔

ف: معروضة خامسة علیه

[1] رد المحتار کتاب الطهارة سنن الوضوء دار احیاء التراث العربی بیروت ۱/۸۰ و ۱۸

وقال بعیدہ صریح ما فی البدائع انه لاکراھة فی الزیادة والنقصان مع اعتقاد سنیة الثلث وھو مخالف لما مر من انه لو اکتفی بمرة واعتادہ اثم ولما سیأتی ان الاسراف مکروہ تحریما ولھذا افرع فی الفتح وغیرہ علی القول بحمل الوعید علی الاعتقاد بقوله فلو زاد لقصد الوضوء علی الوضوء و لطمانینة القلب عند الشك اونقص لحاجة لاباس به فان مفاد ھذا التفریع انه لو زاد اونقص بلا غرض صحیح یکرہ وان اعتقد سنیة الثلث وبه صرح فی الحلیة فیحتاج الی التوفیق بین ما فی البدائع وغیرہ ویمکن التوفیق بما قدمناہ انه اذا فعل ذلك مرة لا یکرہ مالم یعتقدہ سنة وان اعتادہ یکرہ وان اعتقد سنیت الثلث الا اذا کان لغرض صحیح[1] اھ ، و لکن سبحان من لا ینسی ۔

اس کے کچھ آگے لکھا ہے: بدائع کی تصریح یہ ہے کہ تثلیث کو سنت مانتے ہوئے کم و بیش کر دینے میں کوئی کراہت نہیں اور یہ اس کے مخالف ہے جو بیان ہوا کہ اگر ایک بار دھونے پر اکتفا کرے اور اس کا عادی ہو تو گنہگار ہوگا اور اس کے بھی خلاف ہے جو آگے آرہا ہے کہ اسراف مکروہِ تحریمی ہے اور اسی لئے فتح القدیر وغیرہ میں وعید کو اعتقاد پر محمول کرنے کے قول پر یہ تفریع کی ہے کہ اگر وضو پر وضو کے ارادے سے، یا شک کی حالت میں اطمینانِ قلب کے لئے زیادتی کی یا کسی حاجت کی وجہ سے کمی کی تو کوئی حرج نہیں۔ کیونکہ اس تفریع کا مفاد یہ ہے کہ اگر کسی غرض صحیح کے بغیر کمی بیشی کی تو مکروہ ہے اگرچہ تثلیث کے مسنون ہونے کا اعتقاد رکھتا ہو۔ اور حلیہ میں اس کی تصریح کی ہے۔ تو بدائع اور دوسری کتابوں میں جو مذکور ہے اس میں تطبیق دینے کی ضرورت ہے اور یہ تطبیق اس کلام سے ہو سکتی ہے جو ہم نے پہلے تحریر کیا کہ جب ایک بار ایسا کرے تو مکروہ نہیں جبکہ اسے سنت نہ سمجھے اور اگر اس کا عادی ہو تو مکروہ ہے اگرچہ تثلیث کو سنت مانے مگر جب کسی غرض صحیح کے تحت ہو اھ ـــ لیکن پاک ہے وُہ جسے نسیان نہیں۔

www.alahazratnetwork.org

اقول وانت تعلمان الکراھیة

اقول ناظر کو معلوم ہے کہ کبھی ایک بار

---

[1] رد المحتار کتاب الطہارۃ سنن الوضوء دار احیاء التراث العربی بیروت ۱/۸۱ و ۸۲

المنفیة فیما اذا نقص مرة هی التحریمیة کما قدمنا لان ترك السنة المؤکدة مرة واحدة ایضا مکروه ولو لم یکن تحریما وعلی التعود یحمل التفریع المذکور فی الفتح والکافی والبحر وعامة الکتب فان نفی الباس یستعمل فی کراهة التنزیه کما نصوا علیه فاثباته المستفاد ھٰھنا بالمفہوم المخالف یفید کراهة التحریم۔

کمی کردینے پر کراہت کی جو نفی کی گئی ہے اس سے کراہتِ تحریم مراد ہے جیسا کہ ہم نے سابقاً بیان کیا، اس لئے کہ سنّت مؤکدہ کا ایک بار بھی ترک مکروہ ہے اگرچہ مکروہِ تحریمی نہ ہو۔ اور عادت ہونے کی صورت پر وہ تفریع محمول ہوگی جو فتح، کافی، بحر اور عامۂ کتب میں مذکور ہے اس لئے کہ "لاباس بہ" (اس میں حرج نہیں) کراہت تنزیہ میں استعمال ہوتا ہے جیسا کہ علما نے اس کی تصریح کی ہے تو اثبات "باس" (حرج) جو یہاں مفہومِ مخالف سے مستفاد ہے وہ کراہت تحریم کا افادہ کررہا ہے۔

ھٰذا الکلام معه رحمه الله تعالٰی بما قرر نفسه وعند العبد الضعیف منشؤ اٰخر لحمل العلماء الحدیث علی الاعتقاد کما سیاتی ان شاء الله تعالٰی۔

یہ علامہ شامی رحمہ اللہ کے ساتھ خود ان ہی کی تقریر و تحریر سے کلام ہوا اور بندۂ ضعیف کے نزدیک حدیث کو اعتقاد پر محمول کئے جانے کا منشا دوسرا ہے جیسا کہ آگے ان شاء اللہ تعالٰی ذکر ہوگا۔

سوم سے یہ جواب دیا کہ مکروہِ تنزیہی بھی حقیقۃً اصطلاحاً منہی عنہ ہے اگرچہ لغۃً اسے منہی عنہ کہنا مجاز ہے کما فی التحریر (جیسا کہ تحریر میں ہے۔ ت)۔

اقول اولا ف۱ رحمه الله العلامة یہاں تحریر میں اصطلاح سے امام محقق علی الاطلاق کی مراد اصطلاحِ نحویاں ہے نہ کہ اصطلاحِ شرع یا فقہ یعنی جبکہ مکروہ تنزیہی میں صیغۂ نہی اور بعض مندوبات میں صیغۂ امر ہوتا ہے، اور نحوی صیغہ ہی کو دیکھتے ہیں اختلاف معانی سے انھیں بحث نہیں کہ یہاں فعل یا ترک کی طلب حتمی ہے یا غیر حتمی تو ان کی اصطلاح میں حقیقۃً مندوب مامور بہ ہوگا اور مکروہ تنزیہی منہی عنہ مگر لغۃً ف۲ ان کو مامور بہ و منہی عنہ کہنا مجاز ہے کہ لغت میں مامور بہ واجب اور منہی عنہ ناجائز

ف۱: معروضة سادسة علیه

ف۲: مکروہ تنزیہی لغۃً و شرعاً منہی عنہ نہیں اگرچہ نحویوں کے طور اس میں صیغۂ نہی ہو۔

سے خاص ہے اور یہی عرف شرع و اصطلاحِ فقہ ہے تو نحویوں کے طور پر لاتفعل کا صیغہ ہونے سے فقہاً کیونکر منہیات میں داخل ہونے لگا، تحریر کی عبارت محل مذکور سابقاً سے ملخصاً یہ ہے:

مسئلة اختلف فی لفظ المامور به فی المندوب قیل عن المحققین حقیقة والحنفیة وجمع من الشافعیة مجاز و یجب کون مراد المثبت ان الصیغة فی الندب یطلق علیها لفظ امر حقیقة بناء علی عرف النحاة فی ان الامر للصیغة المقابلة للماضی واخیه مستعملة فی الایجاب او غیره فالمندوب مامور به حقیقة والنافی علی ما ثبت ان الامر خاص فی الوجوب والاول (ای نفی الحقیقة) اوجه لابتنائه علی الثابت لغة وابتناء الاول علی الاصطلاح (للنحویین) ومثل هذه المکروه (تنزیها) منهی (عنه) اصطلاحا (نحویا) حقیقة مجاز لغة (لان النهی فی الاصطلاح یقال علی لاتفعل استعلاء سواء کان للمنع المحتم اولا اما فی اللغة فیمتنع ان یقال حقیقة نهی عن کذا الا اذا منع منه) اھ مزید

مسئلہ مندوب کے بارے میں لفظ ماموربہ سے متعلق اختلاف ہے۔ کہا گیا کہ محققین سے منقول ہے کہ وہ حقیقۃً مامور بہ ہے۔ اور حنفیہ اور ایک جماعت شافعیہ سے منقول ہے کہ مجازاً ہے۔ ضروری ہے کہ مثبت کی مراد یہ ہو کہ ندب میں جو صیغہ ہوتا ہے اس پر لفظ امر حقیقۃً بولا جاتا ہے اس بنیاد پر کہ نحویوں کا عرف یہ ہے کہ امر اس صیغہ کو کہتے ہیں جو ماضی و مضارع کے مقابلہ میں ہوتا ہے یہ ایجاب یا غیر ایجاب میں استعمال ہوتا ہے تو مندوب بھی حقیقۃً مامور بہ ہے — اور نافی اس پر ہے جو ثابت ہوا کہ امر، وجوب میں خاص ہے۔ اور اول (یعنی نفی حقیقت) اوجہ ہے اس لئے کہ وہ اس پر مبنی ہے جو لغۃً ثابت ہے۔ اور پہلے کی بنیاد (نحویوں کی) اصطلاح پر ہے — اور اسی کی طرح مکروہ (تنزیہی) بھی (نحوی) اصطلاح میں حقیقۃً منہی (عنہ) ہے اور لغت میں مجازاً۔ (اس لئے کہ اصطلاح میں نہی کا اطلاق بطور استعلاء "لاتفعل" (مت کر) پر ہوتا ہے خواہ منع حتمی ہو یا نہ ہو۔ لیکن لغت میں حقیقۃً یہ نہیں کہا جا سکتا کہ فلاں کام سے نہی کی مگر اسی وقت جب کہ اس سے منع کر دیا ہو) اھ، بالیین کے

www.alahazratnetwork.org

---

[1] التحریر فی اصول الفقہ المقالۃ الثانیۃ الباب الاول مصطفی البابی مصر ص ۲۵۵ تا ۲۵۷
التقریر والتحبیر شرح التحریر " " دار الفکر بیروت ۲/ ۱۹۰ و ۱۹۱

اما بین الاھلۃ من شرحہ التقریر والتحبیر لتلمیذہ المحقق ابن امیر الحاج رحمہما اللہ تعالٰی۔

درمیان اضافے محقق علی الاطلاق کے شاگرد محقق ابن امیر الحاج رحمہما اللہ تعالٰی کی شرح "التقریر والتحبیر" سے ہیں۔ (ت)

ثانیًا اقول [ف۱] اگر مکروہِ تنزیہی شرعًا حقیقۃً منہی عنہ ہوتا واجب الاحتراز ہوتا لقولہ تعالٰی ما نھٰکم عنہ فانتھوا[۱] (کیونکہ باری تعالٰی کا ارشاد ہے اور تمھیں جس چیز سے روکیں اس سے باز آجاؤ۔ ت) تو مکروہِ تنزیہی نہ رہتا بلکہ حرام یا مکروہِ تحریمی ہوتا اور ہم نے اپنے رسالہ جُمَل مجلیۃ ان المکروہ تنزیھا لیس بمعصیۃ[۳] میں دلائل قاہرہ قائم کئے ہیں کہ وہ ہرگز شرعًا منہی عنہ نہیں۔

ثالثًا [ف۲] خود علامہ شامی کو جابجا اس کا اعتراف ہے کلام حلیہ الظاھر ان السنۃ فعل المغرب فورا وبعدہ مباح الی اشتباك النجوم (ظاہر یہ ہے کہ مغرب کی ادائیگی فورًا مسنون ہے اور اس کے بعد ستاروں کے باہم مل جانے تک مباح ہے۔ ت) نقل کرکے فرمایا:

الظاھر انہ اراد بالمباح مالایمنع فلا ینافی کراھۃ التنزیہ[۲]

ظاہر یہ ہے کہ انھوں نے مباح سے وہ مراد لیا ہے جو ممنوع نہ ہو تو یہ مکروہِ تنزیہی ہونے کے منافی نہیں۔ (ت)

www.alahazratnetwork.org

آخر کتاب الاشربہ میں سید علامہ ابو السعود سے نقل کیا:

المکروہ تنزیھا یجامع الاباحۃ[۳] اھ

مکروہ تنزیہی اباحت کے ساتھ جمع ہوتا ہے (ت)

رابعًا وخامسًا اقول [ف۳] عجب تر یہ کہ صدر حظر میں ہمارے ائمہ ثلٰثہ رضی اللہ تعالٰی عنہم کا اجماع بتایا کہ مکروہ تنزیہی ممنوع نہیں۔

ثم ادعی [ف۴] تبعا لزلۃ وقعت فی

پھر تلویح میں واقع ہونے والی ایک لغزش کی

ف۱: معروضۃ سابعۃ علیہ
ف۲: معروضۃ ثامنۃ علیہ
ف۳: معروضۃ تاسعۃ علیہ
ف۴: معروضۃ عاشرۃ علیہ

۱؎ القرآن الکریم ۵۹/۷
۲؎ ردالمحتار کتاب الصلوٰۃ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱/۲۴۶
۳؎ ردالمحتار کتاب الاشربہ دار احیاء التراث العربی بیروت ۵/۲۹۶

22

التلويح واقمنا فی رسالتنا بسط الیدین الدلائل الساطعة علی بطلانها و نقلنا مائة نص من ائمتنا و کتب مذهبنا متونا و شروحا و فتاوی منها کتب نفس الشامی کرد المحتار و نسمات الاسحار علی خلافہ ان المکروہ تحریما ایضا غیر ممنوع عند الشیخین رضی اللہ تعالٰی عنهما و سبحٰن اللہ ای اعجب اعجب من هذا ان یکون المکروہ تنزیها منهیا عنه و المکروہ تحریما غیر ممنوع۔

تبعیت میں یہ دعوٰی کردیا کہ شیخین (امام اعظم و امام ابویوسف) رضی اللہ تعالٰی عنہما کے نزدیک مکروہ تحریمی بھی ممنوع نہیں — خدا ہی کے لئے پاکی ہے۔ اس سے زیادہ عجیب کون سا عجب ہوگا کہ مکروہِ تنزیہی تو منہی عنہ ہو اور مکروہِ تحریمی ممنوع نہ ہو۔ ہم نے اس کے بطلان پر اپنے رسالہ "بسط الیدین" میں روشن دلائل قائم کئے ہیں اور اس کے خلاف سو نصوص اپنے ائمہ اور اپنے مذہب کی کتبِ متون و شروح و فتاوٰی سے نقل کئے ہیں جن میں خود علامہ شامی کی کتابیں ردالمحتار، نسمات الاسحار وغیرہ بھی ہیں۔ (ت)

سادساً عجب تر یہ کہ جب شارح نے جواہر سے آبِ جاری میں اسراف جائز ہونا نقل فرمایا علامہ محشی نے قول کراہت کے خلاف دیکھ کر اس کی یہ تاویل فرمائی کہ جائز سے مراد غیر ممنوع ہے

ففی الحلیة عن اصول ابن الحاجب انه قد یطلق و یراد به مالا یمتنع شرعا و هو یشمل المباح والمکروہ والمندوب و الواجب[1]۔

کیونکہ حلیہ میں اصول ابن حاجب سے نقل ہے کہ کبھی جائز بولا جاتا ہے اور اس سے وہ مراد ہوتا ہے جو شرعاً ممنوع نہ ہو۔ یہ مباح، مکروہ، مندوب، واجب سب کو شامل ہے۔ (ت)

یعنی اب کراہت کے خلاف نہ ہوگا مکروہِ تنزیہی بھی شرعاً ممنوع نہیں۔

اقول یہ ایک تو اُس دعوے کا رَد ہوگیا کہ مکروہِ تنزیہی بھی حقیقۃً منہی عنہ ہے۔

سابعاً اصل تحقیق علامہ محشی کے خلاف خود قولِ صاحبِ نہر کی تسلیم ہوگئی خود علامہ نے جابجا تصریح فرمائی کہ کتب میں مفہوم مخالف معتبر ہے جب عبارتِ جواہر کے معنے یہ ٹھہرے کہ جاری پانی میں ممنوع

ف۱: المعروضة الحادیة عشرة علیه

ف۲: المعروضة الثانیة عشرة علیه

---

[1] حلیة المحلی شرح منیة المصلی

22
22

نہیں صرف مکروہ تنزیہی ہے توصاف مستفاد ہوا کہ آب غیر جاری میں ممنوع و مکروہ تحریمی ہے اور یہی مدعائے صاحبِ نہر تھا بالجملہ نہر کی کسی دلیل کا جواب نہ ہوا۔ رہا یہ کہ پھر آخر حکم منقح کیا ہے، اس کے لئے اولاً تحقیق معنیٔ اسراف کی طرف عود کریں پھر تنقیح حکم وباللہ التوفیق۔

تنبیہ ۶: اسراف بلاشبہہ ممنوع و ناجائز ہے۔ قال اللہ تعالٰی:

ولا تسرفوا انہ لایحب المسرفین[1]

بیہودہ صَرف نہ کرو بیشک اللہ تعالٰی بیہودہ صرف کرنے والوں کو دوست نہیں رکھتا۔

قال اللہ تعالٰی:

ولا تبذر تبذیرا ○ ان المبذرین کانوا اخوان الشیطین وکان الشیطٰن لربہ کفورا[2] ○

مال بیجا نہ اُڑا بیشک بیجا اُڑانے والے شیطانوں کے بھائی ہیں اور شیطان اپنے رب کا بڑا ناشکرا۔

اقول اسراف کی تفسیر میں کلمات متعدد وجہ پر آئے:

(۱) غیر حق میں صرف کرنا۔ یہ تفسیر سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ نے فرمائی۔

الفریابی وسعید بن منصور وابوبکر بن ابی شیبۃ والبخاری فی الادب المفرد وابن جریر والمنذر وابی حاتم والطبرانی والحاکم وصححہ والبیہقی فی شعب الایمان واللفظ لابن جریر کلھم عنہ رضی اللہ تعالٰی عنہ فی قولہ تعالٰی ولا تبذر تبذیرا قال التبذیر فی غیر الحق وھو الاسراف[3]

فریابی، سعید بن منصور، ابوبکر بن ابی شیبہ، ادب مفرد میں بخاری، ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم، طبرانی، حاکم بافادہ تصحیح، شعب الایمان میں بیہقی ——— اور الفاظ ابن جریر کے ہیں۔ یہ سب حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ارشادِ باری تعالٰی "ولا تبذر تبذیرا" کے تحت راوی ہیں کہ انہوں نے فرمایا: تبذیر غیر حق میں صرف کرنا، اور یہی اسراف بھی ہے (ت)

ف: اسراف کے معنی کی تفصیل و تحقیق۔

[1] القرآن الکریم ۶/۱۴۱ و ۷/۳۱ [2] القرآن الکریم ۱۷/۲۶ و ۲۷
[3] جامع البیان (تفسیر ابن جریر) تحت الآیۃ ۱۷/۲۶ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۵/۸۵

اور اسی کے قریب ہے وہ کہ تاج العروس میں بعض سے نقل کیا: وضع الشیئ فی غیر موضعہ[1] یعنی بیجا خرچ کرنا۔

ابن ابی حاتم نے امام مجاہد تلمیذ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہم سے روایت کی،

لو انفقت مثل ابی قبیس ذھبا فی طاعۃ اللہ لم یکن اسرافا ولو انفقت صاعا فی معصیۃ اللہ کان اسرافا[2]۔ اگر تو پہاڑ برابر سونا طاعتِ الٰہی میں خرچ کرے تو اسراف نہیں اور اگر ایک صاع گناہ میں خرچ کرے تو اسراف ہے۔

کسی نے حاتم کی کثرت داد و دہش پر کہا لاخیر فی سرف اسراف میں خیر نہیں، اس نے جواب دیا لاسرف فی خیر خیر میں اسراف نہیں۔

اقول حاتم کا مقصود تو خدا نہ تھا نام تھا کما نص علیہ فی الحدیث (جیسا کہ حدیث میں اس پر نص وارد ہے۔ ت) تو اس کی ساری داد و دہش اسراف ہی تھی مگر سخائے خیر میں بھی شرع مطہر اعتدال کا حکم فرماتی ہے،

قال اللہ تعالٰی، ولا تجعل یدک مغلولۃ الٰی عنقک ولا تبسطھا کل البسط فتقعد ملوما محسورا[4]۔ باری تعالٰی کا ارشاد ہے: اور اپنا ہاتھ اپنی گردن سے بندھا ہُوا نہ رکھ اور نہ پورا کھول دے کر تو بیٹھ رہے ملامت کیا ہوا تھکا ہوا۔ (ت)

وقال تعالٰی:

والذین اذا انفقوا لم یسرفوا و لم اور وہ کہ جب خرچ کرتے ہیں نہ حد سے بڑھیں اور

ف: مسئلہ مصارفِ خیر میں اعتدال چاہئے یا اپنا کُل مال یک لخت راہِ خدا میں دے دینے کی بھی اجازت ہے اس کی تحقیق۔

---

[1] تاج العروس باب الفاء فصل السین دار احیاء التراث العربی بیروت ۶/ ۱۳۸

[2] تفسیر ابن ابی حاتم تحت الآیۃ ۶/ ۱۴۱ مکتبۃ نزار مصطفٰی الباز مکۃ المکرمۃ ۵/ ۱۳۹۰

مفاتیح الغیب (التفسیر الکبیر) بحوالہ مجاہد تحت الآیۃ ۶/ ۱۴۱ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۱۳/ ۱۷۶

[3] " " " " " " " " " " " " " "

[4] القرآن الکریم ۱۷/ ۲۹

www.alahazratnetwork.org

یقتروا وکان بین ذٰلک قواماً[1] ○ نہ تنگی کریں اور ان دونوں کے بیچ اعتدال پر رہیں۔ (ت)

آیہ کریمہ واٰتوا حقہ یوم حصادہ ولا تسرفوا[2] (اور اس کی کٹائی کے دن اس کا حق دو اور بے جا خرچ نہ کرو۔ ت) کی شانِ نزول میں ثابت بن قیس رضی اللہ تعالٰی عنہ کا قصہ معلوم و معروف ہے رواھا ابن جریر و ابن ابی حاتم عن ابن جریج[3]۔ اُدھر صحاح کی حدیث جلیل ہے کہ حضور اقدس صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے تصدق کا حکم فرمایا فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ خوش ہوئے کہ اگر میں کبھی ابوبکر صدیق پر سبقت لے جاؤں گا تو وہ یہی بار ہے کہ میرے پاس مال بسیار ہے، اپنے جملہ اموال سے نصف حاضر خدمت اقدس لائے، حضور نے فرمایا، اہل وعیال کے لئے کیا رکھا، عرض کی اتنا ہی۔ اتنے میں صدیق اکبر رضی اللہ تعالٰی عنہ حاضر ہوئے اور اپنا کل مال حاضر لائے گھر میں کچھ نہ چھوڑا ارشاد ہوا: اہل وعیال کے لئے کیا رکھا؟ عرض کی: اللہ اور اللہ کا رسول جل جلالہ وصلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔ اس پر حضور پُرنور صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا، تم دونوں میں وہی فرق ہے جو تمہارے ان جوابوں میں۔ اور تحقیق یہ ہے کہ عام کے لئے وہی

www.alahazratnetwork.org

عـــہ نیز ایک صاحب انڈے برابر سونا لے کر حاضر ہوئے کہ یارسول اللہ! میں نے ایک کان میں سے پایا میں اسے تصدق کرتا ہوں اس کے سوا میری ملک میں کچھ نہیں۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اعراض فرمایا انھوں نے پھر عرض کی پھر اعراض فرمایا، پھر عرض کی، پھر اعراض فرمایا، پھر عرض کی، حضور (صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم) نے وہ سونا اُن سے لے کر ایسا پھینکا کہ اُن کے لگتا تو درد پہنچاتا یا زخمی کرتا۔ اور فرمایا: تم میں ایک شخص اپنا پُورا مال لاتا ہے کہ یہ صدقہ ہے پھر بیٹھا لوگوں سے بھیک مانگے گا، خیر الصدقۃ ماکان عن ظھر غنی بہتر صدقہ وہ ہے جس کے بعد آدمی محتاج نہ ہو جائے۔ رواہ ابوداؤد وغیرہ عن جابر رضی اللہ تعالٰی عنہ ۱۲ منہ (اس کو ابوداؤد وغیرہ نے جابر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ۱۲ منہ۔ ت)۔[4]

---

[1] القرآن الکریم ۲۵/ ۶۷

[2] " " ۶/ ۱۴۱

[3] الدرالمنثور بحوالہ ابن ابی حاتم تحت الآیۃ ۶/ ۱۴۱ داراحیاء التراث العربی بیروت ۳/ ۳۳۱
جامع البیان (تفسیر ابن جریر) " " " " " ۸/ ۴۷

[4] سنن ابی داؤد کتاب الزکوٰۃ باب الرجل یخرج من مالہ آفتاب عالم پریس لاہور ۱/ ۲۳۶-۲۳۵

حکم میانہ روی ہے اور صدق[ع] توکل و کمالِ تبتّل والوں کی شان بڑی ہے ۔

ع[۵] رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے سیدنا بلال رضی اللہ تعالٰی عنہ سے فرمایا :

انفق بلالا ولا تخش من ذی العرش اقلالا ۔ رواہ البزار عن بلال و ابویعلی والطبرانی فی الکبیر[۱] والاوسط والبیہقی فی شعب الایمان عن ابی ھریرۃ والطبرانی فی الکبیر کالبزار عن ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہم باسانید حسان ۔

اے بلال ! خرچ کر اور عرش کے مالک سے کمی کا اندیشہ نہ کر ۔ (بزار نے حضرت بلال سے ، اور ابویعلی اور طبرانی نے کبیر میں ، اور اوسط اور بیہقی نے شعب الایمان میں حضرت ابوہریرہ سے ۔ اور طبرانی نے کبیر میں ، جبکہ بزار نے ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہم سے حسن سندوں کے ساتھ روایت کیا ۔ ت)

اس حدیث کا مورد یوں ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے بلال رضی اللہ تعالٰی عنہ کے پاس ایک خرمنِ خُرمہ ملاحظہ فرمایا ، ارشاد ہوا : بلال ! یہ کیا ہے ؟ عرض کی : حضور کے مہمانوں کیلئے رکھ چھوڑا ہے ۔ فرمایا ، اما تخشی ان یکون لك دخان فی نار جھنم[۲] کیا ڈرتا نہیں کہ اس کے سبب آتشِ دوزخ میں تیرے لئے دھواں ہو خرچ کر اے بلال ! اور عرش کے مالک سے کمی کا خوف نہ کر ۔ بلکہ خود انھیں بلال رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اُن سے فرمایا ، اے بلال ! فقیر مرنا اور غنی نہ مرنا ۔ عرض کی : اس کے لئے کیا طریقہ برتوں ؟ فرمایا : ما رزقت فلا تخبأ وما سئلت فلا تمنع جو تجھے ملے اُسے نہ چھپا اور جو کچھ تجھ سے مانگا جائے انکار نہ کر ۔ عرض کی :

(انفاق بر صفحہ آئندہ)

---

[۱] المعجم الکبیر حدیث ۱۰۲۰ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۱/ ۳۴۰
الترغیب والترہیب بحوالہ الطبرانی وابی یعلٰی والبزار الترغیب فی الانفاق مصطفی البابی مصر ۲/ ۵۱
کشف الخفاء حدیث ۶۳۵ دارالکتب العلمیۃ بیروت ۱/ ۱۹۰
کنزالعمال حدیث ۱۶۱۸۵ و ۱۶۱۸۶ مؤسسۃ الرسالہ " ۶/ ۳۸۷

[۲] الترغیب والترہیب الترغیب فی الانفاق الخ مصطفی البابی مصر ۲/ ۵۱

(۲) حکمِ الٰہی کی حد سے بڑھنا۔ یہ تفسیر ایاس بن معٰویہ بن قرہ تابعی ابن تابعی ابن صحابی کی ہے ابن جریر و ابوالشیخ عن سفین بن[عـه] | ابن جریر و ابوالشیخ سفیان بن حسین سے راوی

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

یارسول اللہ! یہ میں کیونکر کرسکوں؟ فرمایا: ھوذالک او النار یا یہ یا نار۔ رواہ الطبرانی فی الکبیر[1] وابوالشیخ فی الثواب والحاکم[1] وقال صحیح الاسناد (اسے طبرانی نے کبیر میں اور ابوالشیخ نے ثواب میں اور حاکم نے روایت کیا اور فرمایا یہ صحیح الاسناد ہے۔ ت)

اگر کہئے اُن پر تاکید اس لئے تھی کہ وہ اصحابِ صُفّہ سے تھے اور ان حضرات کرام کا عہد تھا کہ کچھ پاس نہ رکھیں گے **اقول** (میں کہتا ہوں) ہاں اور ہم بھی نہیں کہتے کہ ایسا کرنا ہر ایک پر لازم ہے مگر ان حضرات پر اُس کے لازم فرمانے ہی سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ کام فی نفسہٖ محمود ہے اور ہر صادق التوکل کو اُس کی اجازت، ورنہ اُن کو بھی منع کیا جاتا جیسے ایک صاحب نے عمر بھر رات کو نہ سونے کا عہد کیا، ایک نے عمر بھر روزے رکھنے کا، ایک نے کبھی نکاح نہ کرنے کا۔ اس پر ناراضی فرمائی اور ارشاد ہوا: میں روزہ بھی رکھتا ہوں اور افطار بھی کرتا ہوں اور شب کو نماز بھی پڑھتا ہوں اور آرام بھی کرتا ہوں اور نکاح کرتا ہوں فمن رغب عن سنتی فلیس منی تو جو میری سنت سے بے رغبتی کرے وہ مجھ سے نہیں، رواہ عن انس[2] رضی اللہ تعالٰی عنہ۔ ایک شخص نے پیادہ حج کی منت مانی، ضعف سے دو آدمیوں پر تکیہ دیے چل رہا تھا، اُسے سوار ہونے کا حکم دیا اور فرمایا:

ان اللہ تعالٰی عن تعذیب ھذا نفسہ لغنی۔ رویاہ[3] عنہ رضی اللہ تعالٰی عنہ ۱۲ منہ۔

اللہ اس سے بے نیاز ہے کہ یہ اپنی جان کو عذاب میں ڈالے (اسکو شیخین نے حضرت انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ۱۲ منہ۔ ت)

عـه وقع فی نسخۃ الدر المنثور المطبوعۃ بمصر سعید بن جبیر وھو تصحیف اھ منہ عفی عنہ۔

عـه درمنثور مطبوعہ مصر کے نسخہ میں سعید بن جبیر واقع ہوا ہے۔ یہ تصحیف ہے اھ منہ عفی عنہ۔ (ت)

---

[1] المعجم الکبیر حدیث ۱۰۲۱ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۱/ ۳۴۱
المستدرک للحاکم کتاب الرقاق دار الفکر بیروت ۴/ ۳۱۶
الترغیب والترہیب بحوالہ الطبرانی وابی الشیخ والحاکم الخ الترغیب فی الانفاق الخ مصطفی البابی مصر ۲/ ۵۲
[2] صحیح البخاری کتاب النکاح ۲/ ۷۵۷ و صحیح مسلم کتاب النکاح ۱/ ۴۴۹
[3] صحیح البخاری ابواب العمرۃ ۱/ ۲۵۱ و صحیح مسلم کتاب النذر ۲/ ۴۵ قدیمی کتب خانہ کراچی

حسین عن ابی بشر قال اطاف الناس باياس بن معٰوية فقالوا ما السرف قال ما تجاوزت به امر الله فهو سرف[1]

ہیں وہ ابوبشر سے، انھوں نے کہا: ایاس بن معاویہ کے گرد جمع ہوکر لوگوں نے ان سے پوچھا: اسراف کیا ہے؟ فرمایا: جس خرچ میں تم امرِ الٰہی سے تجاوز کرجاؤ وہ اسراف ہے۔ (ت)

اور اسی کی مثل اہلِ لغت سے ابن الاعرابی کی تفسیر ہے کما سیأتی من التفسیر الکبیر (جیسا کہ تفسیر کبیر سے آئے گا۔ ت) تعریفات السید میں ہے:

الاسراف تجاوز الحد فی النفقۃ[2]

اسراف، خرچ میں حد سے آگے بڑھنا ہے۔ (ت)

اقول یہ تفسیر مجمل ہے حکمِ الٰہی وضو میں کہنیوں تک ہاتھ گٹّوں تک پاؤں دھونا ہے مگر اس سے تجاوز اسراف نہیں بلکہ نیم بازو و نیم ساق تک بڑھانا مستحب ہے جیسا کہ احادیث سے گزرا تو امر سے مراد تشریع لینی چاہئے یعنی حد اجازت سے تجاوز، اور اب یہ تفسیر ایک تفسیر تبذیر کی طرف عود کرے گی۔

(۳) ایسی بات میں خرچ کرنا جو شرعِ مطہر یا مروّت کے خلاف ہو، اوّل حرام ہے اور ثانی مکروہِ تنزیہی۔ طریقہ محمدیہ میں ہے:

الاسراف والتبذیر ھو ملکۃ بذل المال حیث یجب امساکہ بحکم الشرع او المروءۃ وھی رغبۃ صادقۃ للنفس فی الافادۃ بقدر ما یمکن، وھما فی مخالفۃ الشرع حرامان وفی مخالفۃ المروءۃ مکروھان تنزیھا اھ[3]

اسراف و تبذیر اس جگہ مال خرچ کرنے کا ملکہ (نفس کی قوتِ راسخہ) جہاں شریعت یا مروّت روکنا لازم کرے اور مروّت امکانی حد تک پہنچانے کے کام میں نفس کی سچی رغبت کو کہتے ہیں۔ اسراف و تبذیر شریعت کی مخالفت میں ہوں تو حرام ہیں اور مروّت کی مخالفت میں ہوں تو مکروہ تنزیہی ہیں۔

اقول وزاد ملکۃ لیجعلھما من منکرات القلب لانہ فی

اقول ان دونوں کو منکراتِ قلب سے قرار دینے کے لئے لفظ ملکہ کا اضافہ کردیا

---

[1] جامع البیان (تفسیر ابن جریر) تحت الآیۃ ۶/ ۱۴۱ دار احیاء التراث العربی بیروت ۸/ ۷۴
الدر المنثور بحوالہ ابی الشیخ ” ” ” ” ۳/ ۳۳۲
[2] التعریفات للسید الشریف انتشارات ناصر خسرو تہران ایران ص ۱۰
[3] طریقہ محمدیہ السابع والعشرون الاسراف والتبذیر مکتبہ حنفیہ کوئٹہ ۲/ ۱۵ و ۱۶

تعدیدها ومثل الشارح العلامة سیدی عبد الغنی النابلسی قدس سره القدسی مخالفة المروءة بدفعه للاجانب والتصدق به علیهم و ترك الاقارب والجیران المحاویج[1] اھ۔

اقول[ف1] اخرج الطبرانی بسند صحیح عن ابی ھریرة[ف2] رضی الله تعالٰی عنه قال قال رسول الله صلی الله تعالٰی علیه وسلم یا امة محمد والذی بعثنی بالحق لایقبل الله صدقة من رجل وله قرابة محتاجون الی صلته ویصرفها الی غیرھم والذی نفسی بیده لاینظر الله الیه یوم القیمة[2] اھ فهو خلاف الشرع الامجد خلاف المروءة والله تعالٰی اعلم۔

کیوں کہ یہاں وہ دل کی برائیاں ہی شمار کرا رہے ہیں۔ اور شارح علامہ سید عبدالغنی نابلسی قدس سرہ القدسی نے مخالفت مروت کی مثال پیش کی ہے کہ حاجت مند قرابتداروں اور ہمسایوں کو چھوڑ کر بیگانوں اور دُور والوں کو مال دے اور ان پر صدقہ کرے اھ۔

اقول طبرانی نے بسندِ صحیح حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: اے امت محمد (علیہ الصلوۃ والسلام) اُس ذات کی قسم جس نے مجھے حق کے ساتھ مبعوث فرمایا خدا اس شخص کا صدقہ قبول نہیں فرماتا جس کے کچھ ایسے قرابت دار ہوں جو اس کے صلہ کے محتاج ہوں اور وہ دوسروں پر صرف کرتا ہو، اُس کی قسم جس کے دستِ قدرت میں میری جان ہے خدا اس کی طرف روزِ قیامت نظرِ رحمت نہ فرمائے گا۔ تو یہ (حاجتمند اقارب کو چھوڑ کر اجانب کو دینا) صرف مروت ہی کے خلاف نہیں شریعت کے بھی خلاف ہے۔ اور خدائے برتر ہی کو خوب علم ہے۔(ت)

www.alahazratnetwork.org

ف1: تطفل علی السید النابلسی۔

ف2: مسئلہ جس کے عزیز محتاج ہوں اُسے منع ہے کہ اُنہیں چھوڑ کر غیروں کو اپنے صدقات دے۔ حدیث میں فرمایا: ایسے کا صدقہ قبول نہ ہوگا اور اللہ تعالٰی روزِ قیامت اس کی طرف نظر نہ فرمائے گا۔

[1] الحدیقة الندیة شرح الطریقة المحمدیة السابع والعشرون مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ۲/ ۲۸

[2] مجمع الزوائد بحوالہ الطبرانی کتاب الزکوۃ باب الصدقة علی الاقارب دار الکتاب بیروت ۳/ ۱۱۷

وانا **اقول** وباللہ التوفیق آدمی کے پاس جو مال زائد بچا اور اس نے ایک فضول کام میں اُٹھا دیا جیسے بے مصلحتِ شرعی مکان کی زینت و آرائش میں مبالغہ اس سے اسے تو کوئی نفع ہوا نہیں اور اپنے غریب مسلمان بھائیوں کو دیتا تو ان کو کیسا نفع پہنچتا، تو اس حرکت سے ظاہر ہوا کہ اس نے اپنی بے معنی خواہش کو اُن کی حاجت پر مقدم رکھا اور یہ خلافِ مروت ہے۔

(۴) طاعتِ الٰہی کے غیر میں اُٹھانا۔ قاموس میں ہے:

الاسراف التبذیر او ما انفق فی غیر طاعۃ[1]۔

اسراف: تبذیر یا وہ جو غیر طاعت میں خرچ ہو۔ (ت)

ردالمحتار میں اسی کی نقل پر اقتصار فرمایا۔

اقول ظاہر ہے[ف] کہ مباحات نہ طاعت ہیں نہ اُن میں خرچ اسراف مگر یہ کہ غیر طاعت سے خلافِ طاعت مراد لیں تو مثل تفسیر دوم ہوگی۔ اور اب علامہ شامی کا یہ فرمانا کہ:

لایلزم من کونہ غیر طاعۃ ان یکون حراما نعم اذا اعتقد سنیتہ (ای سنیۃ الزیادۃ علی الثلث فی الوضوء) یکون منہیا عنہ ویکون ترکہ سنۃ مؤکدۃ[2]۔

اس کے غیر طاعت ہونے سے حرام ہونا لازم نہیں آتا، ہاں جب اس کے (وضو میں تین بار سے زیادہ دھونے کے) مسنون ہونے کا اعتقاد رکھتا ہو تو وہ منہی عنہ ہوگا اور اس کا ترک سنتِ مؤکدہ ہوگا۔ (ت)

صحیح نہ رہے گا۔

(۵) حاجتِ شرعیہ سے زیادہ استعمال کرنا،

کما تقدم فی صدر البحث عن الحلیۃ و البحر وتبعھما العلامۃ الشامی۔

جیسا کہ اس مبحث کے شروع میں حلیہ و بحر کے حوالے بیان ہوا اور علامہ شامی نے ان دونوں کا اتباع کیا۔ (ت)

ف: معروضۃ علی العلامۃ ش بل والقاموس ایضا۔

---

[1] القاموس المحیط باب الفاء فصل السین تحت "السرف" مصطفی البابی مصر ۱۵۶/۳

[2] ردالمحتار کتاب الطہارۃ مکروہات الوضوء دار احیاء التراث العربی بیروت ۹۰/۱

www.alahazratnetwork.org

اقول اوّلاً ف۱ مراتبِ خمسہ کہ ہم اوپر بیان کر آئے اُن میں حاجت کے بعد منفعت پھر زینت ہے اور شک نہیں کہ ان میں خرچ بھی اسراف نہیں جب تک حدِ اعتدال سے متجاوز نہ ہو۔ قال اللہ تعالٰی:

قل من حرم زینۃ اللّٰہ التی اخرج لعبادہ والطیبٰت من الرزق[۱] اے نبی! تم فرمادو کہ اللہ کی وہ زینت جواس نے اپنے بندوں کے لئے پیدا کی اور پاکیزہ رزق کس نے حرام کئے ہیں۔ (ت)

مگر یہ تاویل کریں کہ حاجت سے ہر بکار آمدبات مراد ہے۔

ثانیاً ف۲ شرعیہ کی قید بھی مانعِ جامعیت ہے کہ حاجتِ دنیویہ میں بھی زیادہ اُڑانا اسراف ہے مگر یہ کہ شرعیہ سے مراد مشروعہ لیں یعنی جو حاجت خلافِ شرع نہ ہو تو یہ اس قول پر مبنی ہوجائے گا جس میں اسراف و تبذیر میں حاجت جائزہ و ناجائزہ سے فرق کیا ہے۔ اگر کہئے ان علماء کا یہ کلام دربارۂ وضو ہے اُس میں تو جو زیادت ہوگی حاجت شرعیہ دینیہ ہی سے زائد ہوگی۔

اقول اب مطلقاً حکمِ ممانعت مسلّم نہ ہوگا مثلاً میل چھڑانے یا شدّت گرما میں ٹھنڈک کی نیت سے زیادت کی تو اسراف نہیں کہہ سکتے کہ غرض صحیح جائز میں خرچ ہے۔ شاید اسی لئے علامہ طحطاوی نے لفظ شرعیہ کم فرماکر اتنا ہی کہا؛

الاسراف ھو الزیادۃ علی قدر الحاجۃ۔[۲] اسراف قدرِ حاجت پر زیادتی کا نام ہے (ت)

اقول مگر یہ تعریف اگر مطلق اسراف کی ہو تو جامعیت میں ایک اور خلل ہوگا کہ قدرِ حاجت سے زیادت کے لئے وجودِ حاجت درکار اور جہاں حاجت ہی نہ ہو اسراف اور زائد ہے، ہاں حلیہ و اتباع کی طرح خاص اسراف فی الوضوء کا بیان ہو تو یہ خلل نہ ہوگا۔

(۶) غیر طاعت میں یا بلا حاجت خرچ کرنا۔ نہایہ ابن اثیر و مجمع بحار الانوار میں ہے:

الاسراف والتبذیر فی النفقۃ لغیر حاجۃ اوفی غیر طاعۃ اللّٰہ[۳] اسراف اور تبذیر: بغیر حاجت یا غیر طاعتِ الٰہی میں خرچ کرنا ہے۔ (ت)

ف۱: تطفل علی الحلیۃ والبحر وش ف۲: تطفل اٰخر علیہم

---

[۱] القرآن الکریم ۷/ ۳۲

[۲] حاشیۃ الطحطاوی علی الدر المختار کتاب الطہارۃ المکتبۃ العربیۃ کوئٹہ ۱/ ۷۶

[۳] النہایۃ لابن اثیر فی غریب الحدیث والاثر تحت لفظ "سرف" دارالکتب العلمیہ بیروت ۲/ ۳۲۵

مجمع بحار الانوار تحت لفظ سرف مکتبہ دارالایمان مدینۃ المنورۃ السعودیۃ ۳/ ۶۶

www.alahazratnetwork.org

یہ تعریف گویا چہارم و پنجم کی جامع ہے۔

اقول اولاً (ف ۱) طاعت میں وہی تاویل لازم جو چہارم میں گزری۔

ثانیاً حاجت (ف ۲) میں وہی تاویل ضرور جو پنجم میں مذکور ہوئی۔

(۷) دینے میں حق کی حد سے کمی یا بیشی۔ تفسیر ابن جریر میں ہے:

الاسراف فی کلام العرب الاخطاء باصابة الحق فی العطیة اما بتجاوز حدہ فی الزیادة و اما بتقصیر عن حدہ الواجب[۱]

کلامِ عرب میں اسراف اسے کہتے ہیں کہ دینے میں حق کے حصول سے خطا کر جائے یا تو حق کی حد سے آگے بڑھ جائے یا اس کی واجبی حد سے پیچھے رہ جائے۔ (ت)

اقول یہ عطا (ف ۳) کے ساتھ خاص ہے اور اسراف کچھ لینے دینے ہی میں نہیں اپنے خرچ کرنے میں بھی ہے۔ حدیث میں ہے رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

فی الوضوء اسراف و فی کل شیئ اسراف[۲] رواہ سعید بن منصور عن یحیٰی بن ابی عمرو السیبانی الثقة مرسلا۔

وضو میں بھی اسراف ہوتا ہے اور ہر کام میں اسراف کو دخل ہے (اسے سعید بن منصور نے یحیٰی بن ابی عمرو شیبانی ثقہ سے مرسلاً روایت کیا ہے۔ ت)

(۸) ذلیل غرض میں کثیر مال اٹھا دینا۔ تعریفات السید میں ہے:

الاسراف انفاق المال الکثیر فی الغرض الخسیس[۳] اھ قدمہ ھٰھنا واقتصر علیه فی المسرف۔

اسراف: گھٹیا مقصد میں زیادہ مال خرچ کر دینا اھ۔ بیان اسراف میں اس تعریف کو مقدم رکھا اور مُسرف کی تعریف میں صرف اسی کو ذکر کیا۔ (ت)

اقول یہ بھی جامع (ف ۴) نہیں بے غرض محض تھوڑا مال ضائع کر دینا بھی اسراف ہے۔

ف ۱: تطفل علی ابن الاثیر والعلامة طاھر
ف ۲: تطفل اخر علیھما
ف ۳: تطفل علی ابن جریر
ف ۴: تطفل علی العلامة السید الشریف

---

[۱] جامع البیان (تفسیر ابن جریر) تحت الآیة ۶/۱۴۱ دار احیاء التراث العربی بیروت ۸/۷۵
[۲] کنز العمال بحوالہ ص عن یحیٰی بن ابی عمرو حدیث ۲۶۲۴۸ موسسة الرسالہ ۹/۳۲۵
[۳] التعریفات للسید الشریف انتشارات ناصر خسرو تہران ایران ص ۱۰

www.alahazratnetwork.org

(۹) حرام میں سے کچھ یا حلال کو اعتدال سے زیادہ کھانا۔ حکاہ السید قیلا[1] (تعریفات میں سید شریف نے اسے بطور قیل حکایت کیا۔ ت) **اقول** یہ کھانےف سے خاص ہے۔

(۱۰) لائق وپسندیدہ بات میں قدر لائق سے زیادہ اُٹھا دینا۔ تعریفات علامہ شریف میں ہے:

الاسراف صرف الشیئ فیماینبغی زائدا علی ماینبغی بخلاف التبذیر فانہ صرف الشیئ فیمالاینبغی[2]

اسراف: مناسب کام میں حدمناسب سے زیادہ خرچ کرنا، بخلاف تبذیر کے کہ وہ نامناسب امر میں خرچ کرنے کو کہتے ہیں۔ (ت)

اقول ینبغی کا اطلاق کم ازکم مستحب پر آتا ہے اور اسراف مباح خالص میں اُس سے بھی زیادہ ہے مگر یہ کہ جو کچھ لاینبغی نہیں سب کو ینبغی مان لیں کہ مباح کاموں کو بھی شامل ہوجائے ولیس ببعید (اور یہ بعید نہیں۔ ت) اور عبث محض اگرچہ بعض جگہ مباح بمعنی غیر ممنوع ہو مگر زیر لاینبغی داخل ہے تو اس میں جو کچھ اُٹھے گا اس تفسیر پر داخلِ تبذیر ہوگا۔

(۱۱) بے فائدہ خرچ کرنا۔ قاموس میں ہے:

ذھب ماء الحوض سرفا فاض من نواحیہ[3]

حوض کا پانی اس کے کناروں سے بہ گیا (ت)

www.alahazratnetwork.org

تاج العروس میں ہے:

قال شمر سرف الماء ماذھب منہ فی غیرسقی ولانفع یقال اروت البئر النخیل وذھب بقیۃ الماء سرفا[4]

شمر نے کہا سرف الماء کا معنٰی وہ پانی جو سینچائی یا کسی فائدہ کے بغیر جاتا رہا، کہاجاتا ہے کنویں نے کھجوروں کو سیراب کردیا اور باقی پانی سرف (بیکار) گیا۔ (ت)

تفسیر کبیر وتفسیر نیشاپوری میں ہے:

ف: معروضۃ علی من نقل عنہ السید۔

---

[1] التعریفات للسید الشریف انتشارات ناصر خسرو تہران ایران ص ۱۰

[2] " " " " " " "

[3] القاموس المحیط باب الفاء فصل السین مصطفی البابی مصر ۲/ ۱۵۶

[4] تاج العروس " " داراحیاء التراث العربی بیروت ۶/ ۱۳۸

اعلم ان لاھل اللغۃ فی تفسیر الاسراف قولین الاول قال ابن الاعرابی السرف تجاوز ما حدّ لک الثانی قال شمر[عہ۱] سرف المال[عہ۲] ماذھب منہ فی غیر منفعۃ۔[۱]

واضح ہو کہ اسراف کی تفسیر میں اہلِ لغت کے دو قول ہیں: اول، ابن الاعرابی نے کہا سرف کا معنی مقررہ حد سے تجاوز۔ دوم شمر نے کہا سرف المال وہ جو بے فائدہ چلا جائے (ت)

اقول منفعت کے بعد بھی اگرچہ ایک مرتبہ زینت ہے مگر ایک معنی پر زینت بھی بے فائدہ نہیں۔ ہمارے کلام کا ناظر خیال کرسکتا ہے کہ ان تمام تعریفات میں سب سے جامع و مانع و واضح تر تعریف اول ہے، اور کیوں نہ ہو کہ یہ اُس عبداللہ کی تعریف ہے جسے رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم علم کی گٹھڑی فرماتے اور جو خلفائے اربعہ رضی اللہ تعالٰی عنہم کے بعد تمام جہان سے علم میں زائد ہے اور جو ابوحنیفہ جیسے امام الائمہ کا مورثِ علم ہے رضی اللہ تعالٰی عنہ وعنہم اجمعین۔

تبذیر کے باب میں علماء کے دو قول ہیں،

(۱) وہ اور اسراف دونوں کے معنی ناحق صَرف کرنا ہیں۔

اقول یہی صحیح ہے کہ یہی قول حضرت عبداللہ بن مسعود و حضرت عبداللہ بن عباس و عامہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم کا ہے، قولِ اول کی حدیث میں اس کی تصریح گزری اور وہی حدیث بطریق آخر ابن جریر نے یوں روایت کی،

کنا اصحاب محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نتحدث ان التبذیر النفقۃ فی غیر حقہ۔[۲]

ہم اصحابِ محمد صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم یہ بیان کرتے تھے کہ تبذیر غیر حق میں خرچ کرنے کا نام ہے۔ (ت)

ف: تبذیر و اسراف کے معانی میں فرق کی بحث۔

عہ۱ وقع ھٰھنا فی نسخۃ تفسیر النیسابوری المطبوعۃ بمصر عمر بالعین وھو تحریف۔

عہ۱ یہاں تفسیر نیشاپوری کے مصری مطبوعہ نسخہ میں شمر کے بجائے عین سے عمر چھپ گیا ہے، یہ تحریف ہے ۱۲ منہ (ت)

عہ۲ ھٰکذا ھو المال باللام فی کلا التفسیرین وقضیۃ التاج انہ الماء بالھمزۃ ۱۲ منہ۔

عہ۲ یہ دونوں تفسیروں میں اسی طرح لام سے "مال" لکھا ہوا ہے اور تاج العروس کا تقاضا ہے کہ یہ ہمزہ سے "ماء" ہو ۱۲ منہ (ت)

---

[۱] مفاتیح الغیب (التفسیر الکبیر) تحت الآیۃ ۶/ ۱۴۱ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۱۳/ ۱۷۵، ۱۷۶

[۲] جامع البیان (تفسیر ابن جریر) " " ۱۷/ ۲۶، ۲۷ دار احیاء التراث العربی ۱۵/ ۸۶

سعید بن منصور سنن اور بخاری ادب مفرد اور ابن جریر و ابن منذر تفاسیر اور بیہقی شعب الایمان میں عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی:

المبذر المنفق فی غیر حقہ[1] | مُبَذِّر وہ جو غیر حق میں خرچ کرے۔ (ت)

ابن جریر کی ایک روایت اُن سے یہ ہے:

لاتنفق فی الباطل فان المبذر ھو المسرف فی غیر حق، وقال مجاھد لوانفق انسان مالہ کلہ فی الحق ماکان تبذیرا ولو انفق مدا فی الباطل کان تبذیرا[2] | باطل میں خرچ نہ کر کہ مُبَذِّر وہی ہے جو ناحق میں خرچ کرتا ہو۔ مجاہد نے کہا: اگر انسان اپنا سارا مال حق میں خرچ کردے تو تبذیر نہیں اور اگر ایک مُد باطل میں خرچ کردے تو تبذیر ہے (ت)

نیز قتادہ سے راوی:

التبذیر النفقۃ فی معصیۃ اللہ تعالٰی وفی غیر الحق وفی الفساد[3] | تبذیر: اللہ کی معصیت میں، غیر حق میں، اور فساد میں خرچ کرنا ہے۔ (ت)

نہایہ و مختصر امام سیوطی میں ہے:

www.alahazratnetwork.org

المباذر والمبذر المسرف فی النفقۃ[4] | مُبَاذِر و مُبَذِّر، خرچ میں اسراف کرنے والا۔ (ت)

نیز مختصر میں ہے:

الاسراف التبذیر[5] (اسراف کا معنی تبذیر ہے۔ ت)

قاموس میں ہے:

---

[1] جامع البیان (تفسیر ابن جریر) تحت الآیۃ ۱۷/۲۶ و ۲۷ داراحیاء التراث العربی بیروت ۱۵/۸۶
الدر المنثور بحوالہ سعید بن منصور و البخاری فی الادب و ابن المنذر و البیہقی فی شعب الایمان ؍؍ ۵/۲۳۹

[2] جامع البیان (تفسیر ابن جریر) تحت الآیۃ ۱۷/۲۶ و ۲۷ داراحیاء التراث العربی بیروت ۱۵/۸۷

[3] ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍

[4] النہایۃ فی غریب الحدیث والاثر باب الباء مع الذال تحت لفظ بذر دارالکتب العلمیہ بیروت ۱/۱۱۰
مختصر احیاء العلوم

[5] ؍؍ ؍؍

بذرہ تبذیرا خربہ وفرقہ اسرافا[1] | بذرہ تبذیرا اسے خراب کیا اور بطور اسراف بانٹ دیا۔(ت)

تعریفات السید میں ہے:

التبذیر تفریق المال علٰی وجہ الاسراف[2] | تبذیر: بطور اسراف مال بانٹنا۔ (ت)

اسی طرح مختار الصحاح میں اسراف کو تبذیر اور تبذیر کو اسراف سے تفسیر کیا۔

(۲) ان میں فرق ہے تبذیر خاص معاصی میں مال برباد کرنے کا نام ہے۔ ابن جریر عبدالرحمٰن بن زید بن اسلم مولائے امیر المومنین عمر فاروق رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی:

لاتبذر تبذیرا لاتعط فی المعاصی[3]۔ | "لاتبذر تبذیرا" کا معنٰی ہے "معاصی میں نہ دے"۔(ت)

اقول اس تقدیر پر اسراف تبذیر سے عام ہوگا کہ ناحق صرف کرنا عبث میں صرف کو بھی شامل اور عبث مطلقاً گناہ نہیں تو اسراف ناجائز ہے یہ صرف معصیت ہوگا مگر جس میں صرف کیا وہ خود معصیت نہ تھا اور عبارت "لاتعط فی المعاصی" (اس کی نافرمانی میں مت دے۔ ت) کا ظاہر یہی ہے کہ وہ کام خود ہی معصیت ہو، بالجملہ تبذیر کے مقصود و حکم دونوں معصیت ہیں اور اسراف کو صرف حکم میں معصیت لازم۔

وھذا ھو المشتھر الیوم ووقع فی التاج عن شیخہ عن ائمۃ الاشتقاق ان التبذیر یشمل الاسراف فی عرف اللغۃ[4]، وبہ صرح العلامۃ الشھاب فی عنایۃ القاضی و | اور اس وقت یہی مشہور ہے اور تاج العروس میں اپنے شیخ کی روایت سے ائمہ اشتقاق سے نقل کیا ہے کہ لغت کے عرف میں تبذیر اسراف کو شامل ہے اھ — اس کی صراحت علامہ شہاب خفاجی نے عنایۃ القاضی میں کی ہے اور

---

[1] القاموس المحیط باب الراء فصل الباء مصطفی البابی مصر ۱/۳۸۳

[2] التعریفات للسید الشریف انتشارات ناصر خسرو تہران ایران ص ۲۳

[3] جامع البیان (تفسیر ابن جریر) تحت الآیۃ ۱۷/ ۲۶ و ۲۷ داراحیاء التراث العربی بیروت ۱۵/ ۸۴

[4] تاج العروس باب الراء فصل الباء " " " ۳/ ۳۹

مفادہ ان التبذیر اعم ولم یفسراہ۔

اس کا مفاد یہ ہے کہ تبذیر اعم ہے اور دونوں نے اس کی تفسیر نہ کی۔ (ت)

بعض نے یوں فرق کیا کہ مقدار میں حد سے تجاوز اسراف ہے اور بے موقع بات میں صرف کرنا تبذیر، دونوں بُرے ہیں اور تبذیر بدتر۔

قال الخفاجی وفرق بینھما علی مانقل فی الکشف بان الاسراف تجاوز فی الکمیۃ وھوجھل بمقادیر الحقوق والتبذیر تجاوز فی موقع الحق وھو جھل بالکیفیۃ وبمواقعھا وکلاھما مذموم والثانی ادخل فی الذم[1]۔

خفاجی نے فرمایا: جیسا کہ کشف میں نقل کیا ہے ان دونوں میں یہ فرق کیا گیا ہے کہ اسراف مقدار میں حد سے آگے بڑھنا اور یہ حقوق کی قدروں سے ناآشنائی ہے۔ اور تبذیر حق کی جگہ سے تجاوز کرنا اور یہ کیفیت اور اس کے مقامات سے ناآشنائی ہے اور دونوں ہی مذموم ہیں اور ثانی زیادہ بُرا ہے۔ (ت)

اس تقدیر پر دونوں متباین ہوں گے۔

اقول اگرچہ مقدار سے زیادہ صرف بھی بے موقع بات میں صرف ہے کہ وہ مصرف اس زیادت کا موقع ومحل نہ تھا ورنہ اسراف ہی نہ ہوتا مگر بے موقع سے مراد یہ ہے کہ سرے سے وہ محل اصلا مصرف نہ ہو۔ بالجملہ احاطہ کلمات سے روشن ہُوا کہ وہ قطب جن پر ممانعت کے افلاک دورہ کرتے ہیں دو ہیں ایک مقصد معصیت دوسرا بیکار اضاعت، اور حکم دونوں کا منع وکراہت۔

اقول معصیت تو خود معصیت ہی ہے ولہذا اُس میں منع مال ضائع کرنے پر موقوف نہیں اور غیر معصیت میں جبکہ وہ فعل فی نفسہ گناہ نہیں، لاجرم ممانعت میں اضاعت ملحوظ، ولہذا عام تفسیرات میں لفظ انفاق ماخوذ کہ مفید خرچ واستہلاک ہے کہ اہم بالافادہ یہی ہے معاصی میں صرف معصیت ہونا تو بدیہی ہے زید نے سونے چاندی کے کڑے اپنے ہاتھوں میں ڈالے یہ اسراف ہوا کہ فعل خود گناہ ہے اگرچہ تھوڑی دیر پہننے سے کڑے خرچ نہ ہوجائیں گے اور بلاوجہ محض اپنی جیب میں ڈالے پھرتا ہے تو

ف: مسئلہ اسراف کہ ناجائز وگناہ ہے صرف دو صورتوں میں ہوتا ہے ایک یہ کہ کسی گناہ میں صرف واستعمال کریں دوسرے بیکار محض مال ضائع کریں۔

---

[1] عنایۃ القاضی وکفایۃ الراضی تحت الآیۃ ۱۷/ ۲۶ دارالکتب العلمیۃ بیروت ۶/ ۴۲

23 اسراف نہیں کہ نہ فعل گناہ ہے نہ مال ضائع ہوا اور اگر دریا میں پھینک دیے تو اسراف ہوا کہ مال کی اضاعت ہوئی، اور اضاعت کی ممانعت پر حدیث صحیح ناطق، صحیح بخاری و صحیح مسلم میں مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ان اللہ تعالٰی کرہ لکم قیل وقال وکثرۃ السؤال واضاعۃ المال[1] — بیشک اللہ تعالٰی نے تمہارے لئے مکروہ رکھا ہے فضول بک بک اور سوال کی کثرت اور مال کی اضاعت۔(ت)

یہ تحقیق معنی اسراف ہے جسے محفوظ و ملحوظ رکھنا چاہیے کہ آئندہ انکشاف احکام اسی پر موقوف، وباللہ التوفیق۔

فائدہ ف: یہاں سے ظاہر ہوا کہ وضو و غسل میں تین بار سے زیادہ پانی ڈالنا جبکہ کسی غرض صحیح سے ہو ہرگز اسراف نہیں کہ جائز غرض میں خرچ کرنا نہ خود معصیت ہے نہ بیکار اضاعت۔ اس کی بہت مثالیں اُن پانیوں میں ملیں گی جن کو ہم نے آب وضو سے مستثنٰی بتایا نیز تبرید و تنظیف کی دو مثالیں ابھی گزریں اور ان کے سوا علمائے کرام نے دو صورتیں اور ارشاد فرمائی ہیں جن میں غرض صحیح ہونے کے سبب اسراف نہ ہوا:

(۱) یہ کہ وضو علی الوضوء کی نیت کرے کہ نور علٰی نور ہے۔

(۲) اگر وضو کرتے میں کسی عضو کی تثلیث میں شک واقع ہو تو کم پر بنا کرکے تثلیث کامل کرلے مثلاً شک ہوا کہ منہ یا ہاتھ یا پاؤں شاید دو ہی بار دھویا تو ایک بار اور دھولے اگرچہ واقع میں یہ چوتھی بار ہو اور ایک بار کا خیال ہوا تو دو بار، اور یہ شک پڑا کہ دھویا ہی نہیں تو تین بار دھوئے اگرچہ واقع کے لحاظ سے چھ بار ہوجائے، یہ اسراف نہیں کہ اطمینانِ قلب حاصل کرنا غرض صحیح ہے۔ ہم امر چہارم میں ارشاد اقدس حضور پرنور سید عالم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم بیان کر آئے کہ، دع ما یریبک الی ما لا یریبک[2] شک کی

ف: مسئلہ اُن صحیح غرضوں کا بیان جن کے لئے وضو و غسل میں تین تین بار سے زیادہ اعضا کا دھونا داخلِ اسراف نہیں بلکہ جائز و روا یا محمود و مستحسن ہے۔

---

[1] صحیح البخاری کتاب فی الاستقراض الخ باب ما ینہی عن اضاعۃ المال قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۳۲۴
صحیح مسلم کتاب الاقضیۃ باب النہی عن کثرۃ المسائل الخ " " ۲/۷۵
[2] صحیح البخاری کتاب البیوع باب تفسیر المشتبہات " " ۱/۲۷۵

www.alahazratnetwork.org

بات چھوڑ کر وہ کرجس میں شک نہ رہے۔

کافی امام حافظ الدین نسفی میں ہے:

ھذا (ای وعید الحدیث من زاد علی ھذا او نقص فقد تعدی و ظلم) اذا زادہ معتقدا ان السنۃ ھذا فاما لو زاد لطمانینۃ القلب عند الشك او نیۃ وضوء اٰخر فلاباس بہ لانہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم امر بترك مایریبہ الٰی مالا یریبہ[1]۔

حدیث پاک "جس نے اس سے زیادتی یا کمی کی وہ حد سے بڑھا اور ظلم کیا" کی وعید اس صورت میں ہے جب یہ اعتقاد رکھتے ہوئے زیادہ کرے کہ زیادہ کرنا ہی سنت ہے لیکن شک کے وقت اطمینانِ قلب کے لئے زیادہ کرے یا دوسرے وضو کی نیت ہو تو کوئی حرج نہیں اس لئے کہ حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے حکم دیا ہے کہ شک کی حالت چھوڑ کر وہ صورت اختیار کرے جس میں شک نہ رہے۔(ت)

فتح القدیر میں قول ہدایہ الوعید لعدم رؤیتہ سنۃ (وعید اس لئے ہے کہ وہ سنت نہیں سمجھتا ہے۔ت) کے تحت میں ہے:

فلو رأہ و زاد لقصد الوضوء علی الوضوء اولطمانینۃ القلب عند الشك او نقص لحاجتہ لاباس بہ[2]۔

تو اگر تثلیث کو سنّت مانا اور وضو پر وضو کے ارادے سے یا شک کے وقت اطمینانِ قلب کے لئے زیادہ کیا یا کسی حاجت کی وجہ سے کمی کی تو کوئی حرج نہیں۔(ت)

عنایہ میں ہے:

اذا زاد لطمانینۃ القلب عند الشك او بنیۃ وضوء اٰخر فلاباس بہ فان الوضوء علی الوضوء نورٌ علٰی نور وقد امر بترك مایریبہ الٰی مالا یریبہ[3]۔

شک کے وقت اطمینان قلب کے لئے یا دوسرے وضو کی نیت سے زیادہ کیا تو کوئی حرج نہیں اس لئے کہ وضوء علی الوضو نورٌ علٰی نور ہے اور اسے حکم ہے کہ شک کی صورت چھوڑ کر وہ اختیار کرے جس میں اسے شک نہ ہو۔(ت)

[1] الکافی شرح الوافی
[2] فتح القدیر کتاب الطہارۃ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/۲۷
[3] العنایۃ علی الہدایۃ مع فتح القدیر " " " "

www.alahazratnetwork.org

حلیہ میں ہے:

الوعید علی الاعتقاد المذکور دون نفس الفعل وعلی ھذا مشی ف الھدایۃ ومحیط رضی الدین والبدائع و نص فی البدائع انہ الصحیح لان من لم یر سنۃ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فقد ابتدع فیلحقہ الوعید وان کانت الزیادۃ علی الثلاث لقصد الوضوء علی الوضوء او لطمانینۃ القلب عند الشک فلا یلحقہ الوعید وھو ظاھر، وھل لونادعلی الثلاث من غیر قصد لشیئ مما ذکر یکرہ الظاھر نعم لانہ اسراف[1]

وعید اعتقادِ مذکور پر ہے خود فعل پر نہیں۔ اسی کو ہدایہ، محیط رضی الدین اور بدائع میں بھی اختیار کیا ہے اور بدائع میں صراحت کی ہے کہ یہی صحیح ہے اس لئے کہ جو رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی سنّت کو نہ مانے وہ بدمذہب ہے اسے وعید لاحق ہوگی۔ اور اگر تین پر اضافہ وضو علی الوضو کے ارادہ سے ہے یا شک کے وقت اطمینانِ قلب کے لئے ہے تو اسے وعید لاحق نہ ہوگی اور یہ ظاہر ہے۔ سوال یہ ہے کہ اگر مذکورہ باتوں میں سے کسی کا قصد ہوئے بغیر اس نے تین بار سے زیادہ دھویا مکروہ ہے یا نہیں، ظاہر یہ ہے کہ مکروہ ہے کیونکہ یہ اسراف ہے۔

اسی طرح نہایہ ومعراج الدرایہ ومبسوط وسراج وہاج وبرجندی ودرمختار وعلمگیری وغیرہا کتب کثیرہ میں ہے مگر بعض متاخرین شراح کو ان صورتوں میں واقع ہوا

صُورتِ اولٰی میں تین[3] وجہ سے:

وجہ اول وضو عبادت[ف] مقصودہ نہیں بلکہ نماز وغیرہ کیلئے وسیلہ ہے ہمارے علماء کا اس پر اتفاق ہے،

ف: مسئلہ بعض نے فرمایا کہ وضو پر وضو اسی وقت مستحب ہے کہ پہلے وضو سے کوئی نماز یا سجدۂ تلاوت وغیرہ کوئی فعل جس کے لئے باوضو ہونے کا حکم ہے ادا کرچکا ہو بغیر اس کے تجدیدِ وضو مکروہ ہے۔ بعض نے فرمایا ایک بار تجدید تو بغیر اس کے بھی مستحب ہے، ہاں ایک سے زیادہ بے اس کے مکروہ ہے اور مصنف کی تحقیق کہ ہمارے ائمہ کا کلام اور نیز احادیثِ خیر الانام علیہ افضل الصلوٰۃ والسلام مطلقاً تجدیدِ وضو کو مستحب فرماتی ہیں اور ان قیدوں کا کوئی ثبوت ظاہر نہیں۔

---

[1] حلیۃ المحلی شرح منیۃ المصلی

www.alahazratnetwork.org

توجب تک اس سے کوئی کوئی فعل مقصود مثل نماز یا سجدۂ تلاوت یا مس مصحف واقع نہ ہولے اس کی تجدید مشروع نہ ہونی چاہئے کہ اسراف محض ہوگی۔ یہ اعتراض محقق ابراہیم حلبی کا ہے۔ خلاصہ میں اعضائے وضو چار بار دھونے کی کراہت میں دو[ف۲] قول نقل کرکے فرمایا تھا:

ھذا اذا لم یفرغ من الوضوء فان فرغ ثم استأنف الوضوء لایکرہ بالاتفاق[1]۔

یہ اس صورت میں ہے کہ ابھی وضو سے فارغ نہ ہوا ہو اگر فارغ ہوگیا پھر از سر نو وضو کیا تو بالاتفاق مکروہ نہیں۔ (ت)

بعینہٖ اسی طرح تاتارخانیہ میں امام ناطفی سے ہے کمافی ش۔ اس سے ثابت کہ ایک وضو سے فارغ ہوکر معاً بہ نیت وضوعلی الوضو دوسرا وضو شروع کردینا ہمارے یہاں بالاتفاق جائز ہے اور کسی کے نزدیک مکروہ نہیں۔ اس پر علامہ حلبی نے وہ اشکال قائم کیا اور علامہ علی قاری نے مرقاۃ باب سنن الوضوء فصل ثانی میں زیر حدیث فمن زاد علی ھذا فقد اساء وتعدّی[2] (توجس نے اس پر زیادتی کی اُس نے بُرا کیا اور حد سے آگے بڑھا۔ ت) اُن کی تبعیت کی۔

اقول اولاً[ف۱] جب ائمہ ثقات نے ہمارے علماء کا اتفاق نقل کیا اور دوسری جگہ سے خلاف ثابت نہیں تو بحث کی کیا گنجائش۔

www.alahazratnetwork.org

ثانیاً[ف۲] عبادت غیر مقصودہ بالذات ہونے پر اتفاق سے یہ لازم نہیں کہ وہ وسیلہ ہی ہوکر جائز ہو بلکہ فی نفسہٖ بھی ایک نوع مقصودیت سے حظ رکھتا ہے ولہذا اجماع ہے کہ ہر وقت باوضو[ف۳] رہنا ہر حدث کے بعد معاً وضو کرنا مستحب ہے۔ فتاوٰی قاضی خان وخزانۃ المفتین و فتاوٰی ہندیہ وغیرہا میں وضوئے مستحب کے شمار میں ہے،

ومنھا المحافظۃ علی الوضوء وتفسیرہ ان یتوضأ کلما احدث لیکون علی الوضوء فی الاوقات کلھا[3]۔

اسی میں سے وضو کی محافظت بھی ہے اس کی تفسیر یہ ہے کہ جب بے وضو ہو وضو کرلے تاکہ ہر وقت باوضو رہے، وضو کی محافظت اسلام کی سنّت ہے (ت)

ف۱: تطفل علی الغنیۃ وعلی القاری۔ ف۲: تطفل اٰخر علیہما

ف۳: مسئلہ ہر وقت باوضو رہنا مستحب ہے اور اس کے فضائل۔

---

[1] خلاصۃ الفتاوٰی کتاب الطہارۃ سنن الوضوء مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ۱/ ۲۲

[2] مرقاۃ المفاتیح " " باب " تحت الحدیث ۴۱۷ " " ۲/ ۱۲۴

[3] الفتاوی الہندیۃ " الباب الاول الفصل الثانی نورانی کتب خانہ پشاور ۱/ ۹

بلکہ امام رکن الاسلام محمد بن ابی بکر نے شرعۃ الاسلام میں اُسے اسلام کی سُنتوں سے بتایا، فرماتے ہیں:
المحافظة علی الوضوء سنة الاسلام[1] وضو کی محافظت اسلام کی سنت ہے۔ (ت)
اس کی شرح مفاتیح الجنان و مصابیح الجنان میں بستان العارفین امام فقیہ ابو اللیث سے ہے:

بلغنا ان الله تعالٰی قال لموسٰی علیہ الصلٰوۃ والسلام یا موسٰی اذا اصابتک مصیبة وانت علی غیر وضوء فلا تلومن الا نفسک[2]

یعنی ہم کو حدیث پہنچی کہ اللہ عزوجل نے موسٰی علیہ الصلٰوۃ والسلام سے فرمایا: اے موسٰی! اگر بے وضو ہونے کی حالت میں تجھے کوئی مصیبت پہنچے تو خود اپنے آپ کو ملامت کرنا۔

اُسی میں کتاب خالصۃ الحقائق ابو القاسم محمود بن احمد فارابی سے ہے: قال بعض اهل المعرفة من داوم علی الوضوء اکرمه الله تعالٰی بسبع خصال[3] الخ یعنی بعض عارفین نے فرمایا جو ہمیشہ باوضو رہے اللہ تعالٰی اُسے سات فضیلتوں سے مشرف فرمائے:

(۱) ملائکہ اس کی صحبت میں رغبت کریں۔
(۲) قلم اس کی نیکیاں لکھتا رہے۔
(۳) اس کے اعضاء تسبیح کریں۔
(۴) اُسے تکبیر اُولٰی فوت نہ ہو۔
(۵) جب سوئے اللہ تعالٰی کچھ فرشتے بھیجے کہ جن و انس کے شر سے اس کی حفاظت کریں۔
(۶) سکراتِ موت اس پر آسان ہو۔
(۷) جب تک باوضو ہو امانِ الٰہی میں رہے۔

اُسی میں بحوالہ مقدمہ غزنویہ و خالصۃ الحقائق انس بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ عزوجل فرماتا ہے:

من احدث ولم یتوضأ فقد جفانی[4] جسے حدث ہو اور وضو نہ کرے اس نے میرا کمال ادب جیسا چاہیے ملحوظ نہ رکھا۔

---

[1] شرعۃ الاسلام مع شرح مفاتیح الجنان فصل فی تفصیل سنن الطہارۃ مکتبہ اسلامیہ کوئٹہ ص ۸۲
[2] مفاتیح الجنان شرح شرعۃ الاسلام 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃
[3] 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃
[4] 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 ص ۹۴

www.alahazratnetwork.org

اقول مگر ظاہراً یہ حدیث بے اصل ہے،

تشھد به قریحة من نظرہ فیه بتمامه وایضا لوصح لوجبت استدامة الوضوء ولا قائل به واللہ تعالٰی اعلم۔

جو پوری حدیث میں غور کرے اس کی طبیعت اس کی شہادت دے گی۔ اور اگر یہ درست ہوتی تو ہمیشہ باوضو رہنا واجب ہوتا، اور کوئی اس کا قائل نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

ثالثاً وہ تنظیف[ف۱] ہے اور دین کی بنا نظافت پر ہے اور شک نہیں کہ تجدید موجب تنظیف مزید۔ ولہذا[ف۲] جمعہ وعیدین وعرفہ[ع] واحرام ووقوف عرفات ووقوف مزدلفہ وحاضری حرم وحاضری سرکار اعظم

ف۱: تطفل ثالث علیہما۔

ف۲: مسئلہ اُن بعض اوقات ومواقع کا ذکر جن کے لئے غسل مستحب ہے۔

ع: قال فی الدر[۱] فی جبل عرفة، قال ش "اقحم لفظ جبل اشارة الی ان الغسل للوقوف نفسه لا لدخول عرفات ولا للیوم وما فی البدائع من انه یجوز ان یکون علی الاختلاف ای للوقوف او للیوم کما فی الجمعة ردّہ فی الحلیة بان الظاهر انه للوقوف قال وما اظن ان احدا ذهب الی استنانه لیوم عرفة بلا حضور عرفات" اھ،

ع: درمختار میں ہے "جبل عرفہ پر غسل"، شامی میں ہے "لفظ جبل اس بات کی جانب اشارہ کے لئے بڑھادیا کہ غسل خود وقوف کی وجہ سے ہے عرفات میں داخل ہونے یا روزِ عرفہ کی وجہ سے نہیں ــــ اور بدائع میں جو ہے کہ "ہوسکتا ہے اس میں اختلاف ہو کہ غسل وقوف کی وجہ سے ہے یا اس دن کی وجہ سے ہے جیسے جمعہ میں اختلاف ہے"، حلیہ میں اس کی تردید یوں کی ہے کہ ظاہر یہ ہے کہ غسل وقوف کی وجہ سے ہے۔ اور میں نہیں سمجھتا کہ کسی کا یہ مذہب ہو کہ عرفات کی حاضری کے بغیر صرف روزِ عرفہ کا غسل مسنون ہے" اھ۔

(باقی برصفحہ آئندہ)

---

[۱] الدر المختار کتاب الطہارۃ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۳۲

و دخولِ منی و رمی جمار ہر سہ روز و شب برات و شب قدر و شب عرفہ و حاضری مجلس میلاد مبارک وغیرہا کے غسل مستحب ہوئے۔ درمختار میں قولِ ماتن سن لصلٰوۃ جمعۃ وعید[1] (نمازِ جمعہ وعیدین کیلئے غسل سنت ہے۔ ت) کے بعد ہے:

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

واقرہ فی البحر والنھر لکن قال المقدسی فی شرح نظم الکنز لایستبعد سنیتہ للیوم لفضیلتہ حتی لو حلف بطلاق امرأتہ فی افضل ایام العام تطلق یوم عرفۃ ذکرہ ابن ملک فی شرح المشارق[2] اھ اقول ھذا صاحب الدر ناصا علی استنانہ ای استحبابہ لیلۃ عرفۃ وقد عدھا فی التاتارخانیۃ والقھستانی فالیوم احق فلذا افردت عرفۃ من الوقوف وکذا دخول منی من رمی الجمار تبعا للتنویر شرح الغزنویۃ کما نقل عنہ ش، واللہ تعالٰی اعلم اھ منہ۔

اسے بحر و نہر میں برقرار رکھا۔ لیکن مقدسی نے شرح نظم کنز میں لکھا کہ: دن کے باعث اس غسل کا مسنون ہونا بعید نہیں کیونکہ یہ دن فضیلت رکھتا ہے یہاں تک کہ اگر یہ کہا کہ میری عورت کو سال کے سب سے افضل دن میں طلاق، تو روزِ عرفہ اس پر طلاق واقع ہوگی۔ اسے ابن ملک نے شرح مشارق میں ذکر کیا اھ اھ۔ اقول یہ خود صاحبِ درمختار ہیں جنھوں نے عرفہ کی شب میں غسل مسنون یعنی مستحب ہونے کی صراحت فرمائی اور تاتارخانیہ و قہستانی میں بھی اسے شمار کیا تو دن اس کا زیادہ حقدار ہے۔ اسی لئے میں نے عرفہ کو وقوف سے الگ شمار کیا اسی طرح دخول منی کو رمی جمار سے الگ کیا تنویر اور شرح غزنویہ کی تبعیت میں جیسا کہ اس سے علامہ شامی نے نقل کیا ہے واللہ تعالٰی اعلم ۱۲ منہ (ت)

ف: تطفل علی الدر

---

[1] الدرالمختار | کتاب الطہارۃ | مطبع مجتبائی دہلی | ۱/ ۳۲

[2] ردالمحتار | " | داراحیاء التراث العربی بیروت | ۱/ ۱۱۴

وکذا لدخول المدینة و لحضور مجمع الناس[1] الخ۔	اسی طرح مدینہ میں داخل ہونے اور لوگوں کے مجمع میں حاضر ہونے کے لئے سنت ہے الخ (ت)

ان سب میں نماز کے لئے وسیلہ ہونا کہاں کہ جنابت نہیں۔

رابعًا [ف1] صرف وسیلہ ہی ہوکر مشروع ہوتا تو ایک بار کوئی فعل مقصود کرلینے کے بعد بھی تجدید مکروہ ہی رہتی کہ پہلا وضو جب تک باقی ہے وسیلہ باقی ہے تو دوبارہ کرنا تحصیل حاصل وبیکار واسراف ہے۔

خامسًا بلکہ چاہیے [ف2] تھا کہ شرع مطہر وضو میں تثلیث بھی مسنون نہ فرماتی کہ وسیلہ تو ایک بار دھونے سے حاصل ہوگیا اب دوبارہ سہ بارہ کس لئے۔

سادسًا [ف3] رزین نے عبداللہ بن زید رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی:

ان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم توضا مرتین مرتین وقال ھو نور علٰی نور[2]	یعنی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے وضو میں اعضائے کریمہ دو دو بار دھوئے اور فرمایا یہ نور پر نور ہے۔

ایک ہی بار کے دھونے میں نور حاصل تھا پھر دوبارہ اور سہ بارہ نور پر نور لینا فضول نہ ہوا تو اس پر اور زیادت کیوں فضول ہوگی حالانکہ انھیں رزین کی حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

الوضوء علی الوضوء نورٌ علٰی نور[3]	وضو پر وضو نور پر نور ہے۔

سابعًا [ف4] ابوداؤد و ترمذی و ابن ماجہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من توضأ علی طھر کتب لہ عشر	جو باوضو وضو کرے اس کے لئے دس نیکیاں

ف1: تطفل رابعۃ علی الغنیۃ والقاری

ف2: تطفل خامس علیہما

ف3: تطفل سادس علیہما

ف4: وضو پر وضو کے فضائل

---

[1] الدرالمختار کتاب الطہارۃ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۲۲

[2] مشکوۃ المصابیح باب سنن الوضوء الفصل الثالث قدیمی کتب خانہ کراچی ص ۴۷

[3] کشف الخفاء حدیث ۲۸۹۷ دارالکتب العلمیہ بیروت ۲/۳۰۳

حسنات[۱] لکھی جائیں۔

مناوی نے تیسیر میں کہا : ای عشر وضوءات[۲] یعنی دس بار وضو کرنے کا ثواب لکھا جائے۔

ظاہر ہے کہ حدیثوں میں فصل نماز وغیرہ کی قید نہیں تو مشایخ کرام کا اتفاق اور حدیث کریم کا اطلاق دونوں متوافق ہیں، اسی بنا پر سیدی عارف باللہ عبدالغنی نابلسی رحمہ اللہ تعالٰی نے یہاں محقق حلبی کا خلاف فرمایا، رد المحتار میں ہے :

لکن ذکر سیدی عبدالغنی النابلسی ان المفهوم من اطلاق الحدیث مشروعیته ولو بلا فصل بصلٰوۃ او مجلس اٰخر و لا اسراف فیما هو مشروع اما لو کررہ ثالثا اورابعا فیشترط لمشروعیته الفصل بما ذکر، والا کان اسرافا محضا اھ فتأمل[۳] اھ۔

لیکن سیدی عبدالغنی نابلسی نے ذکر کیا ہے کہ اطلاقِ حدیث سے یہی سمجھ میں آتا ہے کہ ایک بار وضو کے بعد اگر کسی نماز کی ادائیگی یا کسی مجلس کی تبدیلی سے فصل نہ ہوا تو بھی دوسری بار وضو جائز و مشروع ہے اور امر مشروع کے اندر صرف کرنے میں اسراف نہیں لیکن اگر تیسری یا چوتھی بار وضو کرے تو اس کی مشروعیت کے لئے مذکورہ امور میں سے کسی کے ذریعہ فصل کی شرط ہوگی ورنہ محض اسراف ہوگا اھ تو تامل کرو اھ۔

اقول لکن اطلاق الحدیثین[ف] یشمل الثالث والرابع ایضا و ایضا اذا لم یکن اسرافا فی الثانی لم یکن فی

اقول لیکن دونوں حدیثوں کا اطلاق تو تیسری اور چوتھی بار کو بھی شامل ہے۔ اور یہ بھی ہے کہ جب دوسری بار میں اسراف نہ ہوا

ف : تطفل علی المولی النابلسی۔

---

[۱] سنن ابی داؤد کتاب الطہارۃ باب الرجل یجدد الوضوء من غیر حدیث آفتاب عالم پریس لاہور ۱ /۹
سنن الترمذی ابواب الطہارۃ باب ما جاء فی الوضوء لکل صلٰوۃ حدیث ۵۹ دار الفکر بیروت ۱ /۱۲۲ و ۱۲۳
سنن ابن ماجہ 〃 باب الوضوء علی طہارۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۳۹
[۲] التیسیر شرح الجامع الصغیر تحت الحدیث من توضأ علی طہر مکتبۃ الامام الشافعی ریاض ۲ /۴۱۱
[۳] رد المحتار کتاب الطہارۃ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱ /۸۱

www.alahazratnetwork.org

الثالث والرابع وکان المولی النابلسی قدس سرہ القدسی نظر الی لفظ الوضوء علی الوضوء فهما وضوأن فحسب وکذلك من توضأ علی طهر۔ **اقول** وهذا لایخفی فقوله تعالٰی وهنا علی وهن[1] لایدل ان هناك وهنین فقط وکان الشامی الی هذا اشار لقوله تأمل تأمل وسیأتی ماخذ کلام العارف مع الکلام علیه قریبا ان شاء الله تعالٰی۔

تو تیسری چوتھی بار میں بھی نہ ہوگا۔ شاید علامہ نابلسی قدس سرہ کی نظر لفظ وضوعلی الوضوء پر ہے کہ یہ صرف دو وضو ہوتے ہیں اور یہی حال اس کا ہے جس نے وضو ہوتے ہوئے وضو کیا۔ **اقول** اس خیال کی کمزوری مخفی نہیں، دیکھئے ارشادِ باری تعالٰی وهنا علی وهن (کمزوری پر کمزوری) یہ نہیں بتاتا کہ وہاں صرف دو ہی کمزوریاں ہیں شاید علامہ شامی نے لفظ "تأمل" سے اسی بات کی طرف اشارہ کیا ہے ۔۔۔ تأمل کرو ۔۔۔ اور علامہ شامی نے سیدی العارف کے کلام کا جو حصہ ذکر نہیں کیا وہ آگے ان شاء اللہ تعالٰی اس پر کلام کے ساتھ جلد ہی آئے گا۔ (ت)

www.alahazratnetwork.org

ثامنًا اقول حل[ف۱] یہ ہے کہ جو وضو فرض ہے وہ وسیلہ ہے کہ شرطِ صحت یا جواز ہے اور شروط وسائل ہوتے ہیں مگر جو وضو[ف۲] مستحب ہے وہ صرف ترتبِ ثواب کے لئے مقرر فرمایا جاتا ہے تو قصدِ ذاتی سے خالی نہیں اگرچہ اس سے عمل مستحب فیہ میں حُسن بڑھے کہ مستحب[ف۳] کی یہی شان ہے کہ وہ اکمال سنن کے لئے ہوتا ہے اور اکمالِ سنن واجب اور واجب اکمالِ فرض۔

اقول اور فرض اکمالِ ایمان کے لئے اس سے ان کا غیر مقصود ہونا لازم نہیں آتا۔ خلاصہ وبزازیہ وخزانۃ المفتین میں ہے:

الواجبات اکمال الفرائض والسنن اکمال

واجبات، فرائض کا تکملہ ہیں اور سنتیں واجبات

ف۱: **تطفل** سابع علی الغنیۃ والقاری۔

ف۲: مصنف کی تحقیق کہ جو وضو یا غسل مستحب ہے وہ وسیلہ محضہ نہیں خود بھی مقصود ہے۔

ف۳: مستحب سنت کی تکمیل ہے سنت واجب کی، واجب فرض کی، فرض ایمان کی۔

---

[1] القرآن الکریم ۳۱/۱۴

الواجبات والاٰداب اکمال السنن۔[1] کا تکملہ، اور آداب سنتوں کا تکملہ۔ (ت)

درمختار باب ادراک الفریضہ میں ہے:

یاتی بالسنۃ مطلقا ولو صلی منفردا علی الاصح لکونہا مکملات۔[2]

سنت کی ادائیگی کا حکم مطلقاً ہے اگرچہ تنہا نماز پڑھے یہی اصح ہے اس لئے کہ سنتیں (فرائض و واجبات کی) تکمیل کرنے والی ہیں۔ (ت)

اُسی کی بحث تراویح میں ہے:

ھی عشرون رکعۃ حکمتہ مساواۃ المکمل للمکمل۔[3]

تراویح کی بیس۲۰ رکعتیں ہیں۔ اس میں حکمت یہ ہے کہ مکمِّل، مکمَّل کے برابر ہوجائے۔ (ت)

(فجر سے وتر تک فرض و واجب کی کل بیس۲۰ رکعتیں ہیں تو ان کی تکمیل کرنے والی سنت تراویح کی بھی بیس۲۰ رکعتیں ہیں ۱۲ م)

ولہذا ہمارے ائمہ تصریح فرماتے ہیں کہ وضوئے بے نیت پر ثواب نہیں، بحرالرائق میں ہے:

اعلم ان النیۃ لیست بشرط ف کون الوضوء مفتاحا للصلوۃ قیدنا بقولنا فی کونہ مفتاحا لانہا شرط فی کونہ سببا للثواب علی الاصح۔[4]

واضح ہو کہ وضو کے کلیدِ نماز بننے میں نیت شرط نہیں۔ کلیدِ نماز بننے کی قید ہم نے اس لئے لگائی کہ وضو کے سبب ثواب بننے میں بر قولِ اصح نیت ضرور شرط ہے۔ (ت)

اور مستحب پر ثواب ہے تو وضوئے مستحب محتاجِ نیت ہوا اور وسائلِ محضہ محتاجِ نیت نہیں ہوتے۔

ف: مسئلہ وضوئے مستحب بے نیت ادا نہ ہوگا۔

---

[1] خلاصۃ الفتاوی کتاب الصلوۃ الفصل الثانی واجبات الصلوۃ عشرۃ مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ۱/ ۵۱
خزانۃ المفتین فرائض الصلوۃ و واجباتہا قلمی (فوٹو) ۱/ ۲۶

[2] الدرالمختار کتاب الصلوۃ باب ادراک الفریضۃ مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۱۰۰

[3] " " باب الوتر والنوافل ۱/ ۹۸

[4] البحرالرائق " ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/ ۲۴

فتح القدیر وبحر الرائق میں ہے :

اذا لم ینوحتی لم یقع عبادۃ سببا للثواب فھل یقع الشرط المعتبر للصلٰوۃ حتی تصح به اولاً قلنا نعم لان الشرط مقصود التحصیل لغیرہ لا لذاته فکیف حصل حصل المقصود وصار کستر العورۃ و باقی شروط الصلٰوۃ لایفتقر اعتبارھا الی ان تنوی۔[1]

بے نیت وضو کرلیا جس کے باعث وہ عبادت و سببِ ثواب نہ بن سکا تو کیا اس (بے نیت وضو) سے نماز صحیح ہوجائیگی اور یہ اس وضو کی جگہ ہوجائیگی جس کی شرط نماز میں رکھی گئی ہے ؟ ہم جواب دیں گے ہاں۔ اس لئے کہ شرط دوسری چیز کو بروئے کار لانے کے لئے مقصود ہے بذاتِ خود مقصود نہیں، تو یہ جیسے بھی حاصل ہو مقصود حاصل ہوجائے گا، جیسے سترِ عورت اور باقی شرائطِ نماز ہیں کہ ان کے قابلِ اعتبار ہونے کے لئے ان میں نیت ہونے کی ضرورت نہیں۔ (ت)

تو ثابت ہوا کہ وضوئے مستحب وسیلہ نہیں وھو المقصود والحمد ﷲ الودود۔

تاسعًا محقق حلبی کا یہ استناد کہ اکیلا سجدہ (ف۱) (یعنی سجدۂ تلاوت وسجدۂ شکر کے سوا محض سجدۂ بے سبب) جبکہ عبادت مقصودہ نہ تھا تو علمانے اس پر حکم کراہت دیا تو وضوئے جدید کی کراہت بدرجۂ اولٰی۔

اقول خود محقق (ف۲) رحمہ اللہ نے آخر غنیہ میں سجدۂ نماز وسہو وتلاوت ونذر وشکر پانچ سجدے ذکر کرکے فرمایا :

اما بغیر سبب فلیس بقربة ولا مکروہ[2] نقله عن المجتبی مقرا علیه و

یعنی سجدۂ بے سبب میں نہ ثواب نہ کراہت۔ (غنیہ میں اسے مجتبٰی سے نقل کرکے برقرار رکھا

ف۱ : مسئلہ سجدۂ بے سبب کا حکم

ف۲ : تطفل ثامن علیہما

---

[1] البحر الرائق کتاب الطہارۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۲۵ و ۲۶
فتح القدیر مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/۲۸

[2] غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی فصل مسائل شتّٰی سہیل اکیڈمی لاہور ص ۶۱۶ و ۶۱۷

نقله عن الغنیة فی ردالمحتار ایضا واقر ھذا ھھنا واعتمد ذاك ثمه الا ان یحمل ما ھنا علی کراھة التنزیه وما ثمه علی نفی الماثم ای کراھة التحریم فیتوافقان لکن یحتاج الحکم بکراھته ولو تنزیھا الی دلیل یفیدہ شرعا کما تقدم وھو لم یستند ھھنا الی نقل فاللّٰہ تعالٰی اعلم۔

اور غنیہ سے اسے ردالمحتار میں بھی نقل کیا اور وضوء علی الوضوء کے بیان میں غنیہ کے قول (سجدۂ بے سبب کی کراہت) کو برقرار رکھا اور آخرباب سجدۂ تلاوت میں سجدۂ بے سبب کے غیر مکروہ ہونے پر اعتماد کیا مگر تطبیق یُوں ہوسکتی ہے کہ یہاں جو کراہت مذکور ہے وہ کراہت تنزیہ پر محمول ہو اور وہاں جو نفی کراہت ہے وہ نفی گناہ یعنی کراہت تحریم کی نفی پر محمول ہو لیکن کراہت کا حکم کرنے کے لئے اگرچہ کراہت تنزیہ ہی ہو کسی دلیل کی حاجت ہے جو شرعًا اس کی کراہت بتاتی ہو جیسا کہ یہ قاعدہ ذکر ہُوا اور یہاں انھوں نے کسی نقل سے استناد نہ کیا تو خدائے برتر ہی کو خوب علم ہے (ت)

www.alahazratnetwork.org

عاشرا وباللّٰہ التوفیق سجدہ سب سے زیادہ خاص حاضری دربار ملک الملوک عز جلالہ ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اقرب مایکون العبد من ربه وھو ساجد فاکثروا الدعاء، رواہ مسلم[1] وابوداؤد والنسائی عن ابی ھریرۃ رضی اللّٰہ تعالٰی عنه۔

سب حالتوں سے زیادہ سجدہ میں بندہ اپنے رب سے قریب ہوتا ہے تو اس میں دعا بکثرت کرو (اسے مسلم، ابوداؤد اور نسائی نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ت)

ف: تطفل تاسع علیہا۔

---

[1] صحیح مسلم کتاب الصلوٰۃ باب مایقال فی الرکوع والسجود قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۹۱
سُنن ابی داؤد ” باب الدعاء فی الرکوع والسجود آفتاب عالم پریس لاہور ۱/ ۱۲۷
سُنن النسائی کتاب افتتاح الصلوٰۃ باب اقرب مایکون العبد من اللّٰہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ۱/ ۱۷۱

اور دربارِ شاہی میں بے اذن حاضری جرأت ہے اور سجدہ بے سبب کے لئے اذن معلوم نہیں، ولہٰذا شافعیہ کے نزدیک حرام ہے کما صرح بہ الامام الاردبیلی الشافعی فی الانوار (جیسا کہ امام اردبیلی شافعی نے انوار میں اس کی تصریح کی۔ ت) اس بناء پر اگر سجدہ بے سبب مکروہ ہو تو وضو کا اس پر قیاس محض بلا جامع ہے۔

رہا علامہ شامی کا اُس کی تائید میں فرمانا کہ ہدیہ ابن عماد میں ہے:

قال فی شرح المصابیح انما یستحب الوضوء اذا صلی بالوضوء الاول صلٰوۃ کذا فی الشرعۃ والقنیۃ اھ وکذا ما قالہ المناوی فی شرح الجامع الصغیر عند حدیث من توضأ علی طھر ان المراد الوضوء الذی صلی بہ فرضا اونفلا کما بینہ فعل راوی الخبر ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما فمن لم یصل بہ شیئا لایسن لہ تجدیدہ اھ ومقتضی ھذا کراھتہ وان تبدل المجلس مالم یؤدبہ صلٰوۃ او نحوھا[1] اھ۔

شرح مصابیح میں فرمایا کہ وضو اُسی وقت مستحب ہے جب پہلے وضو سے کوئی نماز ادا کر لی ہو، ایسا شرعۃ الاسلام اور قنیہ میں ہے اھ۔ اسی طرح وہ بھی ہے جو علامہ مناوی نے شرح جامع صغیر میں باوضو ہوتے ہوئے دس نیکیاں ملنے سے متعلق حدیث کے تحت فرمایا کہ مراد وہ وضو ہے جس سے کوئی فرض یا نفل نماز ادا کر چکا ہو جیسا کہ راوی حدیث حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما کے عمل سے اس کا بیان ظاہر ہوتا ہے تو پہلے وضو سے جس نے کوئی نماز ادا نہ کی ہو اس کے لئے تجدیدِ وضو مسنون نہیں اھ — اور اس کا مقتضا یہ ہے کہ اگر مجلس بدل جائے تو بھی دوبارہ وضو مکروہ ہو جب تک کوئی نماز یا ایسا ہی کوئی عمل ادا نہ کرلے اھ۔ (ت)

اقول شرعۃ الاسلام میں اس کا پتا نہیں، اُس میں صرف اس قدر ہے:

التطھر لکل صلٰوۃ سنۃ النبی علیہ الصلٰوۃ والسلام[2]

ہر نماز کے لئے وضو کرنا نبی علیہ الصلٰوۃ والسلام کی سنّت ہے۔ (ت)

---

[1] ردالمحتار کتاب الطہارۃ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۸۱

[2] شرعۃ الاسلام مع شرح مصابیح الجنان فصل فی تفصیل سنن الطہارۃ مکتبہ اسلامیہ کوئٹہ ص ۸۲

ہاں سید علی زادہ نے اُس کی شرح میں مضمون مذکور شرح مصابیح سے نقل کیا اور اُس سے پہلے صاف تعمیم کا حکم دیا،

حیث قال فالمؤمن ینبغی ان یجدد الوضوء فی کل وقت وان کان علی طھر قال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم من توضأ علی طھر کتب لہ عشر حسنات وقال فی شرح المصابیح تجدید الوضوء فی کل وقت انما یستحب اذا صلی بالوضوء الاول صلوٰۃ والا فلا[1]۔

ان کے الفاظ یہ ہیں: تو مومن کو چاہیے کہ ہر وقت تازہ وضو کرے اگرچہ باوضو رہا ہو، حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا ارشاد ہے جس نے باوضو ہوتے ہوئے وضو کیا اس کے لئے دس نیکیاں لکھی جائیں گی — اور شرح مصابیح میں کہا کہ ہر وقت تجدید وضو مستحب ہونے کی شرط یہ ہے کہ پہلے وضو سے کوئی نماز ادا کرلی ہو، ورنہ نہیں۔

قلت وبہ ظھر ان قولہ کذا فی الشرعۃ ای شرحھا اشارۃ الی قولہ قال فی شرح المصابیح لا داخل تحت قال۔

قلت اسی سے ظاہر ہوا کہ ابن عماد کی عبارت "کذا فی الشرعۃ — ایسا ہی شرعۃ الاسلام یعنی اس کی شرح میں ہے" کا اشارہ ان کی عبارت "قال فی شرح المصابیح" (شرح مصابیح میں کہا) کی طرف ہے۔ یہ شرح مصابیح کے کلام میں شامل نہیں۔ (ت)

بہرحال **اوّلاً** [ف۱] قنیہ کا حال ضعف معلوم ہے اور شرح شرعہ بھی مبسوط و نہایہ و عنایہ و معراج الدرایہ وکافی وفتح القدیر وحلیہ وسراج وخلاصہ و ناطفی میں کسی کے معارض نہیں ہوسکتی نہ کہ اُن کا اور اُن کے ساتھ اور کتب کثیرہ سب کے مجموع کا معارضہ کرے پھر اعتبار منقول عنہ کا ہے اور شرح مصابیح [ف۲] شروح حدیث سے ہے معتمدات فقہ کا مقابلہ نہ کرے گی نہ کہ مسئلہ اتفاق،

ف۱: معروضۃ علی العلامۃ ش

ف۲: کتب شروح حدیث میں جو مسئلہ کتب فقہ کے خلاف ہو معتبر نہیں۔

---

[1] مفاتیح الجنان شرح شرعۃ الاسلام فصل فی تفضیل سنن الطہارۃ مکتبہ اسلامیہ کوئٹہ ص ۸۳

علامہ مصطفیٰ رحمتی نے شرح مشارق ابن ملک کے نص صریح کو اسی بنا پر رد کیا اور اُسے اطلاقات کتب مذہب کے مقابل معارضہ کے قابل نہ مانا، اور خود علامہ شامی نے اُسے نقل کرکے مقرر رکھا۔

حیث قال علی قولہ لکن فی شرح المشارق لابن ملک لو وطئها وھی نائمۃ لایحلھا للاول لعدم ذوق العسیلۃ، فیہ ان ھذا الکتاب لیس موضوعا لنقل المذھب و اطلاق المتون والشروح یردہ و ذوق العسیلۃ للنائمۃ موجود حکما الا یری ان النائم اذا وجد البلل یجب علیہ الغسل وکذا المغمی علیہ[1] الخ۔

تفصیل یہ ہے کہ درمختار میں لکھا لیکن ابن ملک کی شرح مشارق میں ہے کہ اگر عورت سو رہی تھی اور اس سے وطی کی تو شوہر اول کے لئے حلال نہ ہوگی اس لئے کہ اس کے حق میں ذوق عسیلہ (مرد کے چھتے کا مزہ پانے) کی شرط نہ پائی گئی ــــ اس پر علامہ رحمتی نے یہ اعتراض کیا: اس میں خامی یہ ہے کہ کتاب نقل مذہب کے لئے نہ لکھی گئی اور متون وشروح کے اطلاق سے اس کی تردید ہوتی ہے۔ اور سونے والی کے لئے بھی مزہ پانے کی شرط حکماً موجود ہے کیا دیکھا نہیں کہ سونے والا تری پانے تو اس پر غسل واجب ہوجاتا ہے اسی طرح وہ بھی جو بیہوش رہا ہو۔ (ت)

www.alahazratnetwork.org

ثانیاً[1] علامہ مناوی شافعی ہیں فقہ میں اُن کا کلام نصوص فقہ حنفی کے خلاف کیا قابل ذکر۔

ثالثاً[2] وہی مناوی اسی جامع صغیر کی شرح تیسیر میں کہ شرح کبیر کی تلخیص ہے اسی حدیث کے نیچے فرماتے ہیں:

فتجدید الوضوء سنۃ مؤکدۃ اذا صلی بالاول صلٰوۃ ما[2]۔

تو تجدیدِ وضو سُنّتِ مؤکدہ ہے جب پہلے وضو سے کوئی بھی نماز ادا کرچکا ہو۔ (ت)

معلوم ہوا کہ لایسن سے ان کی مراد نفی سنت مؤکدہ ہے وصاحب الدار ادری (اور صاحبِ خانہ

ف۱: معروضۃ اخری علیہ

ف۲: معروضۃ ثالثۃ علیہ

---

[1] ردالمحتار کتاب الطلاق باب الرجعۃ دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/۵۴۰

[2] التیسیر شرح الجامع الصغیر تحت الحدیث من توضأ علی طہر مکتبۃ الامام الشافعی ریاض ۲/۴۱۱

24

کو زیادہ علم ہوتا ہے۔ ت) اور اس کی نفی مقتضی کراہت نہیں کما لا یخفی (جیسا کہ پوشیدہ نہیں۔ ت)

وجہ دوم ایک جلسہ[ف1] میں وضو کی تکرار مکروہ ہے سراج وہاج میں اسے اسراف کہا تو قبل تبدل مجلس وضوء علی الوضو کی نیت کیونکر کرسکتا ہے۔ یہ شبہہ بحرالرائق کا ہے کہ اُسی عبارتِ خلاصہ پر وارد فرمایا۔

اقول جس مسئلہ پر عبارتِ[ف2] سراج سے اعتراض فرمایا وہ خود سراج کا بھی مسئلہ ہے۔ ہندیہ میں ہے:

لو زاد علی الثلث لطمانینۃ القلب عند الشك او بنیۃ وضوء اٰخر فلا باس به هکذا فی النھایۃ والسراج الوھاج[1]۔

شک ہونے کے وقت اطمینان قلب کے لئے اگر تین بار سے زیادہ دھولیا یا دوسرے وضو کی نیت سے دھویا تو کوئی حرج نہیں، ایسا ہی نہایہ اور سراج وہاج میں ہے۔ (ت)

کیا کلامِ سراج خود اپنے مناقض ہے اور اگر ہے تو اُن کا وہ کلام احق بالقبول ہوگا جو عامہ اکابر فحول کے موافق ہے یا وہ کہ اُن سب کے اور خود اپنے بھی مخالف ہے۔ لاجرم صاحب بحر کے برادر و تلمیذ نے نہرالفائق میں ظاہر کر دیا کہ سراج نے ایک مجلس میں چند بار وضو کو مکروہ کہا ہے دو بار میں حرج نہیں تو اعتراض نہ رہا۔ سراج وہاج کی عبارت یہ ہے:

www.alahazratnetwork.org

لو تکرر الوضوء فی مجلس واحد مرارا لم یستحب بل یکرہ لما فیه من الاسراف[2] اھ

اگر ایک مجلس میں وضو چند بار مکرر ہو تو مستحب نہیں بلکہ مکروہ ہے کیونکہ اس میں اسراف ہے اھ

ف1: مسئلہ بعض نے فرمایا ایک جلسہ میں دو بار وضو مکروہ ہے۔ بعض نے فرمایا دو بار تک مستحب اس سے زائد مکروہ ہے۔ اور مصنف کی تحقیق کہ احادیث و کلمات ائمہ مطلق ہیں اور ان تحدیدوں کا ثبوت ظاہر نہیں۔

ف2: تطفل علی البحر

---

[1] الفتاوی الھندیۃ کتاب الطھارۃ الباب الاول الفصل الثانی نورانی کتب خانہ پشاور ۱/ ۷

[2] رد المحتار بحوالہ السراج الوہاج کتاب الطھارۃ داراحیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۸۱

24
24

وھذا ھو ماخذ ما قدمنا عن المولی النابلسی رحمہ اللہ تعالٰی۔

یہی اس کلام کا ماخذ ہے جو علامہ نابلسی رحمہ اللہ تعالٰی سے سابقًا ہم نے نقل کیا۔ (ت)

اقول وباللہ التوفیق وضوئے جدید میں کوئی غرض صحیح مقبول شرع ہے یا نہیں، اور اگر نہیں تو واجب کہ مطلقًا تجدید مکروہ وممنوع ہو اگرچہ ایک ہی بار، اگرچہ مجلس بدل کر، اگرچہ ایک نماز پڑھ کر کہ بیکار بہانا ہی اسراف ہے، اور اسراف ناجائز ہے۔ اور اگر غرض صحیح ہے مثلًا زیادت نظافت تو وہ غرض زیادت قبول کرتی ہے یا نہیں، اگر نہیں تو ایک ہی بار کی اجازت چاہیے اگرچہ مجلس بدل جائے کہ تبدیل مجلس نامتزاید کو متزاید نہ کردے گا، وہ کون سی غرض شرعی ہے کہ ایک جگہ بیٹھے بیٹھے تو قابلِ زیادت نہیں اور وہاں سے اُٹھ کر ایک قدم ہٹ کر بیٹھ جائے تو ازسرِنو زیادت پائے۔ اور اگر ہاں تو کیا وجہ ہے کہ مجلس میں دوبارہ تکرار کی اجازت نہ ہو۔ بالجملہ جگہ بدلنے کو اسباب میں کوئی دخل نظر نہیں آتا تو قدم قدم ہٹ کر سو بار تکرار کی اجازت اور بے ہٹے ایک بار سے زیادہ کی ممانعت کوئی وجہ نہیں رکھتی۔ احادیث بیشک مطلق ہیں اور ہمارے ائمہ کا متفق علیہ مسئلہ بھی یقینًا مطلق اور ایک اور متعدد کا تفرقہ ناموجّہ، واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔

واشار فی الدر الی الجواب بوجہ اٰخر فقال لعل کراھۃ تکرارہ فی مجلس تنزیھیۃ[1] اھ ای فلایخالف قولھم لو زاد بنیۃ وضوء اٰخر فلاباس بہ لان الکلمۃ غالب استعمالھا فی کراھۃ التنزیہ **اقول** ویبتنی علی ما اختارہ ان الاسراف مکروہ تحریما لان المستثنی اذا ثبتت فیہ کراھۃ التنزیہ فلولم تکن فی المستثنی

درمختار میں ایک دوسرے طریقے پر جواب کی طرف اشارہ کیا، اس کے الفاظ یہ ہیں: شاید ایک مجلس کے اندر تکرار وضو کی کراہت تنزیہی ہو اھ۔ مطلب یہ ہے کہ یہ مان لینے سے ان کے اس قول کی مخالفت نہ ہوگی کہ "اگر دوسرے وضو کی نیت سے زیادتی کی تو کوئی حرج نہیں (فلاباس بہ) اس لئے کہ یہ کلمہ زیادہ تر کراہت تنزیہ میں استعمال ہوتا ہے۔ **اقول** اس جواب کی بنیاد اس پر ہے جو صاحبِ درمختار نے اختیار کیا کہ اسراف مکروہ تحریمی ہے اس لئے کہ مستثنٰی میں جب کراہت

ف: تطفل علی السراج الوھاج والنھر والبحر۔

[1] الدر المختار — کتاب الطہارۃ — مطبع مجتبائی دہلی — ۱/ ۲۲

منہ الاھی لم یصح الثنیا۔

تنزیہ ثابت ہوئی تو اگر مستثنٰی منہ میں بھی یہی کراہت رہی ہو تو استثنا ہی درست نہ ہوا۔

فان قلت معہا مسألۃ الزیادۃ للطمانینۃ عند الشك وقد حکموا علیھما بحکم واحد وھو لا باس بہ وھذہ الزیادۃ مطلوبۃ قطعا لقولہ صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلم دع ما یریبك[1] فکیف یحمل علی کراھۃ التنزیہ۔

اگر یہ سوال ہو کہ اس کے ساتھ بوقت شك اطمینان کے لئے زیادتی کا مسئلہ بھی تو ہے اور دونوں پر ایك ہی حکم لگایا گیا ہے کہ لا باس بہ (اس میں حرج نہیں) حالاں کہ یہ زیادتی تو قطعاً مطلوب ہے اس لئے کہ سرکار اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا ارشاد ہے شك کی حالت چھوڑ کر وہ اختیار کرو جو شك سے خالی ہو تو اسے کراہت تنزیہ پر کیسے محمول کریں گے۔

قلت المعنی لایمنع شرعا فیشمل المکروہ تنزیہا والمستحب ھذا اوردہ فی ردالمحتار اخذا من ط بانھم عللوہ بانہ نور علی نور قال وفیہ اشارۃ الی ان ذلك مندوب فکلمۃ لاباس[ف] وان کان الغالب استعمالھا فیما ترکہ اولی لکنھا قد تستعمل فی المندوب کما فی البحر من الجنائز والجھاد[2] اھ۔

قلت میں کہوں گا (لاباس بہ کا) معنی یہ ہوگا کہ شرعاً ممنوع نہیں تو یہ مکروہ تنزیہی اور مستحب دونوں کو شامل ہوگا یہ بات تو ہوگئی مگر ردالمحتار میں طحطاوی سے اخذ کرتے ہوئے درمختار کے جواب کی یہ تردید کی ہے کہ علماء نے اس کی علت یہ بتائی ہے کہ وہ نورٌ علٰی نور ہے۔ فرمایا: اس تعلیل میں اس کا اشارہ ہے کہ وہ مندوب ہے تو لفظ "لاباس" اگرچہ زیادہ تر اس میں استعمال ہوتا ہے جس کا ترك اولٰی ہے لیکن بعض اوقات مندوب میں بھی استعمال ہوتا ہے جیسا کہ البحرالرائق کے بیان جنائز و جہاد میں ہے اھ (ت)

ف: کلمۃ لاباس لما ترکہ اولی وقد تستعمل فی المندوب۔

[1] صحیح البخاری کتاب البیوع باب تفسیر المشتبھات قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۲۷۵

[2] ردالمحتار کتاب الطہارۃ داراحیاء التراث العربی بیروت ۱/۸۱

www.alahazratnetwork.org

اقول الندب[1] لاینافی[2] الکراھۃ فلایبعد ان یکون مندوبا فی نفسہ لما فیہ من الفضیلۃ لکن ترکہ فی مجلس واحد اولی قال فی الحلیۃ النفل لاینافی عدم الولایۃ اھ۔[1] ذکرہ فی صفۃ الصلوۃ مسألۃ القراءۃ فی الاخریین وقال السید ط فی حواشی المراقی الکراھۃ لاتنافی الثواب افادہ العلامۃ نوح[2] اھ قالہ فی فصل الاحق بالامامۃ مسألۃ الاقتداء بالمخالف۔

اقول ندب کراہت کے منافی نہیں تو بعید نہیں کہ بربنائے فضیلت فی نفسہ مندوب ہو لیکن ایک مجلس میں اس کا ترک اولٰی ہو۔ حلیہ میں لکھا ہے کہ نفل خلافِ اولٰی ہونے کے منافی نہیں اھ ـــــ اسے صفۃ الصلوۃ کے تحت بعد والی دونوں رکعتوں میں قراءت کے مسئلہ میں ذکر کیا ہے اور سید طحطاوی نے حواشی مراقی میں لکھا ہے کہ کراہت ثواب کے منافی نہیں علامہ نوح نے اس کا افادہ کیا اھ ـــــ یہ انھوں نے فصل احق بالامامۃ میں اقتدائے مخالف کے مسئلہ میں ذکر کیا ہے۔

نعم یرد علیہ ماذکرنا ان لااثر للمجلس فیما ھنا واللہ تعالٰی اعلم۔

ہاں اس پر وہ اعتراض وارد ہوگا جو ہم نے بیان کیا کہ "جگہ بدلنے کو اس باب میں کوئی دخل نہیں ـــــ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

www.alahazratnetwork.org

وجہ سوم یہ سب کچھ سہی پھر تجدید وضو تو بعد تکمیل وضوئے اول ہو اثنائے وضو میں تجدید کیسی ـ یہ اعتراض علامہ علی قاری کا ہے کہ مرقاۃ موضع مذکور میں اصل مسئلہ دائرہ یعنی بہ نیت وضو علی الوضو تین بار سے زیادہ اعضا دھونے پر ایراد کیا۔

والی ھذا اشار ط اذ قال علی قول الدر لقصد الوضوء علی الوضوء ظاھرہ ان نیۃ وضوء اٰخر متحققۃ فی الغرفۃ الرابعۃ اوالخامسۃ

اور اسی اعتراض کی طرف سید طحطاوی نے اشارہ کیا، اس طرح کہ درمختار کی عبارت لقصد الوضوء علی الوضوء پر لکھا: اس کا ظاہر یہ ہے کہ چوتھے یا پانچویں چُلّو میں دوسرے وضو کی نیت متحقق

ف۱: معروضۃ علی العلامۃ ش

ف۲: الندب لاینافی الکراھۃ

---

[1] حلیۃ المحلی شرح منیۃ المصلی

[2] حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح کتاب الصلوۃ فصل فی بیان الاحق بالامامۃ دارالکتب العلمیہ بیروت ص ۳۰۴

ولاکراھة والحدیث یدل علی غیر ھذا[1] اھ۔

ہو جاتی ہے اور کوئی کراہت نہیں ___ مگر حدیث کچھ اور بتا رہی ہے اھ۔

قلت وکانہ الٰی ھذا نظر العلامۃ البحر[ف] فزاد علی خلاف سائر المعتمدات قید الفراغ من الاول وعزاہ لاکثر شروح الھدایۃ مع عدمہ فیھا ظنا منہ رحمہ اللہ تعالٰی انہ ھو المحمل المتعین لکلامھم فقال "وعلی الاقوال کلھا لوزاد لطمانینۃ القلب عند الشك اوبنیۃ وضوء اٰخر بعد الفراغ من الاول فلاباس بہ لانہ نورٌ علٰی نور وکذا ان نقص لحاجۃ لاباس بہ کذا فی المبسوط واکثر شروح الھدایۃ[2] اھ۔

قلت شاید علامہ بحر نے اسی طرف نظر کرتے ہُوئے تمام کتب معتمدہ کے برخلاف "وضوئے اول سے فارغ ہونے" کی قید کا اضافہ کر دیا اور اسے اکثر شروحِ ہدایہ کی جانب منسوب کیا، جبکہ ان میں یہ بات نہیں۔ صاحبِ بحر رحمہ اللہ تعالٰی کا خیال ہے کہ ان شارحین کے کلام کا یہی مطلب متعین ہے۔ بحر کے الفاظ یہ ہیں: اور تمام اقوال پر اگر شک کی حالت میں اطمینانِ قلب کے لئے زیادہ کیا یا "پہلے وضو سے فارغ ہونے کے بعد" دوسرے وضو کی نیت سے زیادہ کیا تو کوئی حرج نہیں اس لئے کہ یہ نورٌ علٰی نور ہے۔ یُوں ہی اگر کسی حاجت کی وجہ سے کمی کی تو کوئی حرج نہیں، ایسا ہی مبسوط اور اکثر شروحِ ہدایہ میں ہے اھ۔

ثم بعد ھذا الحمل البعید من کلامھم کل البعد تکلم فیہ باتحاد المجلس کما تقدم "قال الا ان یحمل علی ما اذا اختلف المجلس وھو بعید کما لایخفی[3] اھ۔

پھر ان حضرات کے کلام سے یہ بالکل ہی بعید مطلب لینے کے بعد اس پر اتحادِ مجلس سے کلام کیا جو گزرا، آگے فرمایا: مگر یہ کہ مجلس بدل جانے کی صورت پر محمول ہو، اور وہ بعید ہے جیسا کہ مخفی نہیں اھ۔

ف: ثالث علی البحر۔

[1] حاشیۃ الطحطاوی علی الدر المختار — کتاب الطہارۃ — المکتبۃ العربیۃ کوئٹہ — ۱/ ۷۲

[2] البحر الرائق — " — ایچ ایم سعید کمپنی کراچی — ۱/ ۲۳

[3] " — " — " — "

www.alahazratnetwork.org

اقول رحمك الله ورحمنا بك[1] اولیس ما حملتم علیه بعیدا فاین الزیادة علی الثلث فی الغسلات من التجدید بعد انهاء الوضوء الاول۔

اقول آپ پر خدا کی رحمت ہو اور آپ کے طفیل ہم پر بھی رحمت ہو۔ کیا آپ نے جو مطلب لیا وہ بعید نہیں؟ کہاں دورانِ وضو کسی عضو کو تین بار سے زیادہ دھونا اور کہاں پہلا وضو پورا کرنے کے بعد تازہ وضو کرنا (ان کے کلام میں وہ تھا اور آپ نے اس کا معنی یہ لیا دونوں میں کیا نسبت؟)

یہ اعتراض ضرور محتاجِ توجہ ہے۔

وانا **اقول** وباللّٰہ استعین[2] (میں کہتا ہوں اللہ تعالٰی کی مدد کے ساتھ۔ ت) شَے کے اسباب[3] وشروط ہوں یا احکام وآثار اس کا ذکر اگرچہ مطلق ہو اُن سب کی طرف اشعار کرے گا کہ مسبب ومشروط کا وجود بے سبب وشرط نہ ہوگا۔

ان عقلیا فعقلیا اوشرعیا فشرعیا کصلوٰۃ الظھر قبل الزوال اوبدون نیۃ۔

اگر وُہ امر عقلی ہے تو اس کا وجود عقلی اور اگر شرعی ہے تو وجود شرعی بے سبب وشرط نہ ہوگا جیسے قبل زوال یا بے نیت، نماز ظہر کا وجود شرعی نہیں ہوسکتا (اول فقدان سبب کی مثال ہے دوم فقدان شرط کی ۱۲م)۔

نہ شَے اپنے احکام وآثار سے خالی ہوگی کہ یہ دونوں فریق دو طرف تقدم وتاخر ذاتی ہیں لوازم وجود شَے ہیں والشیئ اذا ثبت ثبت بلوازمہ (اور شَے جب ثابت ہوتی ہے تو اس کے لوازم بھی ثابت ہوتے ہیں۔ ت)

تبیین الحقائق مسئلہ ذکاۃ الجنین میں ہے:

ای اذبحوہ وکلوہ وھذا مثل مایروی انہ صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلم

یعنی اسے ذبح کرلو تب کھاؤ اور یہ اسی کے مثل ہے جو مروی ہے کہ حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم

---

[1] تطفل رابع علیہ

[2] تطفل عاشر علی الغنیۃ وثامن علی القاری وخامس علی البحر ومعروضۃ علی ط وغیرھم۔

[3] شَے اگرچہ مطلق ذکر کی جائے اپنے اسباب وشروط واحکام وآثار پر خود ہی دلالت کرے گی۔

www.alahazratnetwork.org

اذن فی اکل لحم الخیل ای اذا ذبح لان الشیئ اذا عرف شروطہ وذکر مطلقا ینصرف الیہا کقولہ تعالٰی اقم الصلٰوۃ ای بشروطہا۔[1]

نے گھوڑوں کے گوشت کھانے کی اجازت دی یعنی جب ذبح کرلئے جائیں ـــ اس لئے کہ کسی شے کی شرطیں جب معروف ہوں اور اس کو مطلقاً ذکر کردیا جائے تو اس کا ان شرطوں کے ساتھ ہونا ہی مراد ہوگا جیسے باری تعالٰی کا ارشاد ہے نماز قائم کر یعنی اس کی شرطوں کے ساتھ۔(ت)

آب وضو دو قسم ہے: واجب[1] و مندوب[2]۔

واجب کا سبب معلوم ہے کہ اس چیز کا ارادہ جو بغیر اس کے حلال نہ ہو جیسے نماز یا سجدہ یا مصحف کریم کو ہاتھ لگانا۔

اور مندوب[ف1] کے اسباب کثیر ہیں از انجملہ:

(۱) قہقہہ سے ہنسنا۔

(۲) غیبت کرنا۔

(۳) چغلی کھانا۔

(۴) کسی کو گالی دینا۔

(۵) کوئی فحش لفظ زبان سے نکالنا۔

(۶) جھوٹی بات صادر ہونا۔

(۷) حمد ونعت ومنقبت ونصیحت کے علاوہ کوئی دنیوی شعر پڑھنا۔

(۸) غصہ آنا۔

(۹) غیر عورت کے حسن پر نظر۔

(۱۰) کسی کافر سے بدن چھو جانا اگرچہ کلمہ پڑھتا اور اپنے آپ کو مسلمان کہتا ہو جیسے[ف۲] قادیانی[علہ]

ف۱: مسئلہ اُن بعض اشیاء کا بیان جن کے سبب وضو کی تجدید مطلقا بالاتفاق مستحب ہوتی ہے خواہ ابھی اُس سے نماز وغیرہ کوئی فعل ادا کیا ہو یا نہیں، مجلس بدلی ہو یا نہیں، وضو پورا ہوا ہو یا نہیں، تجدید ایک بار ہو یا سو بار۔

ف۲: فائدہ ضروریہ: اُن دس فرقوں کا بیان جو اپنے آپ کو مسلمان کہتے ہیں اور شرعاً مرتد ہیں۔

علہ غلام احمد قادیانی کے پیرو جو اپنے آپ کو نبی و رسول کہتا اپنے کلام کو کلام الٰہی بتاتا سیدنا عیسٰی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو گالیاں دیتا، چار سو انبیاء کی پیشگوئی جھوٹی بتاتا، خاتم النبیین میں استثنا کی بچر لگاتا وغیرہ وغیرہ کفر بکتا ۱۲ منہ غفرلہ۔

[1] تبیین الحقائق کتاب الذبائح دار الکتب العلمیہ بیروت ۶/ ۴۶۵

یا چکڑالوی[ع۲] یا نیچری[ع۳] یا آج کل کے تبرائی رافضی[ع۴] یا کذابی[ع۵] یا بہائمی[ع۶] یا شیطانی[ع۷] یا خواتمی[ع۸] وہابی[ع۹] جن کے عقائد کفر کا بیان، حسام الحرمین میں ہے یا اکثر غیر مقلد[ع۱۰] خواہ بظاہر مقلد وہابیہ کہ اُن عقائد ارتداد پر مطلع ہو کر

ع۲ یہ ایک نیا طائفہ ملعونہ حادث ہوا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی پیروی سے منکر ہے تمام احادیثِ مصطفےٰ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کو صراحۃً باطل و ناقابل بتاتا اور صرف قرآن عظیم کے اتباع کا ادعا رکھتا ہے اور حقیقۃً خود قرآن عظیم کا منکر و مبطل ہے، ان خبیثوں نے اپنی نماز بھی جُدا گھڑی ہے جس میں ہر وقت کی صرف دو۲ ہی رکعتیں ہیں ۱۲۔

ع۳ یہ باطل طائفہ ضروریاتِ دین کا منکر ہے، قرآن عظیم کے معانی قطعیہ ضروریہ میں درپردہ تاویل و تحریف و تبدیل کرتا، وجود ملائکہ و آسمان و جن و شیطان و حشر ابدان و نار و جنان و معجزات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام سے اُنھیں ملعون تاویلوں کی آڑ میں انکار رکھتا ہے ۱۲۔

ع۴ یہ ملاعنہ صراحۃً قرآن عظیم کو ناقص بتاتے اور مولیٰ علی و ائمۂ اطہار رضی اللہ تعالےٰ عنہم کو انبیائے سابقین علیہم الصلوٰۃ والتسلیم سے افضل ٹھہراتے ہیں ۱۲۔

ع۵ یہ ملعون طائفہ اللہ تعالےٰ کو بالفعل جھوٹا بتاتا اور صاف کہتا ہے کہ وقوعِ کذب کے معنے درست ہو گئے ۱۲۔

ع۶ یہ گروہِ لعین ہر پاگل اور چوپائے کے لئے علمِ غیب مان کر صاف کہتا ہے کہ جیسا علم رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو تھا ایسا تو ہر پاگل اور جانور کو ہوتا ہے ۱۲۔

ع۷ اس شیطانی گروہ کے نزدیک ابلیس لعین کا علم رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم سے زیادہ بلکہ بیشمار زیادہ ہے، ابلیس کی وسعتِ علم کو نص قطعی سے ثابت کہتا اور رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی وسعتِ علم کو باطل بے ثبوت مانتا ہے اُن کے لئے وسعتِ علم میں خدا کا شریک جانتا ہے ۱۲۔

ع۸ یہ شقی گروہ رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم پر نبوت ختم ہونے کا صاف منکر ہے خاتم النبیین کے معنے میں تحریف کرتا اور بمعنی آخر النبیین لینے کو خیالِ جُہّال بتاتا یا رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے چھ یا سات مثل موجود مانتا ہے ۱۲۔

ع۹ یہ بدبخت طائفہ اُن ملعون ارتدادوں کو دفع تو کر نہیں کرسکتا بلکہ خوب جانتا ہے کہ اُن سے دفعِ ارتداد ناممکن ہے مگر اُن مرتدوں کو پیشوا و ممدوح دینی ماننے سے بھی باز نہیں آتا اللہ جل وعلا و رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مقابل اُن کی حمایت پر تُلا ہوا ہے، اللہ جل وعلا و رسول صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کو گالیاں

(باقی برصفحہ آئندہ)

اُن کو عالم دین وعمدہ مسلمین کہتے یا اللہ ورسول کے مقابل اللہ ورسول کو گالیاں دینے والوں کی حمایت کرتے ہیں

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

دینا بہت ہلکا جانتا ہے مگر ان دشنام دہندوں کا حکم شرعی بیان کرنے کو گالیاں دینا کہتا اور بہت سخت بُرا مانتا ہے اور از انجا کہ اُن صریح ارتدادوں کی حمایت سے قطعاً عاجز ہے باوصف ہزاروں تقاضوں کے اُن کا نام زبان پر نہیں لاتا اور براہِ گریز خدا ورسول جل وعلا وصلے اللہ تعالے علیہ وسلم کی جناب میں اُن صریح گالیوں کو بالائے طاق رکھ کر سہل اختلاف مسئلہ عطائے بعض علوم غیبیہ کی طرف بحث کو پھیرنا چاہتا ہے پھر اس میں بھی افترا و اختراع سے کام لیتا ہے اور اصل مقصود صرف اتنا کہ وہ قہر عظیم والی دشنامہائے خدا ورسول جل وعلا وصلی اللہ تعالی علیہ وسلم بھول میں پڑجائیں اور بات آئیں وآں کی طرف منتقل ہو، اس چالاکی کا موجد امرتسر کے پرچہ اہلحدیث کا ایڈیٹر ہے دیکھو چابک لیث اور ظفر الدین الطیب اور کین کش پنجہ پیچ وغیرہا یہ چالاک پرچہ ۲۶ جمادی الاولے ۱۳۲۶ھ میں حسام الحرمین کا ذکر منہ پر لایا مگریوں کہ براہِ عیاری اُس کے تمام مقاصد سے دامن بچاکر دو بالائی باتوں امکانِ کذب وعلمِ غیب کو اس کا مبنائے بحث ٹھہرایا، پھر اُن میں بھی امکانِ کذب کو الگ چھوڑ کر صرف علمِ غیب میں اپنی بعض فاحش جہالتیں دکھائیں جن کا رَد بارہا ہوچکا، اسی پرچہ کے رَد میں چابک لیث بر اہل حدیث دو مجلد میں ہے، پھر ۳۰ جولائی و ۲۰ اگست ۹ء کے پرچوں میں وہی انداز کہ اللہ ورسول جل وعلا وصلے اللہ تعالے علیہ وسلم کی جناب میں گالیاں شیر مادر۔ قاہر مناظروں کے جواب سے گنگ وکر۔ اور اغوائے عوام کو مناظرہ کا نام زبان پر آسکے رَد میں ظفر الدین الطیب چھاپ کر بھیج دیا، انتالیس ۳۹ رات بعد پرچہ ۲۹ رمضان میں اُس کے دیکھنے کا اقرار تو کیا مگر چال وہی کہ اُس کے تمام اعتراضات سے ایک کا بھی جواب نہ دیا اور ایک بالائی لطیفہ جو لفظ تردید کے متعلق لکھا تھا صرف اُس کے ذکر پر اکتفا کیا کہ میری اُردو دانی پر بھی اعتراض ہے۔ اے سبحٰن اللہ اور وہ جو آپ کے دعوی ایمان پر قاہر اعتراض ہیں وہ کیا ہوئے، وہ جو ثابت کیا تھا کہ تم نے محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالے علیہ وسلم پر جتنا افترا اٹھایا اور اس پر تمہاری حدیث دانی سے بارہ ۱۲ سوال تھے وہ کدھر گئے۔ خیر اس کے جواب میں رسالہ کین کش پنجہ پیچ بر ایڈیٹر اے ایچ رجسٹری شدہ بھیجا، آج پچپن ۵۵ دن ہوئے اس کا بھی ذکر غائب۔ مگر بکمال حیا بعد کے بعض پرچوں میں وہی رٹ موجود، خدا جانے ان صاحبوں کے نزدیک مناظرہ کس شے کا

(باقی بر صفحہ آئندہ)

ف: ایڈیٹر اہل حدیث امرتسر کی بار بار گریز فرار پر فرار اور عوام کے بہکانے کو نام مناظرہ کی عیارانہ پکار۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

نام ہے۔ ان سے سیکھ کر یہی چال ایک گمنام صاحب چاندپوری دیوبندی دربھنگی چلے۔ دشنامی اکابر جن کے رد میں پینتیس ۳۵ سال سے بکثرت رسائل آستانہ علیہ رضویہ سے شائع ہو رہے ہیں اور ان کو خود اقرار ہے کہ آج تک ایک پرچہ کا جواب نہ دے سکے بلکہ بڑے بڑوں نے مناظرہ سے عجز کا صاف صاف اقرار کیا بلکہ لکھ دیا (دیکھو رسالہ دفع زیغ و رسالہ بطش غیب) اب ان کی حمایت میں جمے ہوئے مناظرے یونہی چھوڑ کر یہ دربھنگی صاحب سوال علی السوال لے کر چلے اور ایک بے معنی رسالہ بنام اسکات المعتدی چھاپا اور بعنایتِ الٰہی خود بھی اس رسالے میں صاف اقرار کر دیا کہ ان کے تمام اکابر آج تک لاجواب ہیں۔ یہ رسالہ یہاں ۹ شعبان کو پہنچا اور ۲۰ شعبان کو اس کا رد ظفر الدین الطیب چھپا ہوا تیار تھا کہ اسی دن جلسہ مدرسہ اہلسنت میں شائع کر دیا اور ۲۱ شعبان کو ان کے سرآمد کے پاس رجسٹری شدہ اور اتباع کے یہاں نام بنام بھیج دیا ساٹھ ۶۰ رات کے بعد دربھنگی صاحب بولے تو یہ بولے کہ رسالہ کسی کو بھیجا ہی نہیں اور ایک خط اسی چالاکی پر مشتمل بھیجا کہ صرف دو ۲ مسئلہ امکانِ کذب و علم غیب میں اختلاف ہے وبس یعنی وہ شدید شدید گالیاں کہ ان کے اکابر نے اللہ و رسول جل و علا و صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کو لکھ لکھ کر چھاپیں اصلاً کوئی قابل پرواہ بات نہیں۔ اس خط کے جواب میں معاً دو ۲ رسالے تصنیف ہو کر رجسٹری شدہ ان کے پاس روانہ ہوئے، اول بارش سنگی، دوسرا پیکان جانگداز بر جانِ مکذبانِ بے نیاز، اس دوسرے میں گریز والے صاحبوں کی وہ ہوس بھی پوری کر دی یعنی مسئلہ امکانِ کذب و علم غیب ہی میں مناظرہ تازہ کر دیا۔ رجسٹری رسید طلب تھی ڈاک کی رسید تو آئی مگر آج پچاس ۵۰ دن ہوئے وہ بھی سو رہے حالانکہ ان کو صرف دس ۱۰ دن کی مہلت تھی۔

مسلمانو! للہ انصاف! یہ ان مدعیانِ دین و دیانت کی حالت ہے منہ بھر بھر کر اللہ و رسول جل و علا و صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کو سخت سخت گالیاں دیں، پھر جب مسلمان اس پر مواخذہ کریں جواب نہ دیں، سوالات جائیں جواب غائب، رسائل جائیں جواب غائب، رجسٹریاں جائیں جواب غائب، مناظرے سے اپنا عجز صاف صاف لکھ دیں لکھ دیں اپنے اکابر کا لاجواب ہنا قبول کریں چھاپ دیں، اور پھر عوام کے بہکانے کو مناظرہ مناظرہ کی پکار، اس پکار پر جو گرفت ہو اس کے جواب سے پھر فرار اور وہی پکار، اس حیا کی کوئی حد ہے۔ سچ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے:

(باقی بر صفحہ آئندہ)

ہیں، ان دسوں طائفوں اور ان کے امثال سے مصافحہ کرنا خود ہی حرام قطعی و گناہِ کبیرہ ہے اگر بلا قصد

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

اذا لم تستحی فاصنع ما شئت[1] جب تجھے حیا نہ ہو تو جو چاہے کر۔ ع

بیحیا باش و ہر چہ خواہی کن

(بیحیا ہوجا پھر جو چاہے کر۔ ت)

ہاں ہاں اے اللہ و رسول (جل وعلا و صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم) کو گالیاں دینے والو! کیا مسلمان اللہ و رسول (جل وعلا و صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم) سے معاذ اللہ ایسے بے علاقہ ہوگئے کہ تم انھیں گالیاں لکھ لکھ کر چھاپو اور وہ بے پرواہی کرکے ٹال دیں۔ نہیں نہیں ضرور تمھیں دو باتوں سے ایک ماننی ہوگی یا تو خدا توفیق دے اُن گالیوں سے صراحۃً توبہ کرو جس طرح اُن کی اشاعت کی اُن سے صاف صاف اپنی توبہ اور اپنے حکم دشنام کا اعتراف چھاپو یا اُن تمام رسائل و کتب کا جواب دو، جواب دو، جواب دو۔ اس کے سوا تمھارے حیلے حوالے ٹالے بالے ہرگز نہ سُنے جائیں گے وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون[2] ۝ (اور اب جان جائیں گے ظالم کس کروٹ پلٹا کھائیں گے۔ ت) ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم ۱۲ منہ

عبدہ محمد ظفر الدین قادری غفرلہٗ۔

فـــ ان تمام مرتد طوائف کا رد کافی و شافی کتاب مستطاب المعتمد المستند و کتاب لاجواب حسام الحرمین و کتاب کامل النصاب تمہید ایمان بآیات قرآن و ظفر الدین الجید و ظفر الدین الطیب وغیرہا میں ملاحظہ ہو سوا فرقہ چکڑالویہ کے کہ تالیف المعتمد المستند تک اس کا کوئی تذکرہ ان بلاد میں نہ آیا تھا، یہ کتابیں بریلی مطبع اہل سنت و جماعت کے پتے سے مولوی حکیم حسین رضا خاں صاحب سلمہ سے مل سکتی ہیں، المعتمد المستند عربی زبان میں ۲۳۲ صفحہ پر ہے قیمت (عہ) تمہید ایمان بآیات قرآن

(باقی بر صفحہ آئندہ)

ف: اُن نفیس اسلامی کتابوں کے نام جن سے ایمان تازہ ہو اور مرتدوں کی چالاکیوں کا حال کھلے۔

---

[1] المعجم الکبیر حدیث ۶۵۸ و ۶۶۱ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۱۷/ ۲۳۷ و ۲۳۸

[2] القرآن الکریم ۲۶/ ۲۲۷

بھی اُن کے بدن سے بدن چھُو جائے تو وضو کا اعادہ مستحب ہے۔

(۱۱) ناخن سے کُہنی تک اپنے ہاتھ کا کوئی حصہ گرچہ کھُجانے میں اگرچہ بھُولے سے بلا حائل اپنے ذکر کو لگ جانا۔

(۱۲) ہتھیلی یا کسی اُنگلی کا پیٹ اپنے یا پرائے سترِ غلیظ یعنی ذکر یا فرج یا دُبر کو بے حائل چھُو جانا اگرچہ وہ دوسرا آدمی کتنا ہی چھوٹا بچہ یا مُردہ ہو۔

(۱۳) نامحرم عورت کے کسی حصۂ جلد سے اپنا کوئی حصۂ جلد بے حائل چھُو جانا اگرچہ اپنی زوجہ ہو اگرچہ عورت مُردہ یا بُڑھیا ہو اگرچہ نہ قصد ہو نہ شہوت، چاہے لذت نہ پائے، جبکہ وہ عورت بہت صغیرہ چار پانچ برس کی بچی نہ ہو۔

(۱۴) اگر اس چھُو جانے سے لذت آئی تو نامحرم کی بھی قید نہیں، نہ جلد کی خصوصیت، نہ بے حائل کی ضرورت، مثلاً رقیق یا متوسط حائل کے اوپر سے اپنی بہن یا بیٹی کے بال سے مَس ہو جانے پر اتفاقاً لذت کا آجانا جبکہ عورت قابلِ لذت ہو اور حائل بہت بھاری مثل رضائی وغیرہ کے نہ ہو۔

(۱۵) نامحرم عورت قابلِ لذت کو بقصدِ شہوت چھُو جانا اگرچہ حائل کتنا ہی بھاری ہو اگرچہ اپنی زوجہ ہو اگرچہ لذت نہ پائے مثلاً لحاف کے اوپر سے اس کے بالوں پر ہاتھ رکھنا۔

www.alahazratnetwork.org

اور ان کے سوا اور بہت صورتیں ہیں، اور ایک اصل کُلی یہ ہے کہ جس بات سے کسی اور امام

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

میں صرف آیاتِ قرآنیہ سے بتایا ہے کہ ایمان کے یہ معنی ہیں اللہ و رسول (جل وعلا و صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم) کی تعظیم و محبت ایسی ہو تو مسلمان ہے اللہ و رسول (جل وعلا و صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم) کو گالیاں دینا کفر ہے۔ ایسوں کے کفر میں جو خود یہ لوگ اور آج کل کے بعض آزاد خیال والے حیلے حوالے نکالتے ہیں نہایت سلیس و مہذب بیان میں قرآن مجید سے اُن کا جواب ہے، یہ وہ کتاب ہے جس کا دیکھنا ہر مسلمان کو نہایت ضروری ہے۔ حسام الحرمین میں اکابر علمائے حرمین شریفین کی مُہری تصدیقات و فتاوٰی ہیں جن میں اُن دشنام دہندوں کا حکم شرعی مدلل ہے اُس کا مطالعہ پکا مسلمان بناتا ہے، دونوں کا مجموعہ ۵ اجزء ہے۔ ہدیہ صرف ۱؍ اور یکم محرم ۱۳۲۵ھ سے ۱۲ ربیع الاول تک آٹھ ہی آنے (۸؍) ظفر الدین الجید و ظفر الدین الطیب اُن دشنامیوں کے فرار اور عیاریوں کے اظہار میں، حجم سوا دو جزء قیمت (۱؍) مسلمان اپنا دینی فائدہ حاصل کریں و باللہ التوفیق ۱۲ منہ سید عبد الرحمٰن عفاعنہ ۲ محرم الحرام سنہ ۱۳۲۵ھ۔

مجتہد کے مذہب میں وضو جاتا رہتا ہے اُس کے وقوع سے ہمارے مذہب میں اعادۂ وضو مستحب ہے۔

درمختار میں ہے:

الوضوء مندوب فی نیف وثلثین موضعا ذکرتها فی الخزائن منها بعد کذب و غیبة وقهقهة وشعر و اکل جزور وبعد کل خطیئة وللخروج من خلاف العلماء[1] اھ۔

وضو تیس۳۰ سے زیادہ مقامات میں مستحب ہے' ان سب کا ذکر میں نے خزائن میں کیا ہے۔ ان میں سے چند یہ ہیں: جھوٹ[1]، غیبت[2]، قہقہہ[3]، شعر[4]، اونٹ[5] کا گوشت کھانے کے بعد' اور ہر گناہ کے بعد' اور اختلافِ[6] علماء سے نکلنے کے لئے اھ (ت)

اقول والحقت النمیمة لانها کالغیبة اواشد ثم رأیتها فی میزان الامام الشعرانی وغیرہ والحقت الفحش لانه اخبث من الشعر ومما یدخل فی قوله خطیئة والشتم لانه اخبث واخنع ثم رأیت التصریح به فی انوار الشافعیة۔

اقول میں نے چغلی[7] کو بھی شامل کیا اس لئے کہ وہ غیبت ہی کی طرح ہے یا اس سے بھی سخت، پھر میں نے میزانِ امام شعرانی وغیرہ میں اس کا ذکر دیکھا۔ اور فحش[8] کو میں نے شامل کیا اس لئے کہ وُہ شعر سے زیادہ بُرا ہے، اور یہ درمختار کے لفظ "ہر گناہ" کے تحت آسکتا ہے۔ اور گالی[9] دینے کو شامل کیا اس لئے کہ یہ اور بدتر اور فحش تر ہے پھر انوارِ شافعیہ میں مَیں نے اس کی تصریح دیکھی۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

منها لغضب ونظر لمحاسن امرأة وبعد کذب وغیبة لانهما من النجاسات المعنویة ولذا یخرج

ان اسباب میں چند یہ ہیں: غصہ[11] آنا، کسی عورت کے حسن[12] پر نظر، اور جھوٹ اور غیبت کے بعد اس لئے کہ یہ دونوں معنوی نجاستیں ہیں اس لئے کہ جُھوٹ

ف: جھوٹ اور غیبت معنوی نجاست ہیں ولہذا جُھوٹے کے منہ سے ایسی بدبو نکلتی ہے کہ حفاظت

(باقی اگلے صفحہ پر)

---

[1] الدرالمختار کتاب الطہارۃ مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۱۷، ۱۸

www.alahazratnetwork.org

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

کے فرشتے اُس وقت اُس کے پاس سے دُور ہٹ جاتے ہیں جیسا کہ حدیث میں وارد ہوا ہے، اور اسی طرح ایک بدبو کی نسبت رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے خبر دی ہے کہ یہ ان کے منہ کی سڑاندھ ہے جو مسلمانوں کی غیبت کرتے ہیں، اور ہمیں جو جھُوٹ یا غیبت کی بدبو محسوس نہیں ہوتی اس کی یہ وجہ ہے کہ ہم اس سے مالوف ہوگئے ہماری ناکیں اس سے بھری ہوئی ہیں جیسے چمڑا پکانے والوں کے محلہ میں جو رہتا ہے اسے اس کی بدبو سے ایذا نہیں ہوتی دوسرا آئے تو اس سے ناک نہ رکھی جائے انتہی۔

مسلمان اس **نفیس فائدے** کو یاد رکھیں اور اپنے رب سے ڈریں جھوٹ اور غیبت ترک کریں، کیا معاذ اللہ مُنہ سے پاخانہ نکلتا کسی کو پسند ہوگا باطن کی ناک کھُلے تو معلوم ہو کہ جھوٹ اور غیبت میں پاخانے سے بدتر سڑاندھ ہو — رہیں وہ حدیثیں جن کی طرف علامہ شامی نے اشارہ کیا۔ جامع ترمذی میں بسند حسن عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے ہے رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

www.alahazratnetwork.org

اذا کذب العبد کذبۃ تباعد الملک عنہ میسرۃ میل من نتن ماجاء بہ۔[1] رواہ ابن ابی الدنیا فی کتاب الصمت وابونعیم فی حلیۃ الاولیاء[2] عنہ رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

جب کوئی شخص جھُوٹ بولتا ہے اس کی بدبُو کے باعث فرشتہ ایک میل مسافت تک اُس سے دُور ہوجاتا ہے (کتاب الصمت میں ابن ابی الدنیا اور ابونعیم نے حلیۃ الاولیاء میں روایت کیا رضی اللہ تعالٰی عنہم۔ت)

امام احمد بسند صحیح جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی ہم خدمت اقدس حضور سید عالم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم میں حاضر تھے کہ ایک بدبُو اُٹھی، رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

اتدرون ماھذہ الریح، ھذہ   جانتے ہو کہ یہ بدبو کیا ہے، یہ ان کی بدبو ہے جو

(باقی بر صفحہ آئندہ)

[1] سنن الترمذی کتاب البر والصلۃ حدیث ۱۹۷۹ دارالفکر بیروت ۳/ ۳۹۲

[2] حلیۃ الاولیاء ترجمہ عبدالعزیز بن ابی رواد ۴۰۰ حدیث ۱۱۹۱۸ دارالکتب العلمیہ بیروت ۸/ ۲۱۴

الملك الحافظ کما ورد فی الحدیث وکذا اخبر صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم عن ریح منتنة بانہا ریح الذین یغتابون الناس والمؤمنین ولالف ذلک منا وامتلاء انوفنا منہا لاتظہر لنا کالساکن فی محلۃ الدباغین وقہقہۃ لانہا لما کانت فی الصلوۃ جنایۃ تنقض الوضوء اوجبت نقصان الطہارۃ خارجہا فکان الوضوء منہا مستحبا کما ذکرہ سیدی عبد الغنی النابلسی فی نہایۃ المراد علی ہدیۃ ابن العماد وشعرای قبیح وللخروج من خلاف العلماء کمس ذکرہ وامرأۃ[1] اھ ملتقطا۔

فرشتہ دُور ہٹ جاتا ہے جیسا کہ حدیث میں ہے، اسی طرح حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ایک بدبُو سے متعلق بتایا کہ یہ ان کی بدبو ہے جو لوگوں کی اور مسلمانوں کی غیبت کرتے ہیں۔ چوں کہ ہمیں ان سے الفت ہوگئی ہے اور ہماری ناکیں ان سے بھری ہُوئی ہیں اس لئے یہ ہمیں محسوس نہیں ہوتیں جیسے چمڑا پکانے والوں کے محلہ میں رہنے والے کا حال ہوتا ہے ___ اور قہقہہ، اس لئے کہ جب یہ اندرونِ نماز ایسا جُرم ہے کہ اس سے وضو ٹوٹ جاتا ہے تو بیرونِ نماز اس سے وضو میں نقص آجائے گا اس لئے اس سے وضو مستحب ہوا، جیسا کہ سیدی عبدالغنی نابلسی نے "نہایۃ المراد علٰی ہدیۃ ابن العماد" میں اسے ذکر کیا ہے۔ اور شعر یعنی بُرا شعر، اور اختلافِ علماء سے نکلنے کے لئے جیسے اپنے ذکر یا کسی عورت کا چُھوجانا اھ ملتقطا (ت)

میزان امام شعرانی قدس سرہ الربانی میں ہے:

سمعت سیدی علیا الخواص رحمہ اللہ

میں نے سیدی علی خواص رحمہ اللہ تعالٰی سے

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

ریح الذین یغتابون المؤمنین[2] رواہ ابن ابی الدنیا فی کتاب ذم الغیبۃ عنہ رضی اللہ تعالٰی عنہ ۱۲ منہ غفرلہ۔

مسلمانوں کی غیبت کرتے ہیں ___ (اس کو ابن ابی الدنیا نے کتاب ذم الغیبت میں روایت کیا ہے اللہ ان سے راضی ہو ۱۲ منہ غفرلہ۔ ت)

---

[1] ردالمحتار کتاب الطہارۃ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱/۹۱

[2] مسند احمد بن حنبل عن جابر بن عبداللہ المکتب الاسلامی بیروت ۳/۳۵۱

www.alahazratnetwork.org

تعالٰی یقول وجہ من نقض الطھارۃ بالقھقھۃ اونوم الممکن[ف۱] مقعدہ اومس[ف۲] الابط الذی فیہ صنان اومس[ف۳] ابرص اوجذم اوکافر اوصلیب[ف۴] اوغیر ذٰلک مما وردت فیہ الاخبار الاخذ بالاحتیاط، قال وجمیع النواقض متولدۃ من الاکل ولیس لنا ناقض من غیر الاکل ابدا فلو لاالاکل والشرب ما اشتھینا لمس النساء ولا تکلمنا بغیبۃ ولا نمیمۃ اھ بالالتقاط۔

سنا کہ قہقہہ، سرین زمین پر جمائے ہوئے سو جانا، بدبودار بغل چھوجانا، برص یا جذام والے، یا کافر یا صلیب کا مَس ہونا اور ایسے ہی امور جن میں احادیث وارد ہیں ان سب سے وضو ٹوٹنے کی وجہ احتیاط اختیار کرنے کو بتایا گیا ہے۔ انھوں نے فرمایا: تمام نواقضِ وضو کھانے سے پیدا ہونے والے ہیں اور ہمارے لئے غیرِ اکل سے کوئی ناقض نہیں۔ اگر کھانا پینا نہ ہوتا تو عورتوں کے چھونے کی ہم میں شہوت بھی نہ ہوتی نہ ہی غیبت اور چغلی ہماری زبان پر آتی اھ بالالتقاط۔ (ت)

کتاب الانوار امام ابویوسف اردبیلی میں ہے:

لاینتقض بالکذب والشتم والغیبۃ والنمیمۃ ویستحب فی الکل للخلاف[۲]

جھوٹ، گالی دینے، غیبت، چغلی سے وضو نہیں ٹوٹتا اور مستحب ان سب میں ہے کیوں کہ محلِ اختلاف ہے۔ (ت)

فتح المعین بشرح قرۃ العین للعلامۃ زین الشافعی تلمیذ ابن حجر المکی میں ہے:

ف۱: مسئلہ سوتے میں دونوں سرین زمین پر جمے ہوں تو وضو نہیں جاتا مگر اعادہ وضو مستحب جب بھی ہے۔
ف۲: مسئلہ بغل کھجانے سے وضو مستحب ہے جبکہ اُس میں بدبو ہو۔
ف۳: مسئلہ جذامی یا برص والے سے مَس کرنے میں بھی تجدیدِ وضو مستحب ہے۔
ف۴: مسئلہ صلیب جسے نصارٰی پُوجتے ہیں اور ہنود کے بُت وغیرہ کے چُھونے سے بھی نیا وضو چاہئے۔

---

[۱] میزان الشریعۃ الکبرٰی باب اسباب الحدث دار الکتب العلمیہ بیروت ۱/۱۴۵
[۲] الانوار لاعمال الابرار کتاب الطھارۃ فصل اسباب الحدیث مطبع جمالیہ مصر ۱/۲۹

یندب الوضوء من لمس یہودی ونظر بشھوۃ ولو الی محرم وتلفظ بمعصیۃ وغضب۔[1]

یہودی کو چھُو جانے، شہوت سے نظر کرنے ۔ اگرچہ محرم ہی کی طرف ہو ۔ معصیت کی بات زبان پر لانے، اور غصّہ سے وضو مستحب ہے۔

رحمۃ الامۃ فی اختلاف الائمۃ میں ہے:

اتفقوا علی ان من مس فرجہ بعضو غیر یدیہ لاینتقض وضوؤہ واختلفوا فیمن مس ذکرہ بیدہ فقال ابوحنیفۃ لامطلقا والشافعی ینتقض بالمس بباطن کفہ دون ظاھرہ من غیر حائل بشھوۃ اوبغیرھا والمشھور عند احمد انہ ینتقض بباطن کفہ وبظاھرہ۔[2]

اس پر اتفاق ہے کہ جو اپنی شرمگاہ ہاتھ کے علاوہ کسی عضو سے چھُو دے اس کا وضو نہ ٹوٹے گا اور اس کے بارے میں اختلاف ہے جس نے اپنا ذکر ہاتھ سے چھُو دیا امام ابوحنیفہ نے فرمایا: مطلقاً نہ ٹوٹے گا۔ امام شافعی نے فرمایا: پشتِ دست سے چھُودے تو نہ ٹوٹے گا اور اگر ہتھیلی کے پیٹ سے بغیر کسی حائل کے شہوت کے ساتھ یا بلاشہوت چھُو جائے تو وضو ٹوٹ جائے گا۔ اور امام احمد کے نزدیک مشہور یہ ہے کہ ہتھیلی کے باطن وظاہر کسی طرف سے بھی چھُو جائے تو وضو ٹوٹ جائے گا۔ (ت)

www.alahazratnetwork.org

میزان میں ہے:

وجہ من نقض الطھارۃ بلمس الذکر بظھر الکف اوبالید الی المرفق فھو الاحتیاط لکون الید تطلق علی ذٰلک کما فی حدیث اذا افضی احدکم بیدہ الٰی فرجہ ولیس بینھما ستر ولاحجاب فلیتوضأ۔[3]

ہتھیلی کی پشت سے یا کہنی تک ہاتھ کے کسی حصے سے وضو ٹوٹنے کی وجہ احتیاط کو بتایا گیا ہے اس لئے کہ ہاتھ کا اطلاق اس پر بھی ہوتا ہے جیسا کہ حدیث میں ہے، جب تم میں کوئی اپنا ہاتھ اپنی شرم گاہ تک پہنچادے اور دونوں میں کوئی پردہ اور حائل نہ رہ جائے تو وہ وضو کرے۔ (ت)

---

[1] فتح المعین شرح قرۃ العین بیان نواقض الوضوء عامر الاسلام پریس کیرلہ ص ۲۴ و ۲۵

[2] رحمۃ الامۃ فی اختلاف الائمۃ باب اسباب الحدث دولۃ قطر ص ۱۳

[3] میزان الشریعۃ باب اسباب الحدث دار الکتب العلمیہ بیروت ۱/۱۴۲

25
25

انوارِ ائمہ شافعیہ میں ہے :

اسباب الحدث اربعۃ الرابع مس فرج ادمی بالراحۃ اوبطن اصبع قبلا کان اودبرا ناسیا اوعامدا من ذکر اوانثی صغیر اوکبیر حی اومیت من نفسہ اوغیرہ ولومس برؤس الاصابع او بما بینہا مما لایلی بطن الکف او بحروف الکفین او مس انثییہ او الیتیہ او عجانہ او عانتہ لم ینتقض۔[1]

حدث کے اسباب چار ہیں، چوتھا کسی انسان کی شرمگاہ کا مس ہو جانا ہتھیلی سے یا انگلی کے پیٹ سے، آگے کی شرمگاہ ہو یا پیچھے کی، بھُول کر ہو یا قصدًا، مرد کی ہو یا عورت کی، چھوٹا ہو یا بڑا، زندہ یا مُردہ، اپنی شرمگاہ ہو یا دوسرے کی۔ اور اگر انگلیوں کے سروں سے مَس ہو جائے یا انگلیوں کے ان درمیانی حصوں سے جو بطنِ کف سے ملے ہوئے نہیں ہیں، یا ہتھیلیوں کے کناروں سے مس ہو یا انثیین کو یا سرینوں کو یا خصیتین اور دُبر کے درمیان کے حصّے کو یا پیڑو کو چھو دے تو وضو نہ ٹوٹے گا۔ (ت)

www.alahazratnetwork.org

اُسی میں ہے :

الثالث لمس بشرۃ المرأۃ الکبیرۃ الاجنبیۃ بلاحائل فان لمس شعرا اوسنا اوظفرا اوبالشعر اوالسن او الظفر اوصغیرۃ لاتشتھی اومحرما بنسب اورضاع اومصاھرۃ اوکبیرۃ اجنبیۃ مع حائل وان رق ولوبشھوۃ لم ینتقض ولولمس امرأتہ اوامتہ اومیتۃ اوعجوزۃ فانیۃ او بلاشھوۃ او بلا قصد انتقض واذا کانت المرأۃ فوق سبع

تیسرا اجنبی قابلِ شہوت عورت کی جلد کا بغیر حائل چھُو جانا ــــ اگر بال یا دانت یا ناخن کو مس کیا یا بال یا دانت یا ناخن سے مَس کیا یا عورت اتنی چھوٹی ہے کہ قابلِ شہوت نہیں، یا نسب یا رضاعت یا مصاہرت کسی سبب سے وہ محرم ہے یا بڑی اجنبیہ ہے مگر کوئی حائل درمیان ہے اگرچہ باریک ہو اگرچہ شہوت کے ساتھ ہو، تو وضو نہ ٹوٹے گا اور اگر اپنی بیوی یا باندی یا مری ہوئی یا فانیہ بڑھیا کو مَس کیا یا بے شہوت یا بے ارادہ مس کیا تو وضو ٹوٹ جائے گا۔ اور

[1] الانوار لاعمال الابرار کتاب الطہارۃ فصل اسباب الحدث مطبع جمالیہ مصر ۱/۳۱

سنین فلاشك فی انتقاض الوضوء بلمسها و اما اذا کانت دون ست سنین فاصحابنا خرجوا علی قولین المذهب انه لاینتقض[1]

جب سات سال سے زیادہ کی ہو تو اس کے چھونے سے وضو ٹوٹنے میں کوئی شک نہیں اور اگر چھ سال سے کم کی ہو تو یہاں ہمارے اصحاب کے دو قول ہیں۔ مذہب یہ ہے کہ وضو نہ ٹوٹے گا۔ (ت)

عشماویہ اور اس کی شرح جواہر زکیہ للعلامہ احمد المالکی میں ہے:

(و) ینتقض الوضوء (بلمس) اجنبیۃ یلتذ بمثلها عادۃ و لو ظفرها او شعرها او فوق حائل خفیف قیل و الکثیف (وان لم یقصد اللذۃ و لم یجدها فلا وضوء علیہ)[2]۔

ایسی اجنبیہ جو عادۃً قابلِ لذت ہے اس کے چھو جانے سے وضو ٹوٹ جائے گا اگرچہ اس کے ناخن یا بال ہی کو چھوئے یا خفیف حائل کے اوپر سے چھوئے ایک قول ہے کہ دبیز کے اوپر سے بھی۔ اور اگر لذت کا قصد نہیں، نہ لذت پائی تو اس پر وضو نہیں۔ (ت)

حاشیہ علامہ سفطی میں ہے:

www.alahazratnetwork.org

قولہ لمس اجنبیۃ ھذا ضعیف و المعتمد ان وجود اللذۃ بالمحرم ناقض ولا فرق بین المحرم وغیرها الا فی القصد وحدہ بدون وجدان ففی الاجنبیۃ ناقض وفی المحرم غیر ناقض قولہ عادۃ ای عادۃ الناس لا المتلذذ وحدہ فخرج بہ صغیرۃ لاتشتھی کبنت خمس و عجوز مسنۃ انقطع منها ارب الرجال بالکلیۃ قولہ و الکثیف قال الشیخ فی حاشیۃ

ان کا قول "اجنبیہ کو مس کرنا" یہ ضعیف ہے۔ معتمد یہ ہے کہ محرم سے لذت پالی گئی تو یہ بھی ناقض ہے اور محرم و نامحرم میں فرق صرف یہ ہے کہ قصد ہو لذت نہ ملے تو اجنبیہ میں ناقض ہے اور محرم میں ناقض نہیں۔ ان کا قول "عادۃً" یعنی لوگوں کی عادت کے لحاظ سے، صرف لذت پانے والے کی عادت مراد نہیں تو اس قید سے وہ صغیرہ خارج ہوگئی جو قابلِ شہوت نہیں جیسے پانچ سال کی بچی اور وہ سن رسیدہ بڑھیا جس سے مردوں کی خواہش بالکل منقطع ہوچکی۔ قولہ "دبیز

---

[1] الانوار لاعمال الابرار کتاب الطہارۃ فصل اسباب الحدث مطبع جمالیہ مصر ۱/۳۱

[2] الجواہر الزکیۃ شرح مقدمۃ العشماویۃ

ابی الحسن المعتمد ان الاقسام ثلثة خفیف جدا وکثیف لاجدا کالقباء وجدا کالطراحة فالاولان حکمہا النقض علی الراجح واما الاخیر فالنقض فی القصد دون الوجدان[1]

سے بھی "شیخ نے حاشیہ ابوالحسن میں لکھا ہے کہ معتمد یہ ہے کہ تین قسمیں ہیں : (۱) بہت خفیف (۲) دبیز جو بہت زیادہ دبیز نہ ہو جیسے قبا (۳) اور بہت دبیز جیسے لحاف، تو پہلے دونوں کا حکم برقول راجح یہ ہے کہ وضو ٹوٹ جائے گا اور اخیر میں یہ حکم ہے کہ قصد ہو تو وضو ٹوٹ جائے گا اتفاقًا لذت مل جانے سے نہ ٹوٹے گا۔ (ت)

مستحب وضو اور بھی ہیں مگر یہاں وہی اکثر ذکر کئے جن کا وضو میں وقوع عادةً بعید نہ ہو لہذا کفار کی وہ قسمیں بیان کرنی ہوئیں جو بغلط مدعی اسلام ہیں کہ ان میں بہتیرے نماز پڑھتے وضو کرتے مسجد میں آتے ہیں تو وضو کرتے میں اُن سے بدن چھو جانا بعید نہیں۔ یوں ہی کبھی وضو کرتے میں پانی کم ہو جاتا اور آدمی اپنی کنیز یا خادمہ یا زوجہ وغیرہا سے مانگتا اور لینے میں ہاتھ سے ہاتھ لگ جاتا ہے وغیر ذلک۔ کامل احتیاط والے کو ان مسائل پر اطلاع نہایت مناسب ہے۔ اب بے فصل نماز وغیرہ عبادات مقصودہ یا بے تبدل مجلس اعادہ وضو کی کراہت اگر ہوگی بھی تو یہاں کہ اعادہ کے لئے کوئی سبب خاص نہ ہو ورنہ بعد وجود سبب وہ بے وجہ نہیں کہ اسراف ہو۔ اور اگر مواضع خلاف میں نزاع عود بھی کرے کہ رعایت خلاف وہیں مستحب ہے کہ اپنے مذہب کا مکروہ نہ لازم آئے کما فی ردالمحتار وغیرہ، تو پہلی نو دس صورتیں کہ گویا حدث معنوی ونجاست باطنی مانی گئیں اثباتِ وضو میں اُن کا وقوع کیا نادر ہے اور شک نہیں کہ دربارۂ نقض ونقض وضو وبعض وضو کا حکم ایک ہی ہے جس طرح وضوئے کامل پر کوئی ناقض طاری ہونے سے پورا وضو جاتا رہتا ہے اور خلال وضو میں اس کے وقوع سے جتنا وضو ہو چکا ہے اتنا ٹوٹ جاتا ہے یُونہی یہ اشیاء جن سے طہارت ناقص وبے نور ہو جاتی ہے جب کامل وضو پر واقع ہوں تو پورے وضو کا اعادہ مستحب ہوگا اور اثنائے وضو میں ہوں تو جتنا کر چکا ہے اُس قدر کا۔ اور بہرحال یہ وضوئے آخر یا وضو علی الوضو سے خارج نہ ہوگا کہ وضوئے اول منتقض نہ ہوا۔ اس تقریر پر نہ صرف یہی وجہ اخیر بلکہ تینوں وجہیں مندفع ہوگئیں وللہ الحمد۔

ف : جن باتوں سے اعادۂ وضو مستحب ہے جب وہ وضو کرتے میں واقع ہوں تو مستحب ہے کہ پھر سرے سے وضو شروع کرے۔

---

[1] حاشیۃ علامہ سِفطی علی مقدمۃ العشماویۃ۔

صورت ثانیہ یعنی شک میں فقیر نے نہ دیکھا کہ کسی کو شک ہو ماسوا ملا علی قاری کے کہ انھوں نے شک کو یکسر ساقط اللحاظ کیا اور اس کے اعتبار کو وسوسہ کی طرف منجر مانا۔ مرقاۃ میں فرمایا:

قلت اما قوله (ای قول الامام النسفی فی الکافی) لطمانينة القلب عند الشك ففيه ان الشك بعد التثليث لاوجه له وان وقع بعده فلا نهاية له و هو الموسوسة، ولهذا اخذ ابن المبارك بظاهره فقال لا أمن اذا زاد على الثلث ان ياثم، و قال احمد واسحٰق لايزيد عليها الامبتلی ای بالجنون لمظنة انه بالزيادة يحتاط لدينه قال ابن حجر ولقد شاهدنا من الموسوسين من يغسل يده فوق المئين وهو مع ذلك يعتقد ان حدثه هواليقين، قال و اما قوله (ای الامام النسفی) لانه امر بترك ما يريبه الٰی ففيه ان غسل المرة الاخرٰی مما يريبه فينبغی تركه الی ما لا يريبه وهو ما عينه الشارح ليتخلص عن الريبة والوسوسة اھ۔[1]

کافی میں امام نسفی کے قول "شک کے وقت اطمینانِ قلب کے لئے زیادتی" پر یہ کلام ہے کہ تین بار دھولینے کے بعد شک کی کوئی وجہ نہیں، اور اگر اس کے بعد بھی شک واقع ہو تو اس کی کوئی انتہا نہیں اور یہی وسوسہ ہے۔ اسی لئے حضرت ابن مبارک نے ظاہر حدیث کو اختیار کرکے فرمایا مجھے اندیشہ ہے کہ تین بار سے زیادہ دھونے کی صورت میں وہ گنہگار ہو۔ امام احمد و اسحاق نے فرمایا: تین پر زیادتی وہی کرے گا جو جنون میں مبتلا ہو اس گمان کی وجہ سے کہ وہ اپنے دین میں احتیاط سے کام لے رہا ہے۔۔۔ ابن حجر نے فرمایا: ہم نے ایسے بھی وسوسہ زدہ دیکھے جو سَو بار سے زیادہ ہاتھ دھوکر بھی یہ سمجھتا ہے کہ اب بھی اس کا حدث یقیناً باقی ہے۔۔۔ مولانا علی قاری آگے لکھتے ہیں: امام نسفی کا یہ فرمانا کہ اسے شک کی حالت چھوڑ دینے کا حکم ہے تو اس پر یہ کلام ہے کہ ایک بار اور دھونے سے بھی اسے شک ہی رہے گا تو اسے یہی چاہئے کہ اسے چھوڑ کر وہ اختیار کرے جس سے شک نہ پیدا ہو اور یہ وہی ہے جسے شارحین نے متعین فرمایا ہے تاکہ شک اور وسوسہ سے چھٹکارا پائے اھ (ت)

www.alahazratnetwork.org

---

[1] مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح کتاب الطہارۃ تحت الحدیث ۴۱۷ المکتبۃ الحبیبیہ کوئٹہ ۲/ ۱۲۴

اقول اولاً [ف۱] شک کے لئے منشا صحیح ہوتا ہے مثل سہو وغفلت بخلاف وسوسہ۔ اول بلاشبہہ شرعاً معتبر اور فقہ میں صدہا مسائل اُس پر متفرع۔ اگر اُسے ساقط اللحاظ کریں تو شک کا باب ہی مرتفع ہوجائے گا اور ایک جمِ غفیر مسائل واحکام سے جن پر اطباق واتفاقِ ائمہ ہے انکار کرنا ہوگا۔

ثانیاً [ف۲] حدیث دع مایریبك الٰی مالایریبك کا صریح ارشاد طرح مشکوک واخذ متیقن ہے کہ مشکوک میں ریب ہے اور متیقن بلاریب، نہ یہ کہ شک کا کچھ لحاظ نہ کرا اور امر مشکوک ہی پر قانع رہ کہ یہ مالایریبك نہ ہوا بلکہ یریبك۔

ثالثاً صحیح مسلم [ف۳] شریف میں ابوسعید خدری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں،

اذا شك احدکم فی صلٰوتہ فلم یدرکم صلی ثلثا او اربعا فلیطرح الشك ولیبن علی ما استیقن ثم یسجد سجدتین قبل ان یسلم فان کان صلی خمسا شفعن لہ صلٰوتہ وان کان صلی اتماما لاربع کانتا ترغیما للشیطٰن [۱]

جب تم میں کسی کو اپنی نماز میں شک پڑے یہ نہ جانے کہ تین رکعتیں پڑھیں یا چار تو جتنی بات مشکوک ہے اُسے چھوڑ دے اور جس قدر پر یقین ہے اسی پر بنائے کار رکھے (یعنی صورت مذکورہ میں تین ہی رکعتیں سمجھے کہ اسی قدر پر یقین ہے اور چوتھی میں شک ہے تو چار نہ سمجھے لہذا ایک رکعت اور پڑھ کر) سلام سے پہلے سجدۂ سہو کرلے اب اگر واقع میں اس کی پانچ رکعتیں ہوئیں تو یہ دونوں سجدے (گویا ایک رکعت کے قائم مقام ہوکر) اس کی نماز کا دوگانہ پورا کردیں گے (ایک رکعت اکیلی نہ رہے گی جو شرعاً باطل ہے بلکہ ان سجدوں سے مل کر گویا ایک نفل دوگانہ جداگانہ ہوجائے گا) اور اگر واقع میں چار ہی ہوئیں تو یہ دونوں سجدے شیطان کی ذلت وخواری ہوں گے (کہ اس نے شک ڈال کر نماز باطل کرنی چاہی تھی اُس کی نہ چلی اور مصطفٰے صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی رحمت سے نماز پوری کی پوری رہی)۔

یہ اس مطلب کا خاص جزئیہ خود حضور پر نور صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے ارشاد اقدس سے ہے۔

ف۱: تطفل تاسع علی القاری ف۲: تطفل عاشر علیہ ف۳: تطفل الحادی عشر علیہ

[۱] صحیح مسلم کتاب المساجد فصل من شک فی صلٰوۃ فلم یدرکم صلی الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۲۱۱

رابعاً ف۱ مسند احمد میں سیدنا عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من صلی صلٰوۃ یشك فی النقصان فلیصل حتی یشك فی الزیادۃ۔[1]

جسے نماز میں کامل و ناقص کا شک ہو وہ اتنی پڑھے کہ کامل و زائد میں شک ہو جائے۔

مثلاً تین اور چار میں شبہہ تھا تو یہ تمامی و نقصان میں شک ہے اسے حکم ہے کہ ایک رکعت اور پڑھے اب چار اور پانچ میں شبہہ ہو جائیگا کہ اب تمامی و زیادت میں شک ہے۔ یہ حدیث سے تو اُس مطلب کی دوسری تصریح ہے ہی مگر دکھانا یہ ہے کہ اس کی شرح میں خود مُلّا علی قاری فرماتے ہیں:

یبنی علی الاقل المتیقن فان زیادۃ الطاعۃ خیر من نقصانھا۔[2]

یعنی کم پر بنا رکھے جتنی یقیناً ادا کی ہیں کہ اگر واقع میں کامل ہو چکی تھیں اور ایک رکعت بڑھ گئی تو یہ اس سے بہتر ہے کہ ایک رکعت کم رہ جائے طاعت کی افزونی اس کی کمی سے افضل ہے۔

معلوم نہیں یہ حکم وضو میں کیوں نہ جاری فرمایا حالانکہ اُس کی بیشی نماز میں رکعت بڑھا دینے کے برابر نہیں ہو سکتی۔

خامساً ف۲ وہ جو فرمایا تثلیث کے بعد شک کی کوئی وجہ نہیں اس سے مراد علم الٰہی میں تثلیث ہولینا ہے یا علم متوضی میں۔ برتقدیر ثانی بیشک شک کی کوئی وجہ نہیں مگر وہ ہرگز مراد نہیں کہ کلام شک میں ہے نہ علم میں، اور برتقدیر اول علم الٰہی شک عبد کا کیا منافی۔ بندہ اس پر مکلف ہے جو اس کے علم میں ہے نہ اس پر جو علم الٰہی میں ہے جس کے علم کی طرف اسے کوئی سبیل نہیں۔

سادساً ف۳ معلوم ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم غسل میں سرانور پر تین بار پانی ڈالتے اور اسی کا حکم مردوں عورتوں سب کو فرمایا، خاص عورتوں کے باب میں بھی یہی حکم بالتصریح ارشاد ہوا ہے

ف۱: تطفل الثانی عشر علیہ
ف۲: تطفل الثالث عشر علیہ
ف۳: تطفل الرابع عشر علیہ

---

[1] مسند احمد بن حنبل حدیث عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۱/ ۱۹۵

[2] مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح کتاب الصلوٰۃ باب السہو حدیث ۱۰۲۲ المکتبۃ الحبیبیہ کوئٹہ ۳/ ۱۰۸

صحیح مسلم وسنن اربعہ میں ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے ہے میں نے عرض کی : یا رسول اللہ! میں سرگندھواتی ہوں کیا نہاتے میں کھول دیا کروں ؟ فرمایا :

انمایکفیك ان تحثی علی راسك ثلث حثیات۔[1] سر پر تین لپ پانی ڈال لیا کرو یہی کافی ہے۔

آخر امر چہارم میں حدیث ابی داؤد ثوبان رضی اللہ تعالٰی عنہ سے گزری کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا :

اما المرأۃ فلا علیہا ان لاتنقضہ لتغرف علی راسہا ثلث غرفات بکفیہا۔[2] عورت کو کچھ ضرور نہیں کہ اپنا گندھا سر کھولے بس تین لپ پانی ڈال لے۔

ام المومنین عائشہ رضی اللہ تعالٰی عنہا حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے طریقہ غسل میں روایت فرماتی ہیں :

ثم یصب علی راسہ ثلث غرفات بیدیہ۔[3] پھر سر مبارک پر تین لپ ڈالتے تھے

رواہ عنہا رضی اللہ تعالٰی عنہا۔

اور خود اپنا فرماتی ہیں :

www.alahazratnetwork.org

لقد کنت اغتسل انا و رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم من اناء واحد و ما ازید علی ان افرغ علی رأسی ثلث افراغات۔ رواہ احمد[4] ومسلم۔ میں اور رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم ایک برتن سے نہایا کرتے ، اور میں اپنے سر پر تین ہی بار پانی ڈالتی یعنی جعد مبارک نہ کھولتیں (اسے احمد ومسلم نے روایت کیا۔ ت)

---

[1] صحیح مسلم کتاب الحیض باب حکم ضفائر المغتسلۃ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۱۵۰
سنن الترمذی ابواب الطہارۃ باب ھل تنقض المرأۃ شعرھا عند الغسل حدیث ۱۰۵ دار الفکر بیروت ۱/۱۶۰
سنن ابن ماجہ " باب ماجاء فی غسل النساء من الجنابۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۴۵
سنن ابی داؤد " باب المرأۃ ھل تنقض شعرہا الخ آفتاب عالم پریس لاہور ۱/۳۳

[2] " " " " " " " " ۱/۳۴

[3] صحیح البخاری کتاب الغسل باب الوضوء قبل الغسل قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۳۹

[4] صحیح مسلم کتاب الحیض باب حکم ضفائر المغتسلۃ " " ۱/۱۵۰
مسند احمد بن حنبل عن عائشہ رضی اللہ تعالٰے عنہا المکتب الاسلامی بیروت ۶/۴۳

باالیہمہ یہی ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا فرماتی ہیں؛[ف۱]

کان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یتوضأ وضوءہ للصلوٰۃ ثم یفیض علی راسہ ثلث مرار ونحن نفیض علی رؤسنا خمسا من اجل الضفر، رواہ ابوداؤد۔[۱]

رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نماز کا سا وضو کرکے سرِ اقدس پر تین بار پانی بہاتے تھے اور ہم بیبیاں سر گُندھے ہونے کی وجہ سے اپنے سروں پر پانچ بار پانی بہاتی ہیں (اس کو ابوداؤد نے روایت کیا۔ ت)

اب کون کہہ سکتا ہے کہ معاذ اللہ امہات المومنین کا یہ فعل وسوسہ تھا۔ حاش بلکہ وہی اطمینانِ قلب جسے علمائے کرام یہاں فرمارہے ہیں۔

سابعا وھوالحل[ف۲] صورتیں تین ہیں؛

اوّل یہ کہ متوضی جانتا ہے کہ میں نے تین بار دھولیا، ہر بار بالاستیعاب، پھر اس کا دل مطمئن نہ ہوا اور چوتھی بار اور بہانا چاہے۔

دوم یاد نہیں کہ تین بار پانی ڈالا یا دو بار۔

www.alahazratnetwork.org

سوم تثلیث تو معلوم ہے مگر ہر بار استیعاب میں شک ہے۔

ملا علی صورتِ اولٰی سمجھے ہیں جب تو فرماتے ہیں کہ تین پورے ہونے کے بعد شک کے کیا معنٰی۔ اپنا شک چھوڑے اور جو عدد شارع صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے مقرر فرمایا اس پر قانع رہے۔ اس صورت میں اُن کا انکار بیشک صحیح ہے مگر یہ ہرگز مرادِ علماء نہیں، اُن کا کلام صورتِ شک میں ہے اور یہ صورت صورتِ علم ہے اور وسوسہ مردود و نامعتبر ہے۔ شک کی صورت دو صورت اخیر ہیں وہی مرادِ ائمہ ہیں اور اُن پر قاری کا کوئی اعتراض وارد نہیں ان میں طمانینتِ قلب ضرور مطلوب شرع ہے جن میں سے اُمہات المومنین کا پانچ بار پانی ڈالنا صورت اخیرہ ہے وباللہ التوفیق۔

بالجملہ جس مسئلہ پر ہمارے علماء کے کلمات متظافر ہوں اپنے فہم سے اُس پر اعتراض آسان نہیں

ف۱: مسئلہ عورت کے بال گندھے ہوں اور تین بار سر پر پانی بہانے سے تثلیث میں شبہہ رہے تو پانچ بار بہاسکتی ہے۔

ف۲: تطفل الخامس عشر علیہ۔

[۱] سنن ابی داؤد کتاب الطہارۃ باب فی الغسل من الجنابۃ آفتاب عالم پریس لاہور ۱/ ۳۲

معترضین ہی کی لغزش نظر ثابت ہوتی ہے اگرچہ غنیہ و بحر و قاری جیسے ماہرین ہوں والحمد للہ رب العلمین۔

تنبیہ ۷ : الحمدُ للہ کلام اپنے منتہے کو پہنچا اور اسراف کے معنے وصور نے بھی بروجہ کامل انکشاف پایا۔ اب بتوفیق اللہ تعالٰے تحقیق حکم کی طرف باگ پھیریں۔

اقول انصافاً چاروں قول میں کوئی ایسا نہیں جسے مطروح و ناقابلِ التفات سمجھئے۔

قولِ سوم کی عظمت تو محتاجِ بیان نہیں، بدائع و فتح و خلاصہ کی وقعت درکنار خود ظاہر الروایۃ میں محرر المذہب کا نص ہے۔

قولِ دوم کے ساتھ حلیہ و بحر کا اوجہ کہنا ہے کہ الفاظ فتوی سے ہے اور امام ابوزکریا نووی کے استظہار پر نظر کیجئے تو گویا اُسی پر اجماع کا پتا چلتا ہے کہ انھوں نے اسراف سے نہی پر اجماعِ علما نقل فرماکر نہی سے کراہت تنزیہ مراد ہونے کو اظہر بتایا۔

قولِ چہارم جسے علامہ شامی نے خارج از مذہب گمان فرمایا تھا اُس کی تحقیق سُن چکے اور یہ کہ وہی مختار در مختار و نہر الفائق و مفاد ملتقے و جواہر الفتاوی و تبیین الحقائق ہے نیز زبدہ و حجّہ سے مستفاد کہ ان میں بھی کراہت مطلق ہے، جامع الرموز میں ہے :

www.alahazratnetwork.org

تکرہ الزیادۃ علی الثلث کما فی الزبدۃ۔[1]	تین بار سے زیادہ دھونا مکروہ ہے جیسا کہ زبدہ میں ہے۔ (ت)

طحطاوی علی المراقی میں ہے :

فی فتاوی الحجۃ یکرہ صب الماء فی الوضوء زیادۃ علی العدد المسنون والقدر المعھود لما ورد فی الخبر شرار امتی الذین یسرفون فی صب الماء۔[2]	فتاوی الحجہ میں ہے وضو میں تعداد مسنون اور مقدار معہود سے زیادہ پانی بہانا مکروہ ہے اس لئے کہ حدیث میں آیا ہے میری اُمت کے بُرے لوگ وہ ہیں جو پانی بہانے میں اسراف کرتے ہیں۔ (ت)

بلکہ علامہ طحطاوی نے اُس پر اتفاق بتایا قولِ دُر الاسراف فی الماء الجاری جائز لانہ غیر مضیع[3] (بہتے پانی میں اسراف جائز ہے اس لئے کہ پانی ضائع نہیں جاتا۔ ت) پر لکھتے ہیں :

---

[1] جامع الرموز کتاب الطہارۃ سنن الوضوء مکتبہ اسلامیہ گنبد قاموس ایران ۱/ ۳۵
[2] حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح کتاب الطہارۃ فصل فی المکروہات دار الکتب العلمیہ بیروت ص ۸۰
[3] الدر المختار کتاب الطہارۃ سنن الوضوء مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۲۲

ای لانہ یعود الیہ ثانیا فلو اخرج الماء خارجہ یکرہ اتفاقا اھ[1]، ومن الظاھر ان ھذہ الکراھۃ مذکورۃ فی مقابلۃ الجائز فتکون تحریمیۃ۔

یعنی اس لئے کہ پانی اس میں دوبارہ لوٹ جائے گا اگر پانی نکال کر اس کے باہر گرائے تو بالاتفاق مکروہ ہے اھ — اور ظاہر یہ ہے کہ یہ مکروہ جائز کے مقابلہ میں مذکور ہے تو تحریمی ہوگا۔ (ت)

اور ہماری تقریراتِ سابقہ سے اس کے دلائل کی قوت ظاہر، ہاں **قول اوّل** بعض شافعیہ سے منقول تھا مگر علامہ محقق ابراہیم حلبی نے کتبِ مذہب سے غنیہ میں اس پر جزم فرمایا کما سمعت پھر علامہ ابراہیم حلبی و علامہ سید احمد مصری نے حواشیِ دُر میں اُسی پر اعتماد کیا اور اُس کے خلاف کو ضعیف بتایا، دُرمختار میں قولِ مذکور جواہر[2] نقل فرمایا:

الاسراف فی الماء الجاری جائز[2]۔

بہتے پانی میں اسراف جائز ہے۔ (ت)

علامہ طحطاوی اُس پر فرماتے ہیں:

ضعیف بل ھو مکروہ سواء کان فی وسط الماء او فی ضفتہ حیث کان لغیر حاجۃ اھ[3] حلبی۔

یہ قول ضعیف ہے بلکہ آبِ رواں میں بھی اسراف مکروہ ہے چاہے بیچ نہر میں ہو یا کنارے ہو اس لئے کہ بلا ضرورت ہے اھ حلبی (ت)

نیز دونوں حاشیوں میں ہے:

من المعلوم ان الاسراف مکروہ تحریما لا تنزیھا[4]۔

معلوم ہے کہ اسراف مکروہ تنزیہی نہیں، تحریمی ہے۔ (ت)

بلکہ شرح شرعۃ الاسلام میں ہے:

ھو حرام وان کان فی شط النھر[5]۔

اسراف حرام ہے اگرچہ دریا کے کنارے ہو۔ (ت)

---

[1] حاشیۃ الطحطاوی علی الدر المختار کتاب الطہارۃ سنن الوضوء المکتبۃ العربیۃ کوئٹہ ۱/۷۲
[2] الدر المختار 〃 〃 مطبع مجتبائی دہلی ۱/۲۲
[3] حاشیۃ الطحطاوی علی الدر المختار 〃 〃 المکتبۃ العربیۃ کوئٹہ ۱/۷۲
[4] 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃
[5] شرعۃ الاسلام مع شرح مفاتیح الجنان فصل فی تفصیل سنن الطہارۃ مکتبہ اسلامیہ کوئٹہ ص ۹۱

www.alahazratnetwork.org

اور اس کے ساتھ نص حدیث[ف۱] ہے۔

حدیث ۱: امام احمد بن حنبل وابن ماجہ وابویعلٰی اور بیہقی شعب الایمان میں عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی:

ان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم مر بسعد وھو یتوضأ فقال ما ھذا السرف فقال افی الوضوء اسراف قال نعم وان کنت علی نھر جار۔[۱]

رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سعد رضی اللہ تعالٰی عنہ پر گزرے وہ وضو کر رہے تھے ارشاد فرمایا: یہ اسراف کیسا۔ عرض کی: کیا وضو میں اسراف ہے؟ فرمایا: ہاں اگرچہ تم نہر رواں پر ہو۔

اقول اتمام تقریب یہ کہ حدیث نے نہر جاری میں بھی اسراف ثابت فرمایا اور اسراف شرع میں مذموم ہی ہو کر آیا ہے۔ آیہ کریمہ لا تسرفوا انہ لا یحب المسرفین[۲] (اسراف نہ کرو اللہ تعالٰی مسرفین کو محبوب نہیں رکھتا۔ ت) مطلق ہے تو یہ اسراف بھی مذموم وممنوع ہی ہوگا بلکہ خود اسراف فی الوضوء میں بھی صیغۂ نہی وارد اور نہی حقیقۃً مفید تحریم۔

حدیث ۲: سنن ابن ماجہ میں عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے ہے:

رای رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم رجلا یتوضأ فقال لا تسرف لا تسرف۔[۳]

رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ایک شخص کو وضو کرتے دیکھا فرمایا، اسراف نہ کر اسراف نہ کر۔

www.alahazratnetwork.org

حدیث ۳: سعید بن منصور سنن اور حاکم کنٰی اور ابن عساکر تاریخ میں ابن شہاب زہری سے

عہ فتاوٰی حجہ سے ایک حدیث ابھی گزری کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم: میری امت کے بدلوگ ہیں جو پانی بہانے میں اسراف کرتے ہیں۔

ف: وضو میں ممانعت اسراف کی حدیثیں۔

---

[۱] مسند احمد بن حنبل عن عبداللہ بن عمرو المکتب الاسلامی بیروت ۲/۲۲۱
سنن ابن ماجہ ابواب الطہارۃ باب ماجاء فی القصد فی الوضوء الخ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۳۴

[۲] القرآن الکریم ۶/۱۴۱ و ۷/۳۱

[۳] سنن ابن ماجہ ابواب الطہارۃ باب ماجاء فی القصد فی الوضوء الخ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۳۴

مرسلاً راوی، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ایک شخص کو وضو کرتے دیکھا فرمایا: یاعبد اللّٰه لاتسرف اللہ کے بندے! اسراف نہ کر۔ انھوں نے عرض کی: یا نبی اللّٰه وفی الوضوء اسراف قال نعم (زاد الاخیران) وفی کل شیئ اسراف[1] یارسول اللہ! کیا وضو میں بھی اسراف ہے۔ فرمایا: ہاں اور ہر شے میں اسراف کو دخل ہے۔

حدیث ۴ مرسل یحیٰی بن ابی عمرو کہ بیان معانی اسراف میں گزری،

فی الوضوء اسراف وفی کل شیئ اسراف[2]
وضو میں اسراف ہے اور ہر شے میں اسراف ہے۔

حدیث ۵ ترمذی وابن ماجہ وحاکم حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ان للوضوء شیطانا یقال لہ الولھان فاتقوا وسواس الماء[3]
بے شک وضو کے لئے ایک شیطان ہے جس کا نام وَلَہان ہے تو پانی کے وسواس سے بچو۔

حدیث ۶ مسند احمد و سنن ابی داؤد وابن ماجہ و صحیح ابن حبان و مستدرک حاکم میں عبداللہ بن مغفل رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

www.alahazratnetwork.org

انہ سیکون فی ھذہ الامۃ قوم یعتدون فی الطھور والدعاء[4]
بے شک عنقریب اس اُمت میں وہ لوگ ہوں گے کہ طہارت و دُعا میں حد سے بڑھیں گے۔

اور اللہ عزوجل فرماتا ہے:

ومن یتعد حدود اللّٰه فقد ظلم نفسہ[5]
جو اللہ تعالٰی کی باندھی ہوئی حدوں سے بڑھے بے شک اس نے اپنی جان پر ظلم کیا۔

---

[1] تاریخ دمشق الکبیر ترجمہ ابوعیسی الدمشقی ۹۰۸۱ داراحیاء التراث العربی بیروت ۷۱/۹۴
کنزالعمال بحوالہ الحاکم فی الکنٰی وابن عساکر عن الزہری مرسلا حدیث ۲۶۲۶۱ موسسۃ الرسالہ بیروت ۹/۳۲۶

[2] کنزالعمال بحوالہ یحیٰی بن ابی عمرو الشیبانی حدیث ۲۶۲۴۸ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۹/۳۲۵

[3] سنن الترمذی ابواب الطہارۃ باب ماجاء فی کراہیۃ الاسراف حدیث ۵۷ دارالفکر ۱/۱۲۲
سنن ابن ماجہ " باب ماجاء فی القصد فی الوضوء الخ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۳۴

[4] سنن ابی داؤد کتاب الطہارۃ باب الاسراف فی الوضوء آفتاب عالم پریس لاہور ۱/۱۳
مشکوٰۃ المصابیح بحوالہ احمد وابی داؤد وابن ماجہ کتاب الطہارۃ باب سنن الوضو قدیمی کتب خانہ کراچی ص ۴۷

[5] القرآن الکریم ۶۵/۱

حدیث ۷ ابونعیم حلیہ میں انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی:

لاخیر فی صب الماء الکثیر فی الوضوء وانہ من الشیطان[1]

وضو میں بہت سا پانی بہکانے میں کچھ خیر نہیں اور وہ شیطان کی طرف سے ہے۔

نفی خیر[ف۱] اپنے معنی لغوی پر اگرچہ مباح سے بھی ممکن کہ جب طرفین برابر ہیں تو کسی میں نہ خیر نہ شر، ولہذا علامہ عمر نے نہر الفائق میں مسئلہ کراہت[ف۲] کلام بعد طلوع فجر تا طلوع شمس وبعد نماز[ف۳] عشاء میں فرمایا:

المراد مالیس بخیر وانما یتحقق فی کلام ھو عبادۃ اذ المباح لاخیر فیہ کما لا اثم فیہ فیکرہ فی ھذہ الاوقات کلہا نقلہ السید[۲] ابوالسعود فی فتح اللہ المعین۔

مراد وہ کلام ہے جو خیر نہ ہو اور خیر کا تحقق اسی کلام میں ہوگا جو عبادت ہو اس لئے کہ مباح میں "کوئی خیر نہیں" جیسے اس میں "کوئی گناہ نہیں"۔ تو مباح کلام بھی ان اوقات میں مکروہ ہوگا۔ اسے سید ابوالسعود نے فتح اللہ المعین میں نہر سے نقل کیا۔(ت)

اقول مگر نظر دقیق لیس بخیر اور لاخیر فیہ میں فرق کرتی ہے مباح ضرور نہ خیر نہ شر، مگر اس کے فعل پر مؤاخذہ نہیں، اور مواخذہ نہ ہونا خود خیر کثیر ونفع عظیم ہے تو لاخیر فیہ وہیں اطلاق ہوگا جہاں شر حاصل ہو۔

فاصاب[ف۴] رحمہ اللہ تعالٰی فی قولہ المراد مالیس بخیر وتسامح فی قولہ لاخیر فیہ فحق العبارۃ المباح لیس

صاحب نہر نے یہ تو ٹھیک فرمایا کہ مراد مالیس بخیر ہے (وہ جو خیر نہیں) اور اس میں ان سے تسامح ہوا کہ المباح لاخیر فیہ (مباح

ف۱: تحقیق مفاد لاخیر فیہ

ف۲: مسئلہ طلوع صبح صادق سے طلوع شمس تک دنیوی کلام مطلقًا مکروہ ہے۔

ف۳: مسئلہ نماز عشاء پڑھنے کے بعد بے حاجت دنیوی باتوں میں اشتغال مکروہ ہے۔

ف۴: تطفل علی النہر ومن تبعہ۔

[1] کنز العمال بحوالہ ابی نعیم عن انس حدیث ۲۶۲۶۰ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۹/ ۳۲۲

[2] النہر الفائق کتاب الصلوۃ قبیل باب الاذان قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۶۹

فتح المعین " " " " ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/ ۱۴۷

بخیر کما انہ لیس بشر۔ میں کوئی خیر نہیں) صحیح تعبیر یہ تھی کہ المباح لیس بخیر کما انہ لیس بشر مباح اچھا نہیں جیسے کہ وہ بُرا بھی نہیں۔(ت)

ولہذا جبکہ ہدایہ میں فرمایا:

لاخیر فی السلم فی اللحم[1] گوشت میں بیع سلم بہتر نہیں۔(ت)

محقق علی الاطلاق نے فتح میں فرمایا:

ھذہ العبارۃ تاکید فی نفی الجواز[2] یہ عبارت نفیِ جواز کی تاکید کرتی ہے۔(ت)

اقول رب عزوجل فرماتا ہے:

لاخیر فی کثیر من نجوٰھم الا من امر بصدقۃ او معروف او اصلاح بین الناس[3] ان کے اکثر مشوروں میں کچھ بھلائی نہیں مگر جو حکم دے خیرات، یا اچھی بات، یا لوگوں میں صلح کرنے کا۔(ت)

ہر معروف کو استثنا فرمالیا اور ہر طاعت معروف ہے تو باقی نہ رہے مگر مباح یا معاصی تو اگر لاخیر فیہ مباح کو بھی شامل ہوتا فی کثیر نہ فرماتے بلکہ فی شیئ من نجوٰھم لاجرم وہ معصیت کے ساتھ خاص ہے، واللہ تعالٰی اعلم۔

حدیث ۸ حدیث صحیح جس کی طرف بارہا اشارہ گزرا احمد وسعید بن منصور وابن ابی شیبہ وابوداؤد ونسائی وابن ماجہ وطحاوی عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی ایک اعرابی نے خدمتِ اقدس حضور سید عالم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم میں حاضر ہوکر وضو کو پُوچھا حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے انھیں وضو کرکے دکھایا جس میں ہر عضو تین تین بار دھویا پھر فرمایا:

ھکذا الوضوء فمن زاد علی ھذا اونقص فقد اساء وظلم اوظلم واساء ھذا لفظ د[4] وقد اورد اسی طرح وضو ہے تو جس نے اس پر بڑھایا یا گھٹایا تو یقیناً اس نے بُرا کیا اور ظلم کیا ــــــ یا (فرمایا) ظلم کیا اور بُرا کیا۔ یہ ابوداؤد کے الفاظ

---

[1] الہدایۃ کتاب البیوع باب السلم مطبع یوسفی لکھنؤ ۳/ ۹۵

[2] فتح القدیر " " مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۶/ ۲۱۵

[3] القرآن الکریم ۴/ ۱۱۴

[4] سنن ابی داؤد کتاب الطہارۃ باب الوضوء ثلثا آفتاب عالم پریس لاہور ۱/ ۱۸

www.alahazratnetwork.org

مطولا مع ذکر صفۃ الوضوء و مثلہ لفظ الامام الطحاوی مقتصرا قولہ اساء و ظلم من دون شک[1]، و لفظ س و ق فمن زاد علی ھذا فقد اساء و تعدی و ظلم[2] و لفظ سعید و ابی بکر فمن زاد او نقص فقد تعدی و ظلم[3]۔

ہیں۔ اور انھوں نے یہ حدیث طریقۂ وضو کے بیان کے ساتھ طویل ذکر کی ہے۔ اسی کے مثل امام طحاوی کے بھی الفاظ ہیں اور ان کی روایت میں بغیر شک کے صرف اتنا ہے کہ" اس نے بُرا کیا اور ظلم کیا"۔۔۔۔ اور نسائی و ابن ماجہ کے الفاظ یہ ہیں: تو جس نے اس پر زیادتی کی بہ تحقیق اس نے بُرا کیا اور حد سے بڑھا اور ظلم کیا۔۔۔ سعید بن منصور اور ابو بکر بن ابی شیبہ کے الفاظ یہ ہیں: جس نے زیادتی یا کمی کی تو یقیناً وہ حد سے بڑھا اور ظلم کیا۔۔۔ (ان تمام روایات کا حاصل یہ ہوا کہ:) (ت)

وضو اس طرح ہے جس نے اس پر بڑھایا یا گھٹایا اُس نے بُرا کیا اور حد سے بڑھا اور ظلم کیا یہ تمام احادیث مطلق ہیں اور مذہب اول و چہارم کی مؤید، بالجملہ ان میں کوئی مذہب مطرود و مطروح نہیں لہذا راہ یہ ہے کہ توفیق الٰہی جانب توفیق چلے

www.alahazratnetwork.org

فاقول وباللہ التوفیق وبہ الوصول الی ذری التحقیق (تو میں کہتا ہوں اور خدا ہی کی جانب سے توفیق ہے اور اسی کی مدد سے بلندی تحقیق تک رسائی ہے۔ ت) تقدیر شرعی سے زیادہ پانی ڈالنا سہواً ہوگا یا بحالِ شک یا دیدہ و دانستہ۔ اول یہ کہ تین بار استیعاباً دھولیا اور یاد رہا کہ دو ہی بار دھویا ہے۔۔۔ اور دوم یہ کہ مثلاً دو یا تین میں شبہہ ہوگیا۔۔۔ یہ دونوں صورتیں یقیناً ممانعت سے خارج ہیں،

لقولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اس لئے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا

ف: مسئلہ مصنف کی تحقیق مفرد۔

---

[1] شرح معانی الآثار کتاب الطہارۃ باب فرض الرجلین فی وضوء الصلوۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/ ۳۲

[2] سنن ابن ماجہ ابواب الطہارۃ باب ماجاء فی القصد فی الوضوء الخ " " " ص ۳۴

[3] المصنف لابن ابی شیبۃ کتاب الطہارۃ باب فی الوضوء کم ھو مرۃ حدیث ۵ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱/ ۱۷

26 رفع عن امتی الخطأ والنسیان[1] ارشاد ہے میری اُمت سے خطا ونسیان اٹھالیا گیا ہے۔ اور حضور صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا

وقولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم دع ما یریبک۔[2] ارشاد ہے، جو شک پیدا کرے اسے چھوڑ کر وہ لو جس میں شک نہ ہو۔(ت)

اور دیدہ و دانستہ کسی غرض صحیح وجائز کے لئے ہوگا یا غرض فاسد وممنوع کے لئے یا محض بلاوجہ، برتقدیر اول کسی طرح اسراف نہیں ہوسکتا نہ اس سے منع کی کوئی وجہ، عام ازینکہ وہ غرض غرض مطلوب شرعی ہو جیسے منہ سے ازالہ بدبو یا پان یا چھالیا کے ریزوں کا اخراج، یا حسب بیانات سابقہ وضو علی الوضو کی نیت یا غرض صحیح جسمانی جیسے میل کا ازالہ یا شدتِ گرما میں تحصیلِ برودت۔ تو اب نہ رہیں مگر دو صورتیں، اور یہی ان اقوالِ اربعہ میں زیر بحث ہیں، تحقیق معنی اسراف میں ہمارا بیان یاد کیجئے یہ وہی دو قطب ہیں جن پر اُس کا فلک دورہ کرتا ہے اور یہ بھی اُسی تقریر پر نظر ڈالے سے واضح ہوگا کہ ان صورتوں میں کی اول یعنی غرض فاسد وناروا کے لئے تقدیر شرعی پر زیادت مطلقاً ممنوع و ناجائز ہے اگرچہ پانی اصلاً ضائع نہ ہو۔

www.alahazratnetwork.org

قول اول کا یہی محل ہے اور ضرور حق صریح بلکہ مجمع علیہ ہے اور اسی پر حمل کے لئے ہمارے علما نے حدیث ہشتم کو صورتِ فساد اعتقاد پر محمول فرمایا یعنی جبکہ جانے کہ تقدیر شرعی سے زیادہ ہی میں سنت حاصل ہوگی۔ ظاہر ہے کہ اس نیت فاسدہ سے نہر نہیں سمندر میں ایک چلّو بلکہ ایک بوند زیادہ ڈالنا اسراف وگناہ وناجائز ہوگا کہ اصل گناہ اُس نیت میں ہے گناہ کی نیت سے جو کچھ کرے گا سب گناہ ہوگا۔ رہی صورتِ اخیرہ کہ محض بلاوجہ زیادت ہو، اوپر واضح ہولیا کہ یہاں تحقیقِ اسراف وحصول ممانعت اضاعت پر موقوف ہے تو اس صورت میں دیکھنا ہوگا کہ پانی ضائع ہوا یا نہیں، اگر ہوا مثلاً زمین پر بہہ گیا اور کسی مصرف میں کام نہ آیا تو ضرور اسراف وناروا ہے۔ اور یہی محل **قول چہارم** ہے اور یقیناً صواب وصحیح بلکہ متفق علیہ ہے، کون کہے گا کہ بیکار پانی ضائع کرنا جائز وروا ہے۔ باقی رہی ایک شکل

---

[1] الجامع الصغیر حدیث ۴۴۶۱ دارالکتب العلمیہ بیروت ۲/ ۲۷۳
کشف الخفاء حدیث ۱۳۹۱ " " " ۱/ ۳۸۲
" حدیث ۱۳۰۵ " " " ۱/ ۳۶۰
[2] الجامع الصغیر " ۴۲۱۱ تا ۴۲۱۴ " ۲/ ۲۵۶ و ۲۵۷

کہ زیادت ہو تو بلاوجہ مگر پانی ضائع نہ ہو، مثلاً بلاوجہ محض چوتھی بار پانی اس طرح ڈالے کہ نہر میں گرے یا کسی پیڑ کے تھالے میں جسے پانی کی حاجت ہے یا کسی برتن میں جس کا پانی اسپ وگاؤ وغیرہ جانوروں کو پلایا جائے گا یا گارا بنانے کے لئے تغار میں پڑے گا یا زمین ہی پر گرا مگر موسم گرما ہے چھڑکاؤ کی حاجت ہے یا ہوا سے ریتا اڑتا ہے اُس کے دبانے کی ضرورت ہے اور انھیں کے مثل اور اغراض صحیحہ جن کے سبب پانی ضائع نہ جائے۔ یہ غرضیں اگرچہ صحیح وارد ہیں جن کے سبب اضاعت نہ ہو گی مگر اعضا پر یہ پانی مثلاً چوتھی بار ڈالنا محض بے وجہ ہی رہا کہ یہ غرضیں تو برتن میں ڈالنا یا زمین پر بہانا چاہتی ہیں عضو پر ڈال کر گرانے کو ان میں کیا دخل تھا، لاجرم وہ عبث محض رہا مگر پانی ضائع نہ گیا تو اسراف کی کوئی صورت متحقق نہ ہوئی اور اس کے ممنوع وناجائز ہونے کی کوئی وجہ نہیں رہی، یہی **قول دوم و سوم** کا محل ہے، اور قطعاً مقبول و بے خلل ہے بلکہ اتفاق واطباق کا محل ہے۔ اب نہ باقی رہی مگر ان دونوں قولوں پر نظر، وہ ایک مقدمہ کی تقدیم چاہتی ہے۔

فاقول وباللہ التوفیق **فائدہ** تحقیق معنی وحکم عبث میں تتبع کلمات علما سے اُس کی تعریف وجوہِ عدیدہ پر ملے گی:

www.alahazratnetwork.org

(۱) جس فعل میں غرض غیر صحیح ہو وہ عبث ہے اور اصلاً غرض نہ ہو تو سفہ۔ یہ تفسیر امام بدرالدین کردری کی ہے، امام نسفی نے مستصفی پھر علامہ حلبی نے غنیہ میں اسی طرح ان سے نقل فرما کر اس پر اعتماد کیا، اور محقق علی الاطلاق نے فتح القدیر اور علامہ طرابلسی نے برہان شرح مواہب الرحمٰن اور دیگر شراح نے شروح ہدایہ وغیرہا میں اسی کو اختیار فرمایا، غنیہ حلبیہ میں ہے:

فی المستصفی قال الامام بدر الدین یعنی الکردری العبث الفعل الذی فیہ غرض غیر صحیح والسفہ ما لاغرض فیہ اصلاً [1]	مستصفی میں ہے کہ امام بدرالدین کردری نے فرمایا: عبث وہ فعل ہے جس میں کوئی غرض غیر صحیح ہو اور سفہ وہ ہے جس میں بالکل کوئی غرض نہ ہو۔ (ت)

غنیہ شرنبلالیہ میں ہے:

ف: عبث کسے کہتے ہیں اور اس کا حکم کیا ہے۔

[1] غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی کراہیۃ الصلوٰۃ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۳۴۹

فی البرھان ھوفعل لغرض غیر صحیح۔[1]

برہان میں ہے وہ ایسا کام ہے جو غرض غیر صحیح کے لئے ہو۔ (ت)

فتح میں ہے:

العبث الفعل لغرض غیر صحیح۔[2]

عبث غرض غیر صحیح کے لئے کوئی کام کرنا ہے۔ (ت)

(۲) جس میں غرض غیر شرعی ہو۔

اقول یہ اول سے اعم ہے کہ ہر غرض غیر صحیح غیر شرعی ہے اور ضرور نہیں کہ ہر غرض غیر شرعی غیر صحیح ہو جیسے ٹھنڈک کے لئے زیادہ پانی ڈالنا کہ غرض صحیح ہے مگر شرعی نہیں۔ علامہ اکمل اور اُن کی تبعیت سے حلیہ و بحر نے امام بدرالدین سے اسی طرح نقل کیا۔ عنایہ میں ہے:

قال بدر الدین الکردری العبث الفعل الذی فیہ غرض لکنہ لیس بشرعی والسفہ مالاغرض فیہ اصلا۔[3]

بدرالدین کردری نے فرمایا: عبث وہ کام ہے جس میں کوئی غرض تو ہو لیکن شرعی نہ ہو۔ اور سفہ وہ ہے جس میں کوئی غرض ہی نہ ہو۔ (ت)

(۳) جس میں غرض صحیح نہ ہو۔

www.alahazratnetwork.org

اقول یہ ان دونوں سے اعم ہے کہ اصلاً عدم غرض کو بھی شامل اور ثانی سے اخص بھی کہ غرض غیر شرعی صحیح کو بھی شامل۔ یہ تفسیر امام حمیدالدین کی ہے۔ عنایہ میں بعد عبارتِ مذکورہ ہے:

قال حمید الدین العبث کل عمل لیس فیہ غرض صحیح۔[4]

امام حمیدالدین نے فرمایا، عبث ہر وہ کام ہے جس میں کوئی غرض صحیح نہ ہو۔ (ت)

مفرداتِ راغب میں ہے:

یقال لما لیس لہ غرض صحیح عبث۔[5]

عبث اسے کہا جاتا ہے جس میں کوئی غرض صحیح نہ ہو۔ (ت)

---

[1] غنیۃ ذوی الاحکام حاشیۃ علی الدرر الحکام باب مایفسد الصلوٰۃ الخ میر محمد کتب خانہ کراچی ۱/۱۰۷

[2] فتح القدیر کتاب الصلوٰۃ فصل ویکرہ للمصلی الخ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/۳۵۶

[3] العنایۃ شرح الہدایۃ علی ہامش فتح القدیر کتاب الصلوٰۃ الخ فصل ویکرہ للمصلی 〃 〃

[4] 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃

[5] المفردات باب العین مع الباء نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۳۲۲

تفسیر رغائب الفرقان میں ہے:

هو الفعل الذی لاغایة له صحیحة۔[1]

عبث ایسا کام ہے جس کا کوئی صحیح مقصد نہ ہو۔ (ت)

(۴) غرض شرعی نہ ہو۔

اقول یہ اول، ثانی، ثالث سب سے اعم مطلقاً ہے کہ انتفائے غرض صحیح انتفائے غرض شرعی کو مستلزم ہے اور عکس نہیں اور انتفائے غرض شرعی انتفائے مطلق غرض سے بھی حاصل، امام نسفی اپنی وافی کی شرح کافی میں فرماتے ہیں:

العبث مالاغرض فیه شرعا فانما کره لانه غیر مفید۔[2]

عبث وہ ہے جس میں کوئی غرض شرعی نہ ہو، وہ اسی لئے مکروہ ہے کہ بے فائدہ ہے (ت)

(۵) جس میں فاعل کے لئے کوئی غرض صحیح نہ ہو۔

اقول یہ ۱ و ۳ سے اعم مطلقاً ہے کہ ممکن کہ فعل غرض صحیح رکھتا ہو اور فاعل بے غرض یا غرض غیر صحیح کے لئے کرے اور ۲ و ۴ سے اعم من وجہ کہ غرض فاسد میں تینوں صادق اور غرض صحیح غیر شرعی مقصود فاعل ہے تو وہ دو صادق خامس منتفی اور غرض شرعی میں مقصود فاعل ہے تو بالعکس۔

www.alahazratnetwork.org

تعریفات السید میں ہے:

وقیل مالیس فیه غرض صحیح لفاعله[3] اھ

اور کہا گیا کہ عبث وہ کام ہے جس میں کرنے والے کی کوئی غرض صحیح نہ ہو۔ (ت)

اقول اشار الی ضعفه وسیاتیك ان شاء الله تعالٰی انه الحق۔

اقول حضرت سید نے اس کے ضعیف ہونے کا اشارہ دیا اور ان شاء اللہ آگے بیان ہوگا کہ یہی تعریف حق ہے (ت)

ف: تطفل علی العلامة الشریف

ع: اور اگر قصد غلط بھی ملحوظ کرلیجئے کہ جس فعل کی غرض فاسد ہے یہ جہلاً اس سے غرض صحیح کا قصد کرے تو ان دو سے بھی عام من وجہ ہوگا ۱۲ منہ۔

---

[1] غرائب القرآن و رغائب الفرقان تحت الآیة ۲۳/ ۱۱۵ مصطفی البابی مصر ۱۸/ ۴۲

[2] الکافی شرح الوافی

[3] التعریفات للسید الشریف باب العین انتشارات ناصر خسرو تہران ایران ص ۶۳

(۶) بے فائدہ کام۔

بحرالرائق میں نہایہ امام سغناقی سے ہے:

مالیس بمفید فھو العبث۔[1] جو فائدہ مند نہ ہو وہ عبث ہے۔(ت)

امام سیوطی کی دُرِ منثور میں ہے: عبثا ای لا لمنفعۃ[2] (عبث یعنی بے فائدہ۔ت)

مراقی الفلاح میں ہے:

العبث عمل لافائدۃ فیہ ولاحکمۃ تقتضیہ[3] عبث وہ کام ہے جس میں نہ کوئی فائدہ ہو نہ کوئی حکمت اس کی مقتضی ہو۔(ت)

جلالین میں ہے: عبثا لالحکمۃ[4] (عبث بے حکمت۔ت)

غنیہ میں ہے:

الفرقعۃ فعل لافائدۃ فیہ فکان کالعبث[5] انگلیاں چٹخانا ایسا کام ہے جس میں کوئی فائدہ نہیں تو یہ عبث کی طرح ہوا۔(ت)

اقول عبدالملک بن جریج تابعی نے کہ عبث کو باطل سے تفسیر کیا اسی معنے کی طرف مشیر ہے فان الشیئ اذا خلا عن الثمرۃ بطل (کیونکہ شے کا جب کوئی ثمرہ نہ ہو تو وہ باطل ہے۔ت) تفسیر ابن جریر میں ان سے مروی عبثا قال باطلا[6] (عبث کے معنی میں کہا باطل۔ت)

(۷) جس میں فائدہ معتدبہا نہ ہو۔

تاج العروس میں ہے:

قیل العبث مالافائدۃ فیہ کہا گیا عبث ایسا کام ہے جس میں کوئی قابل لحاظ

---

[1] البحرالرائق کتاب الصلوٰۃ باب مایفسد الصلوٰۃ ومایکرہ فیہا ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲ /۱۹

[2] درمنثور

[3] مراقی الفلاح مع حاشیۃ الطحطاوی کتاب الصلوٰۃ فصل فی المکروہات دارالکتب العلمیہ بیروت ص ۳۴۵

[4] جلالین تحت الآیۃ ۲۳ /۱۱۵ النصف الثانی مطبع مجتبائی دہلی ص ۲۹۱

[5] غنیۃ المستملی کراہیۃ الصلوٰۃ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۳۴۹

[6] جامع البیان (تفسیر ابن جریر) تحت الآیۃ ۲۳ /۱۱۵ داراحیاء التراث العربی بیروت ۱۸ /۷۹

یعتد بہا[1]۔ فائدہ نہ ہو۔ (ت)

اقول اسی طرف کلام علامہ ابوالسعود ناظر کہ ارشاد العقل میں فرمایا:

عبثا بغیر حکمۃ بالغۃ[2] اھ فافہم۔ عبث، جس میں کوئی حکمت بالغہ نہ ہو اھ تو اسے سمجھو۔ (ت)

(۸) اُس کام کے قابل فائدہ نہ ہو یعنی اُس میں جتنی محنت ہو نفع اس سے کم ہو۔

اقول اسے ہفتم سے عموم وخصوص من وجہ ہے کہ اگر کام نہایت سہل ہوا جس میں کوئی محنت معتد بہا نہیں تو فائدہ غیر معتد بہا اس کے قابل ہوگا اس تقدیر پر ہفتم صادق ہوگا نہ ہشتم اور اگر فائدہ فی نفسہا معتد بہا ہے مگر اُس کام کے لائق نہیں تو ہشتم صادق ہوگا نہ ہفتم ——— علامہ شہاب کی عنایۃ القاضی میں ہے:

العبث کاللعب ما خلا عن الفائدۃ مطلقا اوعن الفائدۃ المعتد بہا اوعما یقاوم الفعل کما ذکرہ الاصولیون[3]۔ عبث لعب کی طرح وہ کام ہے جس میں مطلقاً کوئی فائدہ نہ ہو یا قابلِ لحاظ فائدہ نہ ہو، یا اس فعل کے مقابل فائدہ نہ ہو جیسا کہ اہل اصول نے ذکر کیا۔ (ت)

اقول مقابلہ مشعر مغایرت ہے یوں یہ قول اضعف الاقوال ہوگا کہ خاص مشقت طلب کاموں سے خاص رہے گا ہاں اگر معتد بہ سے معتد بہ بنظر فعل مرادلیں تو ہفتم وہشتم ایک ہوجائیں گے اور اعتراض نہ رہے گا اور کہہ سکتے ہیں کہ تغییر تعبیر مجوز مقابلہ ہے۔

(۹) وہ کام جس کا فائدہ معلوم نہ ہو۔

اقول اوّلاً مراد عدم علم فاعل ہے تو حکیم کے دقیق کام جن کا فائدہ عام لوگوں کی فہم سے ورا ہو عبث نہیں ہوسکتے۔

ثانیاً حکمت وغایت میں فرق ہے احکام تعبدیہ غیر معقولۃ المعنے کی حکمت ہمیں معلوم نہیں فائدہ معلوم ہے کہ الاسلام گردن نہادن۔

---

[1] تاج العروس باب الثاء فصل العین دار احیاء التراث العربی بیروت ۱/۶۳۲

[2] ارشاد العقل السلیم تحت الآیۃ ۲۳/۱۱۵ " " " " " ۶/۱۵۳

[3] عنایۃ القاضی وکفایۃ الراضی " " " " " " " ۶/۶۱۱

ثالثاً عدم علم مستلزم عدم نہیں تو یہ تفسیر اُن تینوں سے اعم ہے۔ تعریفات السید میں ہے:

العبث ارتکاب امر غیر معلوم الفائدۃ[1]۔ عبث ایسے امر کا ارتکاب جس کا فائدہ معلوم نہ ہو۔ (ت)

اقول مگر علم[ف1] بے قصد کیا مفید بلکہ اس کی شناعت اور مزید تو یہ حد جامع نہیں۔

(۱۰) وہ کام جس سے فائدہ مقصود نہ ہو۔

اقول یہ نہم سے بھی اعم کہ عدمِ علم عدمِ قصد کو مستلزم ولا عکس، تاج العروس میں ہے:

وقیل مالا یقصد بہ فائدۃ[2] اھ۔ اور کہا گیا وہ جس سے کوئی فائدہ مقصود نہ ہو اھ

اقول اومأالی[ف2] ماتزییفہ وستسمع بعونہ تعالٰی انہ ھو الصحیح۔ **اقول** اس کی خامی کا اشارہ دیا اور بعونہ تعالٰی آگے واضح ہوگا کہ یہی تعریف صحیح ہے۔ (ت)

(۱۱) بے لذت کام عبث ہے اور لذت ہو تو لعب ــــ جوہرہ نیرہ میں ہے:

العبث کل فعل لالذۃ فیہ فاماالذی فیہ لذۃ فھو لعب[3]۔ عبث ہر وہ کام جس میں کوئی لذت نہ ہو اور جس میں کوئی لذت ہو وہ لعب ہے (ت)

www.alahazratnetwork.org

اقول یہ[ف3] اپنے اس ارسال پر بدیہی البطلان ہے نہ ہر بے لذت کام عبث جیسے دوائے تلخ پینا، نہ ہر لذت والا لعب جیسے درود شریف و نعت مقدس کا ورد، تو بعض تعریفات مذکورہ سے اُسے مقید کرنا لازم مثلاً یہ کہ جس فعل میں غرض صحیح نہ ہو۔

(۱۲) عبث و لعب ایک شَے ہیں۔ یہ تفسیر سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے ہے اور کثرتِ اقوال بھی اسی طرف ہے۔ ابن جریر اُس جناب مشرف بہ تشریف اللھم علمہ الکتاب سے راوی تعبثون تلعبون[4] (تم عبث کرتے ہو یعنی کھیل کود کرتے ہو۔ ت) یعنیٰ اسی طرح

ف1: تطفل اخرعلیہ ف2: معروضۃ علی السید مرتضی ف3: تطفل علی الجوھرۃ

---

[1] التعریفات للسید شریف باب العین انتشارات ناصر خسرو تہران ایران ص ۶۳

[2] تاج العروس باب الثاء فصل العین داراحیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۶۳۲

[3] الجوہرۃ النیرۃ کتاب الصلوۃ باب صفۃ الصلوۃ مکتبہ امدادیہ ملتان ۱/ ۷۴

[4] جامع البیان (تفسیر ابن جریر) تحت الآیۃ ۲۶/ ۱۲۸ داراحیاء التراث العربی بیروت ۱۹/ ۱۱۱

اُن کے تلمیذ ضحاک سے روایت کیا۔ نہایۂ اثیریہ و مختار الصحاح میں ہے، العبث اللعب[1] (عبث لعب ہے۔ ت) اسی طرح سیعین و مجمل میں ہے، وسیأتی، مصباح المنیر و قاموس میں ہے، عبث کفرح لعب[2] (عبث فرِح کی طرح (یعنی باب سمع سے ہے) کھیل کا نام ہے۔ ت) تاج العروس میں ہے:

عابث لاعب بما لایعنیه ولیس من باله[3]

عابث ایسا کھیل کرنے والا جو بے معنی ہے اور جس سے اسے کام نہیں۔ (ت)

صراح میں ہے، عبث بازی[4] (عبث ایک کھیل ہے۔ ت)

دررشرح غرر میں ہے، عبثه ای لعبه[5] (عبث یعنی لعب۔ ت)۔

مفردات راغب میں ہے:

العبث ان یخلط بعمله لعبا[6] الخ

عبث یہ ہے کہ اپنے کام میں کوئی کھیل ملا لے الخ

اقول وانما صار عبثا لما خلط لالذاته فالعبث حقیقة ما خلط لا ما خلط به۔

اقول وہ کام عبث اسی کھیل کی وجہ سے ہوا جو اس میں ملا دیا خود عبث نہ ہوا تو عبث حقیقۃً وہ ہے جس کو ملایا گیا وہ نہیں جس میں ملایا گیا (ت)

www.alahazratnetwork.org

طحطاوی علی الدر میں ہے:

العبث اللعب وقیل ما لا لذة فیه واللعب ما فیه لذة[7]۔

عبث کھیل کو کہتے ہیں اور کہا گیا وہ جس میں کوئی لذت نہ ہو اور لعب وہ جس میں کوئی لذت ہو۔ (ت)

---

[1] النہایۃ فی غریب الحدیث والاثر باب العین مع الباء دار الکتب العلمیۃ بیروت ۳/۱۵۴
مختار الصحاح باب العین موسسۃ علوم القرآن بیروت ص ۴۰۷
[2] القاموس المحیط باب الثاء فصل العین مصطفی البابی مصر ۱/۱۶۹
[3] تاج العروس باب الثاء " دار احیاء التراث العربی بیروت ۱/۶۳۲
[4] صراح " " مطبع مجیدی کانپور ۱/۷۵
[5] الدرر الحکام فی شرح غرر الاحکام کتاب الصلوٰۃ باب ما یفسد الصلوٰۃ وما یکرہ فیہا میر محمد کتب خانہ کراچی ۱/۱۰۷
[6] المفردات باب العین مع الباء نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۳۲۲
[7] حاشیۃ الطحطاوی علی الدر المختار باب ما یفسد الصلوٰۃ وما یکرہ فیہا المکتبۃ العربیۃ کوئٹہ ۱/۲۷۰

تفسیر ابن جریر میں ہے: عبثا العبا و باطلا[1] (عبث جو لعب اور باطل ہو۔ت)۔

یہ بارہ تعریفیں[ف1] ہیں اور بعونہٖ تعالٰی بعد تنقیح سب کا مآل ایک اگرچہ ۹ و ۱۱ کی عبارات میں تقصیر واقع ہوئی اس کی تحقیق چند امور سے ظاہر **فاقول** و باللہ التوفیق **اوّلا** لعب[ف2] و لہو و ہزل و لغو و باطل و عبث سب کا محصل متقارب ہے کہ بے ثمر و نامفید ہونے کے گرد دورہ کرتا ہے

نہایہ ابن اثیر میں ہے:

یقال لکل من عمل عملا لایجدی علیہ نفعا انما انت لاعب[2]۔

جو شخص کوئی ایسا کام کرے جو اسے کوئی فائدہ دے اس سے کہا جاتا ہے تم بس کھیل کرتے ہو۔(ت)

علامہ خفاجی سے گزرا:

العبث کاللعب ما خلا عن الفائدۃ[3]۔

عبث، لعب کی طرح وہ کام ہے جو فائدہ سے خالی ہو۔(ت)

تعریفات علامہ شریف میں ہے:

اللعب ھو فعل الصبیان یعقب التعب من غیر فائدۃ[4] اھ **اقول** و تعقیب التعب خرج نظرا الی الغالب ولیس شرطا لازما کما لایخفی۔

لعب وہ بچوں کا کام ہے جس کے بعد تکان آتی ہے فائدہ کچھ نہیں ہوتا اھ **اقول** بعد میں تکان ہونے کا ذکر غالب و اکثر کے لحاظ سے ہوا یہ لعب کی کوئی لازمی شرط نہیں جیسا کہ واضح ہے۔(ت)

ف1: مصنف کی تحقیق کہ عبث کی بارہ تعریفوں کا حاصل ایک ہے اور اس کی تعریف جامع مانع کا استخراج۔

ف2: لعب و لہو و ہزل و لغو و باطل و عبث متقارب المعنی ہیں۔

---

[1] جامع البیان (تفسیر ابن جریر) تحت الآیۃ ۲۳/۱۱۵ داراحیاء التراث العربی بیروت ۱۸/۷۸

[2] النہایۃ فی غریب الحدیث والاثر باب اللام مع العین دارالکتب العلمیۃ بیروت ۴/۲۱۸

[3] عنایۃ القاضی وکفایۃ الراضی تحت الآیۃ ۲۳/۱۱۵ " " " ۶/۱۱۱

[4] التعریفات للسید الشریف باب اللام انتشارات ناصر خسرو تہران ایران ص ۸۳

www.alahazratnetwork.org

اصول امام فخر الاسلام بزدوی قدس سرہ میں ہے :

اما الهزل فتفسیره اللعب وهو ان يراد بالشیئ ما لم یوضع له وضده الجد[1]

ھزل کی تفسیر لعب ہے وہ یہ کہ کسی شے سے وُہ قصد کیا جائے جس کے لئے اس کی وضع نہ ہوئی اس کی ضد "جِد" ہے۔ (ت)

اُس کی شرح کشف الاسرار میں ہے :

لیس المراد من الوضع ھٰھنا وضع اللغۃ لا غیر بل وضع العقل او الشرع فان الکلام موضوع عقلا لافادۃ معناہ حقیقۃ کان او مجاز او التصرف الشرعی موضوع لافادۃ حکمہ فاذا ارید بالکلام غیر موضوعہ العقلی وھو عدم افادۃ معناہ اصلا، ارید بالتصرف غیر موضوعہ الشرعی وھو عدم افادتہ الحکم اصلا فھو الھزل ولھذا فسرہ الشیخ باللعب اذ اللعب ما لا یفید فائدۃ اصلا وھو معنی ما نقل عن الشیخ ابی منصور رحمہ اللہ تعالٰی ان الھزل ما لا یراد بہ معنی[2]

یہاں وضع سے صرف وضع لغت مراد نہیں۔ بلکہ وضع عقل یا وضع شرعی بھی مراد ہے ــــ اس لئے کہ عقلاً کلام کی وضع اِس لئے ہے کہ اپنے معنی کا افادہ کرے خواہ وہ معنی حقیقی ہو یا مجازی ــــ اور تصرف شرعی کی وضع اس لئے ہے کہ اپنے حکم کا افادہ کرے ــــ تو جب کلام کا مقصد وہ ہو جس کے لئے عقلاً اس کی وضع نہ ہوئی ــــ وہ یہ کہ اپنے کم کا بالکل کوئی فائدہ نہ دے ــــ اور تصرف کا مقصد وُہ ہو جس کے لئے شرعًا اس کی وضع نہ ہوئی ــــ وہ یہ کہ اپنے حکم کا بالکل کوئی فائدہ نہ دے ــــ تو وہ ھزل ہے ــــ اسی لئے شیخ نے ھزل کی تفسیر لعب سے فرمائی اس لئے کہ لعب وُہ ہے جو بالکل کوئی فائدہ نہ دے اور یہ۔ اس کا مطلب ہے جو شیخ ابو منصور رحمہ اللہ تعالٰی سے منقول ہے کہ ہزل وہ ہے جس سے کوئی معنی مقصود نہ ہو۔ (ت)

تو تفسیر ۲ و ۱۲ کا حاصل ایک ہے ولہذا مصباح میں عبث من باب تعب لعب

---

[1] اصول البزدوی   فصل الھزل   نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی   ص ۳۴۷

[2] کشف الاسرار   〃   دار الکتاب العربی بیروت   ۴/ ۳۵۷

www.alahazratnetwork.org

وعمل مالا فائدۃ فیہ[۱] (عبث باب تعِب (سمع) سے ہے اس کا معنی کھیل کیا اور بے فائدہ کام کیا۔ ت) اور منتخب میں "عبث بفتحتین بازی و بیفائدہ" بطور عطف تفسیری لکھا۔

ثانیاً اقول جس طرح عاقل سے کوئی فعل اختیاری صادر نہ ہوگا جب تک تصور بوجہ مّا و تصدیق بفائدۃ مّا نہ ہو یونہی انسان کے ہوش و حواس جب تک حاضر ہیں بے کسی شغل کے نہیں رہتا خواہ عقلی ہو جیسے کسی قسم کا تصور، یا عملی جیسے جوارح سے کوئی حرکت، تو کسی قسم کا شغل ہو نفس کے لئے اس میں اپنی عادت کا حصول اور اپنے مقتضٰے کا تیسر ہے اور یہ خود اس کے لئے ایک نوع نفع ہے اگرچہ دین و دنیا میں سوا ایک جمعنے کی تحصیل کے اور کوئی ثمر و نفع اُس پر مرتب نہ ہو، باین معنی کوئی فعل اختیاری فاعل کے لئے اصلاً فائدہ سے عاری محض نہ ہوگا، ہاں یہ ممکن کہ وہ فائدہ قضیہ شرع بلکہ قضیہ مرضیہ عقل سلیم کے نزدیک بھی مثل لا فائدہ و محض غیر معتد بہا ہو بلکہ ممکن کہ اس کا مآل ضرریت ہو جیسے کفار کی عبادات شاقہ عاملۃ ناصبۃ ۝ تصلٰی نارا حامیۃ[۲] عمل کریں مشقت جھیلیں اور نتیجہ یہ کہ بھڑکتی آگ میں غرق ہوں گے۔ تو ۶ سے مقصود وہی ۷ ہے۔

ثالثاً یہ بھی ظاہر کہ کوہ کندن و کاہ برآوردن ہر عاقل کے نزدیک حرکت عبث ہے تو مقدار فائدہ و فعل میں اگرچہ تساوی درکار نہیں تفاوت فاحش بھی نہ ہونا ضرور ۸ سے یہی مراد، اور معتد بہ بنظر فعل ہونے سے یہی ہفتم کا مفاد۔ فائدہ کا فی نفسہا کوئی امر عظیم مہتم بالشان ہونا ہرگز ضرور نہیں بلکہ جیسا کام اُسی کے قابل فائدہ معتد بہا ہے وھذا ما کنا اشرنا الیہ (یہی وہ ہے جس کی طرف ہم نے اشارہ کیا تھا۔ ت)۔

رابعاً لذتِ لعب شرع کریم و عقل سلیم کے نزدیک فائدہ معتد بہا نہیں جبکہ لہو مباح ہو اور تعب کے بعد اُس سے ترویح قلب مقصود، اب نہ وہ عبث رہے گا نہ حقیقۃً لعب، اگرچہ صورت لعب ہو۔ ولہذا حدیث میں ہے حضور سیّد اکرم رحمتِ عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں،

ف: **مسئلہ** عبادت و محنت دینیہ کے بعد دفع کلال و ملال و حصول تازگی و راحت کے لئے احیاناً کسی امر مباح میں مشغولی جیسے جائز اشعار عاشقانہ کا پڑھنا سننا شرعاً مباح بلکہ مطلوب ہے۔

۱؎ مصباح المنیر کتاب العین تحت لفظ "عبث" منشورات دار الہجرۃ قم ایران ۲/ ۳۸۹
۲؎ القرآن الکریم ۸۸/ ۳ و ۴

الهوا والعبوا فانی اکرہ ان یری فی دینکم غلظۃ، رواہ البیہقی[1] فی شعب الایمان عن المطلب بن عبداللہ المخزومی رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

لہو ولعب (کھیل کُود) کرو کیونکہ میں یہ پسند نہیں کرتا کہ لوگ تمہارے دین میں سختی و درشتی دیکھیں۔ اسے امام بیہقی نے شعب الایمان میں مطلب بن عبداللہ مخزومی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ (ت)

امام ابن حجر مکی کف الرعاع پھر سیدی عارف باللہ حدیقہ ندیہ میں فرماتے ہیں:

اللھو المباح ماذون فیہ منہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وانہ فی بعض الاحوال قد لاینافی الکمال، وقولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم الھوا والعبوا دلیل لطلب ترویح النفوس اذا سئمت وجلاھا اذا صدیت باللھو واللعب المباح[2]

حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی طرف سے مباح لہو کی اجازت ہے اور یہ بعض احوال میں منافی کمال نہیں۔ حضور صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا ارشاد "کھیل کُود کرو" اس بات کی دلیل ہے کہ جب طبیعت اکتا جائے اور زنگ خوردہ سی ہوجائے تو مباح لہو ولعب کے ذریعہ اسے راحت دینا اور اس کا زنگ دور کرنا مطلوب ہے۔ (ت)

www.alahazratnetwork.org

تو ا بھی ان تفاسیر سے جدا نہیں کہ نہ لعب میں بوجہ لذت فائدہ معتدبہا ہوا نہ عبث سے بسبب عدم لذت فائدہ نامعتبرہ منتفی۔

خامسًا بلاشبہہ فاعل سے دفع بحث کے لئے صرف فعل فی نفسہٖ مفید ہونا کافی نہیں بلکہ ضرور ہے کہ یہ بھی اُس سے فائدہ معتدبہا بمعنی مذکورہ کا قصد کرے ورنہ اس نے اگر کسی قصد فضول و بیہودہ سے کیا تو اس پر الزام عبث ضرور لازم،

فانما الاعمال بالنیات وانما لکل امرئ ما نوی[3]

کیونکہ اعمال کا مدار نیت پر ہے اور ہر آدمی کے لئے وہی ہے جس کی اس نے نیت کی۔ (ت)

---

[1] شعب الایمان حدیث ۶۵۴۲ دارالکتب العلمیۃ بیروت ۵/ ۲۴۷
[2] الحدیقۃ الندیۃ الصنف الخامس من الاصناف التسعۃ فی بیان آفات الید مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ۲/ ۴۲۹
کف الرعاع الباب الثانی القسم الاول دارالکتب العلمیۃ بیروت ص ۲۵۲
[3] صحیح البخاری باب کیف کان بدؤ الوحی الی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۲

اور قصد کے لئے علم درکار کہ مجہول کا ارادہ نہیں ہوسکتا، زید سرِ راہ بیٹھا تھا ایک کھاتا پیتا ناشناسا گھوڑے پر سوار جارہا تھا اس نے ہزار روپے اٹھا کر اُسے دے دیئے کہ نہ صدقہ نہ صلہ رحم نہ محتاج کی اعانت نہ دوست کی امداد، کوئی نیت صالحہ نہ تھی، نہ ریا یا نام وغیرہ کسی مقصد بد کا محل تھا تو اسے ضرور حرکت عبث کہیں گے اگرچہ واقع میں وہ اس کا کوئی ذی رحم ہو جسے یہ نہ پہچانتا تھا۔ مقاصد شرعیہ پر نظر کرنے سے یہ حکم خوب منجلی ہوتا ہے، رب عزوجل فرماتا ہے:

وما اٰتیتم من ربا لیربو عند الله وما اٰتیتم من زکٰوۃ تریدون وجہ الله فاولٰئک ھم المضعفون[1]۔ جو فزونی تم دو کہ لوگوں کے مال میں زیادت ہو وہ خدا کے نزدیک نہ بڑھے گی اور جو صدقہ دو خدا کی رضا چاہتے تو انھیں لوگوں کے دُونے ہیں۔

عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما اس آیۂ کریمہ کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

الم تر الی الرجل یقول للرجل لاموّلنک فیعطیہ فھذا لایربو عند الله، لانہ یعطیہ لغیر الله لیثری مالہ[2]۔ کیا تو نے نہ دیکھا کہ ایک شخص دوسرے سے کہتا ہے میں تجھے مالدار کردوں گا، پھر اسے دیتا ہے تو یہ دینا خدا کے یہاں نہ بڑھے گا کہ اس نے غیرِ خدا کے لئے صرف اس نیت سے دیا کہ اس کا مال بڑھادوں۔

www.alahazratnetwork.org

امام ابراہیم نخعی فرماتے ہیں:

کان ھذا فی الجاھلیۃ یعطی احدھم ذاالقرابۃ المال یکثربہ مالہ[3]۔ یہ زمانۂ جاہلیت میں تھا اپنے عزیز کا مال بڑھانے کو اسے مال دیا کرتے۔

رواھما ابن جریر (ان دونوں کو ابن جریر نے روایت کیا۔ ت)۔

ف: مسئلہ صلۂ رحم اور اپنے اقربا کی مواسات عمدہ حسنات سے ہے مگر اگر نیت لوجہ اللہ نہ ہو بلکہ مثلاً خون کی شرکت اور طبعی محبت کا تقاضا تو اس سے عنداللہ کچھ فائدہ نہیں۔

---

[1] القرآن الکریم ۳۰/ ۳۹

[2] جامع البیان (تفسیر الطبری) عن ابن عباس تحت الآیۃ ۳۰/ ۳۹ داراحیاء التراث العربی بیروت ۲۱/ ۵۵

[3] " " بحوالہ ابراہیم النخعی " " " " " " ۲۱/ ۵۵

دیکھو فعل فی نفسہ مثمر ثمرۂ شرعیہ ہونے کا صالح فائدہ شرعیہ یعنی صلۂ رحم و مواسات پر مشتمل تھا مگر جب کہ اس نے اس کا قصد نہ کیا بے ثمر رہا تو حاصل یہ ٹھہرا کہ دفع عبث کو فائدۂ معتد بہا بنظر فعل معلومہ مقصودہ للفاعل درکار ہے تو ان تفاسیر کا وہی مآل ہوا جو ۹ و ۱۰ میں ملحوظ تھا ۔ مفرداتِ راغب میں ہے :

لعب فلان اذا کان فعلہ غیر قاصد بہ مقصدا صحیحا[1]۔ لعب فلاں اس وقت بولتے ہیں جب ایسا کام کرے جس سے وہ کوئی صحیح مقصد نہ رکھتا ہو (ت)۔

سادساً غرض وہی فائدۂ مقصودہ ہے اور صحیح یہی کہ معتد بہا ہو تو ۳ و ۵ بھی اسی معنی کو ادا کر رہی ہیں اور غرض میں جبکہ قصد ملحوظ ہے تو تعریفِ سوم و دہم اوضح و اخصر تعریفات ہیں اور یہیں سے واضح ہوا کہ قول سمین وجمل العبث اللعب وما لا فائدۃ فیہ وکل ما لیس فیہ غرض صحیح[2] (عبث لعب بے فائدہ جس میں غرض صحیح نہ ہو۔ ت) میں سب عطف تفسیری ہیں۔

سابعاً ہم بیان کر آئے کہ فعل اختیاری بے غرض محض صادر نہ ہوگا تو جو بے غرض کہتے ہیں ضرور بغرض غیر صحیح ہے تو ۱ و ۳ کا مفاد واحد ہے اور اس تقدیر پر سفہ کا مصداق افعال جنوں ہونگے۔

ثامناً شرعی سے اگر مقبولِ شرع مراد لیں تو وہی حاصل غرض صحیح ہے کہ ہر غرض صحیح کو اگرچہ مطلوب فی الشرع نہ ہو شرع قبول فرماتی ہے جبکہ اپنے اقوی سے معارض نہ ہو اور ہنگام معارضہ عدمِ قبول قبول فی نفسہ کا منافی نہیں جیسے حدیث احاد و قیاس کہ بجائے خود حجت شرعیہ ہیں اور معارضۂ کتاب کے وقت نامقبول، امام نسفی کا عدم غرض شرعی سے تعریف فرما کر تعلیل کراہت میں لانہ غیر مفید (اس لئے کہ یہ غیر مفید ہے۔ ت) فرمانا اسی کی طرف مشعر ہوسکتا ہے اس تقدیر پر ۲ اول اور ۴ سوم کی طرف عائد۔ اور ظاہر ہوا کہ بارہ کی بارہ تعریفوں کا حاصل واحد۔

اقول مگر غرض شرعی سے متبادر تر[عہ] غرض مطلوب فی الشرع ہے، اب یہ تخصیص بحسب

عہ وعن ھذا ما قال فی البحر

عہ یہی منشا ہے اس کا جو بحر میں فرمایا کہ

(باقی بر صفحۂ آئندہ)

ف : شرع کے دو معنے ہیں ، مقبول فی الشرع و مطلوب فی الشرع۔

---

[1] المفردات فی غرائب القرآن تحت لفظ "لعب" اللام مع العین نور محمد کارخانہ کراچی ص ۴۶۶

[2] الفتوحات الالٰہیۃ تحت الآیۃ ۲۳/۱۱۵ دار الفکر بیروت ۵/۲۶۷

مقام ہوگی کہ ان کا کلام عبث فی الصلوٰۃ میں سے ہے تو وہاں غرض مطلوب شرعی ہی غرض صحیح ہے نہ غیر۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

اختلف فی تفسیر العبث فذکر الکردری انہ فعل فیہ غرض لیس بشرعی والمذکور فی شرح الھدایۃ وغیرھا ان العبث الفعل لغرض غیر صحیح حتی قال فی النھایۃ ما لیس بمفید فھو العبث[1] اھ فاقام الخلاف لاجل التعبیر فی احدھا بشرعی وفی الاٰخر بصحیح ومال سعدی افندی الی ان المراد بالصحیح وھو الشرعی اذ فیہ الکلام فاشار الی نحو ما نحونا الیہ ان التخصیص لخصوص المقام وقد احسن فی البحر اذ جعل مآل فی النھایۃ وغیرھا من الشروح واحدا ولم یلتفت الی الفرق بین الغرض الغیر الصحیح وعدم الغرض ولکن کان عبارۃ العنایۃ محتملا للفرق بہ ایضا حیث نقل لتعریف بما فیہ غرض غیر شرعی وبما لیس فیہ غرض صحیح ثم

عبث کی تفسیر میں اختلاف ہے۔ بدر الدین کردری نے فرمایا وہ ایسا کام ہے جس میں کوئی ایسی غرض ہو جو شرعی نہ ہو۔ اور شرح ہدایہ وغیرہا میں ہے کہ عبث وہ کام ہے جو غرض غیر صحیح کے سبب ہو، یہاں تک کہ نہایہ میں فرمایا: جو فائدہ مند نہیں وہی عبث ہے اھ۔ تو صاحبِ بحر نے ایک میں "شرعی" سے تعبیر اور دوسری میں "صحیح" سے تعبیر کی وجہ سے اختلاف قرار دیا اور سعدی آفندی کا میلان اس طرف ہے کہ صحیح سے مراد وہی شرعی ہے اس لئے کہ کلام اسی سے متعلق ہے۔ تو جس روش پر ہم چلے اسی کی جانب انہوں نے اشارہ دیا کہ یہ تخصیص خصوصیت مقام کے پیشِ نظر ہے۔ اور بحر میں یہ بہت خوب کیا کہ نہایہ اور اس کے علاوہ شروح کی تعبیرات کا مآل ایک ٹھہرایا اور "غرض غیر صحیح" و "عدم غرض" کے فرق پر التفات نہ کیا۔ مگر عنایہ کی عبارت اس تفریق کا بھی احتمال رکھتی تھی کیونکہ اس میں دونوں تعریفیں نقل کی، "وہ جس میں غرض غیر شرعی ہو اور وہ جس میں کوئی غرض صحیح نہ ہو" پھر کہا کہ:

(باقی بر صفحہ آئندہ)

---

[1] البحر الرائق کتاب الصلوٰۃ باب مایفسد الصلوٰۃ ومایکرہ فیہا ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/ ۱۹

آخر نہ دیکھا کہ مٹی سے بچانے[ف۱] کے لئے دامن اُٹھانا غرض صحیح ہے اور نماز میں مکروہ کہ غرض مطلوب شرعی نہیں، اور پیشانی سے پسینہ[ف۲] پونچھنا باآنکہ غرض مطلوب فی الشرع نہیں نماز میں بلاکراہت روا جبکہ ایذا دے اور شغل خاطر کا باعث ہو کہ اب اس کا ازالہ غرض مطلوب شرع ہوگیا۔ عنایہ و نہایہ و

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

قال ولا نزاع فی الاصطلاح[۱] اھ فلذا اجاب عنہ سعدی افندی بان النفی فی التعریف الثانی داخل علی القید[۲] اھ۔ **اقول** و ھو مشکل بظاھرہ فان النفی اذا استولی علی مقید بقید صدق بانتفاء ایھما کان وانما یتم بالتحقیق الذی القینا علیک ان لاوقوع للفعل الاختیاری من دون غرض اصلا اھ منہ عفی عنہ۔

اصطلاح میں کوئی نزاع نہیں اھ۔ اسی لئے سعدی آفندی نے اس کا جواب دیا کہ دوسری تعریف میں نفی قید پر داخل ہے اھ۔ **اقول** اور وہ بظاہر مشکل ہے اس لئے کہ نفی جب کسی ایسی چیز پر وارد ہوتی ہے جو کسی قید سے مقید ہے تو مقید اور قید کسی کے بھی انتفاء سے نفی کا صدق ہوجاتا ہے ــ اب دونوں کے مآل میں وحدت کی بات اسی وقت تام ہوسکتی ہے جب وہ تحقیق لی جائے جو ہم نے پیش کی کہ فعل اختیاری کا وقوع بغیر کسی غرض کے ہوتا ہی نہیں (تو مالیس فیہ غرض صحیح کا مآل یہی ہوگا کہ اس کی کوئی غرض تو ضرور ہے مگر غرض صحیح نہیں ہے اور یہ صورت کہ سرے سے صحیح غیر صحیح کوئی غرض ہی نہ ہو، واقع میں اس کا وجود نہ ہوگا ۱۲م) ۱۲ منہ (ت)

ف۱: مسئلہ نماز میں مٹی سے بچانے کے لئے دامن اٹھانا مکروہ ہے۔

ف۲: مسئلہ نماز میں مُنہ پر پسینہ ایسا آیا کہ ایذا دیتا اور دل بٹتا ہے تو اس کا پونچھنا مکروہ نہیں ورنہ مکروہ تنزیہی ہے۔

---

[۱] العنایۃ علی الہدایۃ علی ہامش فتح القدیر کتاب الصلوۃ باب مایفسد الصلوۃ الخ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/۳۵۶

[۲] حاشیۃ سعدی آفندی علی العنایۃ " " " " " " " " " " "

www.alahazratnetwork.org

27 بحر وغیرہا میں ہے :

كل عمل يفيد المصلي لاباس به لما روي انه صلى الله تعالٰى عليه وسلم عرق في صلوته ليلة فسلت العرق عن جبينه اي مسحه لانه كان يؤذيه فكان مفيدا واذا قام من سجوده في الصيف نفض ثوبه يمنة و يسرة كيلا تبقى صورة[1]

جس کام سے مصلی کو فائدہ ہو اس میں حرج نہیں اس لئے کہ مروی ہے کہ حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو ایک رات نماز میں پسینہ آیا تو حضور نے جبین مبارک سے پسینہ پونچھ دیا، اس لئے کہ اس سے حضور کو تکلیف ہوتی تھی تو پونچھنا مفید تھا ــــ اور جب گرمی کے موسم میں سجدہ سے اٹھتے تو دائیں یا بائیں اپنا کپڑا جھٹک دیتے تاکہ صورت باقی نہ رہے۔(ت)

حاشیہ سعدی افندی میں ہے :

يعني حكاية صورة الالية[2]

یعنی سرین کی صورت کی نقل نہ ظاہر ہو۔(ت)

ردالمحتار میں ہے :

فليس نفضه للتراب فلا يرد ما في البحر عن الحلية انه اذا كان يكره رفع الثوب كيلا يتترب لايكون نفضه من التراب عملا مفيدا[3] اھ ورأيتني كتبت

تو اسے جھٹکنا مٹی کی وجہ سے نہیں ــــ اس لئے وہ اعتراض وارد نہ ہوگا جو بحر میں حلیہ سے منقول ہے کہ جب خاک آلود ہونے کے اندیشے سے کپڑا اٹھالینا مکروہ ہے تو مٹی سے اسے جھاڑنا کوئی مفید عمل نہ ہوا اھ۔ اس عبارت پر میرا حاشیہ

ف : مسئلہ گرمی کے موسم میں دامن یا جامہ سرین سے مل کر ان کی صورت ظاہر کرتا ہے اس سے بچنے کے لئے کپڑا دہنے بائیں نماز میں جھٹک دینا مکروہ نہیں بلکہ مطلوب ہے اور بلاحاجت کراہت۔

---

[1] العنایۃ علی الہدایۃ علی ہامش فتح القدیر باب مایفسد الصلوٰۃ فصل ویکرہ للمصلی الخ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/ ۳۵۷
البحرالرائق بحوالہ النہایۃ کتاب الصلوٰۃ 〃 〃 〃 〃 〃 ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/ ۱۹
ردالمحتار 〃 〃 〃 〃 〃 〃 داراحیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۴۳۰
[2] حاشیۃ سعدی آفندی علی العنایۃ 〃 〃 〃 〃 〃 مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/ ۳۵۷
[3] ردالمحتار کتاب الصلوٰۃ 〃 〃 〃 〃 داراحیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۴۳۰

www.alahazratnetwork.org

27/27

علیہ **اقول** الذی فی الحلیۃ[۱] ھٰکذا ثم فی الخلاصۃ والنھایۃ وحاصلہ[۲] ان کل عمل مفید للمصلی فلا باس بفعلہ کسلت العرق عن جبینہ ونفض ثوبہ من التراب وما لیس بمفید یکرہ للمصلی الاشتغال بہ اھ واعترض علیہ بثلثۃ وجوہ[۳] فقال قلت لکن اذا کان یکرہ رفع الثوب کیلا یتترب (کما تقدم) وانہ قد وقع الخلاف فی انہ یکرہ مسح التراب عن جبھتہ فی الصلٰوۃ کما ستذکرہ[ع]، وانہ قد وقع

یہ ہے: **اقول** حلیہ کی عبارت اس طرح ہے: پھر خلاصہ اور نہایہ میں ہے کہ اس کا حاصل یہ ہے کہ ہر وہ عمل جو مصلی کے لئے مفید ہو اس کے کرنے میں حرج نہیں جیسے پیشانی سے پسینہ پونچھنا، اور مٹی سے کپڑا جھاڑنا ___ اور جو مفید نہیں ہے اس میں مشغول ہونا مصلی کے لئے مکروہ ہے اھ ___ حلبی نے اس عبارت پر تین طرح اعتراض کیا، وہ لکھتے ہیں: میں کہوں گا (۱) جب خاک آلود ہونے کے اندیشے سے کپڑا اٹھانا مکروہ ہے تو مٹی سے اسے جھاڑنا کوئی مفید عمل نہ ہوا (۲) اور اس بارے میں اختلاف ہے کہ نمازمیں پیشانی سے مٹی صاف کرنا مکروہ ہے یا نہیں جیسا کہ آگے اسے ہم ذکر کریں گے۔

www.alahazratnetwork.org

[ع] ذکر فیہ معترکا ولم یتخلص من

[ع] اس میں معرکہ آرائی کی جگہ بتائی ہے اور

(باقی برصفحہ آئندہ)

---

[۱]: معروضۃ علی العلامۃ ش

[۲]: مسئلہ نمازی کو ہر وہ عمل کہ نماز میں مفید ہو جائز وغیر مکروہ ہے اور ہر وہ عمل جس کا فائدہ نماز کی طرف عائد نہ ہو کم از کم مکروہ وخلافِ اولٰی ہے۔

[۳]: مسئلہ سجدہ میں ماتھے پر لگی ہوئی مٹی اگر ایذا دے مثلاً اس میں باریک کنکریاں ہوں یا کثیر ہو کہ آنکھوں پلکوں پر جھڑتی ہے جب تو مطلقاً اُسے پُونچھنے میں حرج نہیں اور نہ اخیر التحیات کے ختم سے پہلے مکروہ ہے اور اس کے بعد سلام سے پہلے حرج نہیں اور سلام کے بعد اسے صاف کردینا تو مستحب ہے بلکہ اگر ریا کا خیال ہو کہ لوگ ٹیکا دیکھ کر نمازی سمجھیں جب تو اس کا باقی رکھنا حرام ہوگا۔

---

[۱] جدالممتار علی ردالمحتار کتاب الصلٰوۃ باب ما یفسد الصلٰوۃ الخ المجمع الاسلامی مبارکپور، ہند ۱/۳۰۵

ف: الندب الی تتریب الوجہ فی السجود (۳) اور کپڑا تو دور کنار چہرے کو سجدے میں خاک آلود

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

کلامہ کبیر شیئ **اقول** و الاوفق الالصق باصول المذہب ان لو اٰذاہ وشغل قلبہ کان کان فیہ صغار حصی اوکان کثیرا یتناثر علی عیونہ وجفونہ مسح مطلقا ولو فی وسط الصلٰوۃ والاکرہ فی خلال الصلٰوۃ ولو فی التشہد الاخیر اما بعدہ وقبل السلام فقد نصوا ان لاباس بہ بلاخلاف وبعد السلام یستحب المسح دفعا للاذی وکراھۃ المثلۃ ففی الخانیۃ لاباس بان یمسح جبھتہ من التراب والحشیش بعد الفراغ من الصلٰوۃ وقبلہ اذا کان یضرہ ذلک ویشغلہ عن الصلٰوۃ وان کان لایضرہ ذلک یکرہ فی وسط الصلٰوۃ ولایکرہ قبل التشہد والسلام[۱] اھ وفی الحلیۃ وفی التحفۃ

ان کے کلام سے کوئی بڑی بات حاصل نہیں ہوتی۔ **اقول** اصولِ مذہب سے زیادہ مطابق اور ہم آہنگ یہ ہے کہ مٹی سے اگر اسے تکلیف ہو اور اس کا دل بٹے مثلاً یہ کہ اس پر کنکریوں کے ریزے ہوں یا مٹی اتنی زیادہ ہو کہ آنکھوں اور پلکوں پر جھڑ کر گرتی ہو تو اسے صاف کر دے۔ مطلقاً — اگرچہ درمیانِ نماز میں ہو — ورنہ درمیانِ نماز صاف کرنا مکروہ ہے اگرچہ تشہد اخیر میں ہو، اور اس کے بعد، سلام سے قبل صاف کرنے سے متعلق علما کی بلا اختلاف تصریح ہے کہ اس میں کوئی حرج نہیں — اور بعد سلام صاف کرنا دفع اذٰی اور کراہت مثلہ کے پیشِ نظر مستحب ہے۔ خانیہ میں ہے: اس میں حرج نہیں کہ پیشانی سے مٹی اور تنکا نماز سے فارغ ہونے کے بعد صاف کر دے اور اس سے پہلے بھی جب کہ اس سے اسے ضرر ہو اور نماز سے اس کا دل بٹتا ہو۔ اور اگر اس سے ضرر نہ ہو تو درمیانِ نماز مکروہ ہے اور تشہد و سلام سے پہلے مکروہ نہیں۔ اھ — حلیہ میں ہے: تحفہ میں ہے کہ

(باقی بر صفحہ آئندہ)

ف: مسئلہ مستحب ہے کہ سجدہ میں سر خاک پر بلا حائل ہو۔

[۱] فتاوٰی قاضی خان کتاب الصلٰوۃ باب الحدث فی الصلٰوۃ الخ نولکشور لکھنؤ ۱/ ۵۷

فضلا عن الثوب فکون نفض | کرنے کی ترغیب آئی ہے تو یہ بات عیاں طور پر

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

فی ظاھر الروایۃ یکرہ فی وسطھا ولاباس بہ اذا قعد قدر التشھد[1] ونص علی انہ الصحیح ونص رضی الدین فی المحیط علی انہ الاصح الخ وفیھا نصوا علی انہ لاباس بان یمسح بعد مافرغ من صلٰوتہ قبل ان یسلم[2]، قال فی البدائع بلاخلاف لانہ لو قطع الصلٰوۃ فی ھذہ الحالۃ لایکرہ فلان لایکرہ ادخال فعل قلیل اولٰی[3] الخ وفیھا عن الذخیرۃ اذا مسح جبھتہ بعد السلام یستحب لہ ذٰلک لانہ خرج من الصلٰوۃ وفیہ ازالۃ الاذٰی عن نفسہ[4] الخ۔

اقول ولو ابقاہ معاذ اللہ ریاء

ظاہر الروایہ میں یہ درمیان نماز مکروہ ہے اور جب بقدر تشہد بیٹھ چکا ہو تو اس میں کوئی حرج نہیں اور اس پر نص فرمایا کہ یہی صحیح ہے اور محیط میں رضی الدین نے یہ تصریح فرمائی کہ یہ اصح ہے الخ۔ اور حلیہ میں یہ بھی ہے: علما نے تصریح فرمائی ہے کہ نماز سے فارغ ہونے کے بعد سلام پھیرنے سے پہلے صاف کرنے میں کوئی حرج نہیں۔ بدائع میں فرمایا اس میں کوئی اختلاف نہیں تو فعل قلیل اختلاف نہیں کیونکہ اس حالت میں اس کا نماز قطع کر دینا مکروہ نہیں تو فعل قلیل داخل کر دینا بدرجۂ اولٰی مکروہ نہ ہوگا۔ اور حلیہ میں ذخیرہ کے حوالے سے ہے: بعد سلام اپنی پیشانی صاف کرے تو یہ اس کے لئے مستحب ہے اس لئے کہ وہ نماز سے باہر آچکا ہے اور اس میں اپنے سے گندگی (اذٰی) دور کرنا بھی ہے الخ۔

اقول اور اگر معاذ اللہ ریاکاری کے لئے

(باقی بر صفحہ آئندہ)

www.alahazratnetwork.org

[1] تحفۃ الفقہاء کتاب الصلٰوۃ باب مایستحب فی الصلٰوۃ ومایکرہ فیہا دار الفکر بیروت ص ۷۲

[2] بدائع الصنائع " " " " " " " " ایچ ایم سعید کمپنی لاہور ۱/۲۱۹

[3] " " " " " " " " " " " ۱/۲۱۹ و ۲۲۰

[4] حلیۃ المحلی شرح منیۃ المصلی

الثوب من التراب عملا مفیدا | محلِ نظر ہے کہ مٹی سے کپڑے کو جھاڑنا کوئی مفید عمل ہے

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

الناس حرم قطعا کما لایخفی ورأیتنی کتبت علی قول البدائع لوقطع الصلوٰۃ فی ھذہ الحالۃ لایکرہ ما نصہ:

اقول کیف[ف] لایکرہ مع ان الواجب علیہ الانہاء بالسلام لا القطع بعمل غیرہ فان اراد بالقطع الانہاء منعنا القیاس لانہ مامور بہ کیف یقاس علیہ مالیس مطلوبا وھو مالم ینہھا لایقع مایقع الافی خلالھا الاتری الی الاثنا عشریۃ قال فی الھدایۃ علی تخریج البردعی[۱] ان الخروج عن الصلوٰۃ بصنع المصلی فرض عند ابی حنیفۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ فاعتراض ھذہ العوارض عندہ فی ھذہ الحالۃ کاعتراضھا فی خلال الصلوٰۃ اھ وفی الفتح

اسے باقی رکھے تو قطعاً حرام ہے جیسا کہ واضح ہے۔ اور بدائع کی عبارت "اس حالت میں اس کا نماز قطع کردینا مکروہ نہیں" پر میں نے اپنا تحریر کردہ یہ حاشیہ دیکھا:

اقول کیوں مکروہ نہیں جب کہ اس پر واجب یہ ہے کہ سلام پر نماز پوری کرے نہ یہ کہ سلام کے علاوہ کسی عمل سے نماز قطع کردے۔ تو اگر قطع سے ان کی مراد نماز پوری کرنا ہے تو قیاس درست نہیں کیونکہ سلام پر نماز پوری کرنے کا تو اسے حکم ہے اس پر اس عمل کا قیاس کیسے ہوسکتا ہے جو مطلوب نہیں اور جب تک وہ نماز سلام سے پوری نہ کرے جو عمل بھی ہوگا درمیانِ نماز ہی ہوگا کیا وہ مشہور بارہ مسائل پیشِ نظر نہیں — ہدایہ میں فرمایا: امام بردعی کی تخریج پر یہ ہے کہ نماز سے مصلی کا اپنے عمل کے ذریعہ باہر آنا امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کے نزدیک فرض ہے۔ تو ان کے نزدیک اس حالت میں ان عوارض کا پیش آنا ایسا ہی ہے جیسے نماز کے درمیان پیش آنا اھ — اور فتح القدیر میں امام

(باقی برصفحہ آئندہ)

ف: تطفل علی الامام الجلیل صاحب البدائع۔

[۱] الہدایۃ کتاب الصلوٰۃ باب الحدث فی الصلوٰۃ المکتبۃ العربیۃ کراچی ۱/۱۱۰

www.alahazratnetwork.org

وانہ لاباس بہ مطلقا فیہ نظر ظاہر[1] اھ وانت تعلم ان اعتراضہ علی ما نقل عن الخلاصۃ والنہایۃ صحیح الی الغایۃ للتصریح فیہ ان النفض من التراب۔

اور اس میں "مطلقاً" کوئی حرج نہیں ہے اھ۔ ناظر کو معلوم ہے کہ حلبی نے خلاصہ ونہایہ سے جس طرح عبارت نقل کی ہے اس پر ان کا اعتراض بالکل درست اور بجا ہے کیونکہ اس عبارت میں مٹی سے جھاڑنے کی صراحت موجود ہے۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

ناقلا عن الکرخی انما تبطل عندہ فیھا لانہ فی اثنائھا کیف وقد بقی علیہ واجب وھو السلام وھو اخرھا داخلا فیھا[2] اھ فاتفق التخریجان ان ما قبل السلام داخل فی خلال الصلوۃ فلو لا یکرہ ما یکون فیہ مما لیس من افعال الصلوۃ ولا مفیدا محتاجا الیہ فتدبر اذ لا بحث مع الاطباق لاسیما من مثلی والاتباع للمنقول وان لم یظھر للعقول، واللہ تعالٰی اعلم اھ منہ غفرلہ۔

کرخی سے نقل ہے، امام صاحب کے نزدیک ان عوارض کی صورتوں میں نماز اسی لئے باطل ہوتی ہے کہ وہ ابھی اثنائے نماز میں ہے کیوں نہ ہو جب کہ ابھی اس کے ذمہ ایک واجب باقی ہے وہ ہے سلام، یہ نماز کا آخری عمل ہے اور نماز میں داخل ہے اھ ــــ تو امام بردعی وامام کرخی دونوں حضرات کی تخریجیں اس پر متفق ہیں کہ ما قبل سلام، درمیان نماز داخل ہے تو اس حالت میں واقع ہونے والا وہ کام مکروہ کیوں نہ ہوگا جو نہ افعالِ نماز سے ہے نہ مفید ہے نہ اس کی حاجت ہے تو تدبر کرو۔ اس لئے کہ اتفاق موجود ہوتے ہوئے بحث کی ــــ خصوصاً مجھ جیسے سے ــــ گنجائش نہیں۔ اتباع منقول کا ہوگا اگرچہ اس کی وجہ معقول ظاہر نہ ہو۔ واللہ تعالٰی اعلم اھ منہ غفرلہ (ت)

[1] البحرالرائق بحوالہ الحلبی کتاب الصلوۃ باب ما یفسد الصلوۃ وما یکرہ فیھا ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/ ۱۹
[2] فتح القدیر کتاب الصلوۃ باب الحدث فی الصلوۃ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/ ۳۳۶

اقول وانما قیدہ بقولہ مطلقا لان الثوب ان کان ممایفسدہ التراب کان یکون من الحریر المخلوط للرجل اوالخالص للمرأۃ وکان فی التراب نداوۃ فلولم یغسل بقی متلوثا ولوغسل فسد فحینئذ ینبغی ان لاینھی التوقی فان الضرورات تبیح المحظورات، واللہ تعالٰی اعلم۔

ولکن الشان ان لیس لفظ التراب لافی الخلاصۃ ولافی النھایۃ فنص نسختی الخلاصۃ ولایعبث بشیئ من جسدہ وثیابہ والحاصل ان کل عمل ھو مفید لاباس بہ للمصلی وقد صح عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم انہ سلت العرق عن جبینہ وکان اذا قام من سجودہ نفض ثوبہ یمنۃ و یسرۃ ومالیس بمفید یکرہ کاللعب ونحوہ[1] اھ۔

اقول اعتراض کے الفاظ میں انھوں نے "مطلقاً" کی قید اس لئے رکھی ہے کہ اگر کپڑا ایسا ہو جو کہ مٹی سے خراب ہو جائے مثلاً مرد کا کپڑا مخلوط ریشم کا یا عورت کا خالص ریشم کا ہو اور مٹی میں نمی ہو اب اگر اسے دھوتا نہیں تو کپڑا خاک آلود رہ جاتا ہے اور دھوتا ہے تو خراب ہوتا ہے ایسی صورت میں مٹی سے بچانا ممنوع نہ ہونا چاہئے کیوں کہ ضرورتوں کے پاس ممنوعات مباح ہو جاتے ہیں، واللہ تعالٰی اعلم۔

لیکن معاملہ یہ ہے کہ لفظ "تراب (مٹی)" نہ خلاصہ میں ہے نہ نہایہ میں ہے۔ میرے نسخۂ خلاصہ کی عبارت یہ ہے: "اور اپنے جسم یا کپڑے کے کسی حصے سے کھیل نہ کرے۔ اور حاصل یہ ہے کہ ہر وہ عمل جو مفید ہو مصلی کے لئے اس میں حرج نہیں، نبی صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے بطریق صحیح ثابت ہے کہ جبین مبارک سے پسینہ صاف کیا اور جب سجدہ سے اٹھتے تو اپنا کپڑا دائیں بائیں جھٹک دیتے ___ اور جو مفید نہیں وہ مکروہ ہے جیسے لعب اور اس کے مثل اھ۔

ف: مسئلہ اگر کپڑا بیش قیمت ہے جیسے ریشمیں تانے کا مرد کے لئے یا خالص ریشمی عورت کے لئے اور نماز خالی زمین پر پڑھ رہا ہے اور مٹی گیلی ہے کہ کپڑا نہ بچائے تو کیچڑ سے خراب ہوگا اور دھونے سے بگڑ جائے گا تو ایسی حالت میں بچانے کی اجازت ہونی چاہیے۔ واللہ تعالٰی اعلم

---

[1] خلاصۃ الفتاوٰی کتاب الصلوٰۃ الفصل الثانی مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ۱/ ۵۷

www.alahazratnetwork.org

ونص النهایۃ علی ما نقل فی البحر مثل ما اثرتہ عن العنایۃ بمعناہ وقد صرح فیہ بالمراد اذ قال کیلا یبقی صورۃ ولا توجہ علیہ لشیئ من الایرادات بید ان الامام الحلبی ثقۃ حجۃ امین فی النقل فالظاھر انہ وقع ھکذا فی نسختیہ الخلاصۃ والنہایۃ ولکن العجب[1] من البحر نقل عبارۃ النہایۃ مصرحۃ بالصواب ثم عقبہا بالاعتراضات الواردۃ علی لفظ من التراب واقرھا کانہ لیس عنہا جواب۔

اور نہایہ کی عبارت جیسے بحر میں نقل کی ہے بالمعنی اسی کی طرح ہے جو میں نے عنایہ سے نقل کی اور اس میں مراد کی تصریح کر دی ہے کیوں کہ اس میں کہا ہے: "تاکہ صورت نہ باقی رہے" اور اس عبارت پر ان تینوں اعتراضوں میں سے ایک بھی وارد نہیں ہو سکتا۔ مگر امام حلبی نقل میں ثقہ، حجت، امین ہیں تو ظاہر یہ ہے کہ ان کے خلاصہ اور نہایہ کے نسخوں میں عبارت اسی طرح ہوگی جیسے انھوں نے نقل کی ۔ لیکن تعجب بحر پر ہے کہ انھوں نے نہایہ کی عبارت تو صاف صحیح کی تصریح کے ساتھ نقل کی (وہ جس پر کوئی اعتراض وارد نہیں ہو سکتا) پھر بھی اس کے بعد لفظ "تراب" سے متعلق وارد ہونے والے اعتراضات نقل کر کے انھیں برقرار رکھا گویا ان کا کوئی جواب نہیں۔

یہ نہایت کلام ہے تحقیق[2] معنیٔ عبث میں، اب تنقیح حکم کی طرف چلئے و باللہ التوفیق

اقول بیان سابق سے واضح ہوا کہ عبث کا مناط فعل میں فائدہ معتدبہا مقصود نہ ہونے پر ہے اور وہ اپنے عموم سے قصد مضر و ارادۂ شر کو بھی شامل، تو بظاہر مثل اسراف اس کی بھی دو صورتیں، ایک فعل بقصد شنیع، دوسری یہ کہ نہ کوئی بُری نیت ہو نہ اچھی ۔ رب عزوجل نے فرمایا:

افحسبتم انما خلقنکم عبثا وانکم الینا لا ترجعون[1]

کیا اس گمان میں ہو کہ ہم نے تمھیں عبث بنایا اور تم ہماری طرف نہ پلٹو گے۔

ف۱: تطفل علی البحر

ف۲: حکم عبث کی تنقیح۔

---

[1] القرآن الکریم ۲۳/ ۱۱۵

www.alahazratnetwork.org

علما نے اس آیۂ کریمہ میں عبث کو معنی دوم پر لیا یعنی کیا ہم نے تم کو بیکار بنایا، تمھاری آفرینش میں کوئی حکمت نہ تھی، یونہی بھیجنے پیدا ہوئے بیہودہ مرجاؤ گے نہ حساب نہ کتاب نہ عذاب نہ ثواب، جیسے وہ خبیث کہا کرتے تھے:

ان ھی الاحیاتنا الدنیا نموت و نحیٰی ومانحن بمبعوثین۔[1]

یہ تو نہیں مگر یہی ہماری دنیا کی زندگی، ہم مرتے ہیں اور جیتے ہیں اور مرنے کے بعد دوبارہ ہم اٹھائے نہ جائیں گے۔(ت)

اس پر رَد کو یہ آیت اُتری۔

کما تقدم بعض نقلہ وزعم العلامۃ الخفاجی بعد ماذکر فی العبث ثلث عبارات تقدمت والظاھر[2] ان المراد (ای فی ھذہ الکریمۃ) الاول اھ۔

اقول اولا ف۱ علمت ان الکل واحد وثانیا ان ف۲ ابقینا التغایر فالظاھر الاخیران لان فی الھمزۃ انکار ما حسبوہ لایجاب ما سلبوہ ولیس المراد اثبات فائدۃ ما ولو غیر معتد بھا ولھذا قال فی الارشاد بغیر حکمۃ[3] بالغۃ واطلق الجلال لان حکم اللہ تعالٰی کلھا بالغۃ

جیسا کہ اس کی کچھ نقلیں گزر چکیں ــــــ اور علامہ خفاجی نے عبث سے متعلق وہ تین عبارتیں ذکر کیں جو گزر چکیں پھر یہ کہا کہ ظاہر یہ ہے کہ اس آیت کریمہ میں مراد پہلا معنٰی ہے اھ ــــــ

اقول اولاً یہ واضح ہو چکا کہ سب تعریفیں ایک ہی ہیں۔ ثانیاً اگر ہم تغایر باقی رکھیں تو ظاہر آخری دو تعریفیں ہیں۔ اس لئے کہ ہمزہ میں ان کے گمان کا انکار ہے تاکہ اس کا اثبات ہو جس کی انھوں نے نفی کی۔ اور مراد یہ نہیں کہ کسی بھی فائدہ کا اثبات ہو جائے اگرچہ قابل لحاظ وشمار نہ ہو۔ اور اس لئے ارشاد میں فرمایا: بغیر حکمت بالغہ کے۔ اور جلال نے مطلق رکھا، کیونکہ اللہ تعالٰی کا ہر حکم بالغ ہے

ف۱: معروضۃ علی العلامۃ الخفاجی

ف۲: معروضۃ اخری علیہ

---

[1] القرآن الکریم ۲۳/ ۳۷

[2] عنایۃ القاضی علی تفسیر البیضاوی تحت الآیۃ ۲۳/ ۱۱۵ دارالکتب العلمیۃ بیروت ۶/ ۶۱۱

[3] الارشاد العقل السلیم " " داراحیاء التراث العربی بیروت ۶/ ۱۵۳

www.alahazratnetwork.org

علی ان الحکمۃ نفسہا یستحیل ان لایعتد بہا۔

علاوہ ازیں بذاتِ خود حکمت ناممکن ہے کہ غیر معتد بہا ہو۔ (ت)

اور سیدنا ہود علٰی نبینا الکریم وعلیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے اپنی قوم عاد سے فرمایا:

اتبنون بکل ریع ایۃ تعبثون ○ وتتخذون مصانع لعلکم تخلدون ○[1]

کیا ہر بلندی پر ایک نشان بناتے ہو عبث کرتے یا عبث کے لئے اور کارخانے بناتے ہو گویا تمھیں ہمیشہ رہنا ہے۔

اس آیہ کریمہ میں بعض نے کہا راستوں میں مسافروں کے لئے بے حاجت بھی جگہ جگہ علامتیں قائم کرتے تھے۔

ذکرہ فی الکبیر وتبعہ البیضاوی و ابوالسعود والجمل قال فی الانوار (ایۃ) علما للمارۃ (تعبثون) ببنائہا اذا کانوا یھتدون بالنجوم فی اسفارھم فلا یحتاجون الیہا اھ[2] فاورد ان لا نجوم بالنہار وقد یحدث باللیل من الغیوم مایستر النجوم، واجاب فی العنایۃ بانھم لایحتاجون الیہا غالبا اذا امر الغیم نادر لاسیما فی دیار العرب[3] اھ۔

اسے تفسیر کبیر میں ذکر کیا اور بیضاوی، ابوالسعود اور جمل نے اس کا اتباع کیا۔ انوار التنزیل بیضاوی میں ہے (نشان) گزرنے والوں کے لئے علامت (عبث کرتے ہو) اسے بناکر — اس لئے کہ وہ اپنے سفروں میں ستاروں سے راہ معلوم کرتے تو انھیں نشانات کی حاجت نہ تھی اھ۔ اس پر اعتراض ہوا کہ دن میں ستارے نہیں ہوتے اور رات کو بھی کبھی اتنی بدلی ہوجاتی ہے کہ ستارے چھپ جاتے ہیں — عنایۃ القاضی میں علامہ خفاجی نے اس کا یہ جواب دیا کہ زیادہ تر انھیں اس کی حاجت نہ تھی اس لئے کہ بدلی ہونا نادر ہے خصوصًا دیارِ عرب میں۔ اھ۔

اقول اولا ف لم یجب عن

اقول اولا دن والی صورت سے

ف: معروضۃ ثالثۃ علیہ۔

---

[1] القرآن الکریم ۲۶/ ۱۲۸ و ۱۲۹

[2] انوار التنزیل (تفسیر البیضاوی) تحت الآیۃ ۲۶/ ۱۲۸ و ۱۲۹ دار الفکر بیروت ۴/ ۲۴۷

[3] عنایۃ القاضی علی تفسیر البیضاوی 〃 〃 〃 دار الکتب العلمیہ بیروت ۷/ ۱۹۹

النهار وانما به اکثر الاسفار۔

اعتراض کا جواب نہ دیا جب کہ زیادہ تر سفر دن ہی میں ہوتے ہیں۔

وثانیا[ف۱] ان سلم الندور فعمل مایحتاج الیه ولو احیانا لایعد عبثا قال "مع انه لو احتیج الیها لم یحتج الی ان یجعل فی کل ریع فان کثرتها عبث اھ[۱]"

ثانیا اگر بدلی کا نادرًا ہی ہونا تسلیم کرلیا جائے تو بھی ایسی چیز بنانا جس کی ضرورت پڑتی ہو اگرچہ کبھی پڑتی ہو، عبث شمار نہ ہوگا۔ آگے فرماتے ہیں: باوجودے کہ اگر اس کی ضرورت ہو تو بھی اس کی ضرورت نہیں کہ ہر بلندی پر بنائیں اس لئے کہ ان نشانات کی کثرت بلاشبہہ عبث ہے اھ۔

اقول هذا[ف۲] منزع اٰخر فلا یرفع الایراد عن القاضی قال وقال الفاضل الیمنی ان اماکنها المرتفعة تغنی عنها فهی عبث اھ[۲]

اقول یہ ایک دوسرا رخ ہے اس سے قاضی کا اعتراض نہیں اٹھتا۔ آگے لکھتے ہیں: فاضل یمنی نے کہا: ان بلند جگہوں سے ان نشانات کا مقصد یونہی پورا ہوجاتا تھا تو یہ عبث ٹھہرے اھ۔

اقول اولا[ف۳] ارتفاع الاماکن لایبلغ بحیث یراها القاصد من ای مکان بعید قصد۔

اقول اولاً جگہوں کی اونچائی اس حد تک نہیں ہوتی کہ عازم سفر جس دور جگہ سے بھی چاہے دیکھ لے۔

وثانیا[ف۴] هو منزع ثالث وکلامنا فی کلام الانوار، وبالجملة هو وجه

ثانیا یہ ایک تیسرا رخ ہوا۔ اور ہماری گفتگو کلام بیضاوی سے متعلق ہے۔ الحاصل

ف۱: معروضة رابعة علیه

ف۲: معروضة خامسة علیه

ف۳: معروضة سادسة علیه وعلی الفاضل الیمنی۔

ف۴: معروضة سابعة علیهما۔

---

[۱] عنایة القاضی علی تفسیر البیضاوی تحت الآیة ۲۶ ۷/ ۱۲۸ و ۱۲۹ دار الکتب العلمیه بیروت

[۲] " " " " " " " " " " " " " " " ۷/ ۱۹۹

www.alahazratnetwork.org

ضعیف ولا اعلم لہ سندا من السلف ولقد احسن النیسابوری اذ اسقطہ من تلخیص الکبیر۔

یہ ایک کمزور وجہ ہے اور سلف سے اس کی کوئی سند میرے علم میں نہیں۔ اور نیشاپوری نے بہت اچھا کیا کہ تفسیر کبیر کی تلخیص سے اسے ساقط کر دیا۔

اقول وتعبیری اذ قلت یبنون من دون حاجۃ ایضا احسن من تعبیر الکبیر ومن تبعہ کما تری۔ [ف۱]

اقول میری یہ تعبیر کہ "بے حاجت بھی بناتے تھے" تفسیر کبیر اور اس کے متبعین کی تعبیر سے بہتر ہے جیسا کہ پیش نظر ہے۔ (ت)

امام مجاہد و سعید بن جبیر نے فرمایا: جگہ جگہ کبوتروں کی کابکیں بناتے ہیں۔

رواہ عن الاول ابن جریر[۱] فی (اٰیۃ) و ھو والفریابی وسعید بن منصور وابن ابی شیبۃ وعبد بن حمید وابنا المنذر وابی حاتم فی[۲] (مصانع) وعزاہ للثانی فی المعالم[۳]۔

اسے امام مجاہد سے ابن جریر نے "آیہ" کے معنی میں روایت کیا اور ابن جریر، فریابی، سعید بن منصور، ابن ابی شیبہ، عبد بن حمید، ابن المنذر، ابن ابی حاتم نے ان سے "مصانع" کے معنی میں روایت کیا۔ اور معالم التنزیل میں اسے حضرت سعید بن جبیر کے حوالے سے بیان کیا (ت)

ان دونوں تفسیروں پر یہ عبث بمعنی دوم ہوگا یعنی لغو ولہو۔ بعض نے کہا ہر جگہ اُونچے اونچے محل تکبر و تفاخر کے لئے بناتے۔

ذکرہ الکبیر ومن بعدہ وللفریابی وابناء حمید وجریر والمنذر وابی حاتم عن مجاھد و تتخذون مصانع قال

اسے تفسیر کبیر میں ذکر کیا اور اس کے بعد کے مفسرین نے بھی۔ اور فریابی، ابن حمید، ابن المنذر، ابن ابی حاتم نے حضرت مجاہد سے روایت کی "وتتخذون مصانع" انھوں نے کہا

ف۱: علی الامام الرازی والبیضاوی وابی السعود۔

---

[۱] جامع البیان (تفسیر الطبری) تحت الآیۃ ۲۶/۱۲۸ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۹/۱۱۰

[۲] الدر المنثور بحوالہ الفریابی وغیرہ " " " " " " ۶/۲۸۲

[۳] معالم التنزیل (تفسیر البغوی) " " " دار الکتب العلمیہ بیروت ۳/۳۳۶

www.alahazratnetwork.org

قصورا مشیدۃ وبنیانا مخلدا[1] و لابن جریر عنہ قال اٰیۃ بنیان[2]۔

مضبوط محل اور دوامی عمارت۔ اور ابن جریر نے ان سے روایت کی کہ آیۃ یعنی عمارت (ت)

ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے منقول ہوا جوراستے سیدنا ہود علیہ الصلٰوۃ والسلام کی طرف جاتے اُن پر محل بنائے تھے کہ اُن میں بیٹھ کر خدمت رسالت میں حاضر ہونے والوں سے تمسخر کرتے۔ ذکرہ فی مفاتیح الغیب ورغائب الفرقان[3] (اسے مفاتیح الغیب (تفسیر کبیر) اور رغائب الفرقان (نیشاپوری) میں ذکر کیا۔ت) یا سرِ راہ بناتے ہر راہگیر سے ہنستے ذکرہ البغوی والبیضاوی[4] وابوالسعود واقتصر علیہ الجلال[5] ملتزما الاقتصار علی اصح الاقوال (اسے بغوی، بیضاوی اور ابوالسعود نے ذکر کیا، اور جلالین میں صرف اسی کو بیان کیا جبکہ اس میں یہ التزام ہو کہ اس تفسیر میں صرف اصح اقوال پر اکتفا ہوگی۔ت)

اِن دونوں تفسیروں پر یہ عبث بمعنی اول ہوگا یعنی قصدِ شر و ارادۂ ضرر۔

بالجملہ دونوں معنے کا پتا قرآن عظیم سے چلتا ہے اگرچہ متعارف غالب میں اس کا استعمال معنی دوم ہی پر ہے بیہودہ و بےمعنے کام ہی کو عبث کہتے ہیں نہ کہ معاصی و ظلم و غضب و زنا و ربا وغیرہا کو۔

www.alahazratnetwork.org

اذا تقرر ھذا **فاقول** ظھر ان لاعتب علی الامام الجلیل صاحب الھدایۃ رحمہ اللہ تعالٰی اذیقول ان العبث خارج الصلٰوۃ حرام فما ظنک فی الصلٰوۃ[6] اھ وقد اقرہ فی العنایۃ و

جب یہ طے ہوگیا تو میں کہتا ہوں واضح ہوگیا کہ امام جلیل صاحبِ ہدایہ رحمہ اللہ تعالٰی پر کوئی عتاب نہیں جب وہ یہ کہتے ہیں کہ: عبث بیرونِ نماز حرام ہے تو اندرونِ نماز سے متعلق تمہارا کیا خیال ہے اھ — اسے عنایہ و فتح القدیر میں برقرار رکھا

---

[1] الدرالمنثور بحوالہ الفریابی وغیرہ تحت الآیۃ ۲۶/۱۲۹ داراحیاء التراث العربی بیروت ۶/۲۸۲
[2] جامع البیان (تفسیر الطبری) " " " " ۱۹/۱۱۰
[3] مفاتیح الغیب (التفسیر الکبیر) " " دارالکتب العلمیہ بیروت ۲۴/۱۳۵
غرائب القرآن ورغائب الفرقان " " مصطفی البابی مصر ۱۹/۶۵
[4] معالم التنزیل (تفسیر البغوی) " " دارالکتب العلمیہ بیروت ۳/۳۳۷
انوار التنزیل (تفسیر البیضاوی) " " دارالفکر بیروت ۴/۲۴۸
[5] تفسیر الجلالین تحت الآیۃ ۲۶/۱۲۸ اصح المطابع دہلی ص ۳۱۴
[6] الہدایۃ کتاب الصلٰوۃ باب مایفسد الصلٰوۃ ومایکرہ فیہا المکتبۃ العربیۃ کراچی ۱/۱۱۹ و ۱۲۰

الفتح وتبعه فی الدر والغنیۃ و لفظ مولٰی خسرو انہ خارج الصلوۃ منھی عنہ فما ظنك فیھا[1] اھ ولفظ المحقق الحلبی العبث حرام خارج الصلوۃ ففی الصلوۃ اولٰی[2] اھ۔

اور درر وغنیہ میں اس کا اتباع کیا۔ مولٰی خسرو کے الفاظ یہ ہیں: وہ بیرونِ نماز منھی عنہ ہے تو اندرونِ نماز سے متعلق تمہارا کیا حال ہے اھ۔ اور محقق حلبی کے الفاظ یہ ہیں: عبث بیرونِ نماز حرام ہے تو اندرونِ نماز بدرجۂ اولٰی (حرام) ہوگا اھ۔

فان قلت اطلقوا وانما ھو حکم القسم الاول قلت اصل الکلام فی الصلوۃ وکل عبث فیھا من القسم الاول فتعین مرادا وکان اللام للعھد فحصل التفصی عما اوردف السروجی فی الغایۃ وتبعہ فی البحر والشرنبلالی فی الغنیۃ وش ان العبث خارجھا بثوبہ او بدنہ خلاف الاولٰی ولا یحرم قال والحدیث ای ان اللہ کرہ لکم ثلثا العبث فی الصلوۃ والرفث فی الصیام والضحك فی المقابر رواہ القضاعی[3] عن یحیی بن ابی کثیر مرسلا) قید بکونہ

اگر کہئے ان حضرات نے مطلق رکھا ہے اور یہ قسم اول کا حکم ہے میں کہوں گا اصل کلام نماز سے متعلق ہے اور نماز میں ہر عبث قسم اول سے ہے تو اسی کا مراد ہونا متعین ہے اور "العبث" میں لام عہد کا ہے تو اس اعتراض سے چھٹکارا ہوگیا جو سروجی نے غایہ میں وارد کیا اور صاحب بحر نے بحر میں اور شرنبلالی نے غنیہ میں اور شامی نے اس کی پیروی کی۔ (اعتراض یہ ہے) کہ بیرونِ نماز اپنے کپڑے یا بدن سے عبث (کھیل کرنا) خلافِ اولٰی ہے، حرام نہیں۔ اور کہا کہ، یہ حدیث "بیشك اللہ نے تمہارے لئے تین چیزیں ناپسند فرمائیں: نماز میں عبث، روزے میں بیہودگی، قبرستانوں میں ہنسنا۔ قضاعی نے یحیٰی بن ابی کثیر سے مرسلاً روایت کی"۔ اس میں عبث کے ساتھ اندرونِ نماز

ف: تطفل علی السروجی والبحر والشرنبلالی وش۔

---

[1] الدرر الحکام شرح غرر الاحکام کتاب الصلوۃ باب مایفسد الصلوۃ الخ میر محمد کتب خانہ کراچی ۱/۱۰۷
[2] غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی کراھیۃ الصلوۃ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۳۴۹
[3] البحر الرائق بحوالہ القضاعی فی مسند الشہاب کتاب الصلوۃ باب مایفسد الصلوۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/۲۰

فی الصلوٰۃ اھ۔[1]

ہونے کی قید لگی ہوئی ہے اھ۔ (ت)

ظاہر ہے کہ معنی اول پر عبث ممنوع و ناجائز ہوگا نہ دوم پر، اور یہاں ہمارا کلام قسم دوم میں ہے یعنی جہاں نہ قصدِ معصیت نہ پانی کی اضاعت۔

بل **اقول** لك ان تقول ان فی النظر الدقیق لاحکم علی العبث فی نفسه بالحظر والتحریم اصلاً وما کان لانضمام ضمیمة ذمیمة فانما مرجعه الیها دونه وتحقیق ذٰلك انا اریناك تظافر الکلمات علی ان مناط العبث علی عدم قصد الفائدة بالفعل وهذه حقیقة متحصلة بنفسها ولیس قصد المضر او عدم قصده من مقوماتها ولا مما یتوقف علیه وجودها کسبب وشرط فیعد من محصلاتها فاذن لیس قصد مضر الا من مجاوراتها وما کان لمجاور یکون حکما له لصاحبه الاتری ان البیع یحرم بشرط فاسد وبعد اذان الجمعة واذا سئلت

بلکہ میں کہتا ہوں تم کہہ سکتے ہو کہ بنظرِ دقیق دیکھا جائے تو خود عبث پر منع وتحریم کا حکم بالکل نہیں اور جو حکم منع کسی مذموم ضمیمہ کے شامل ہوجانے کی وجہ سے ہے اس کا مرجع اس ضمیمہ کی طرف ہے عبث کی جانب نہیں ــــ اس کی تحقیق یہ ہے کہ ہم دکھا چکے کہ کلمات کا اس پر اتفاق ہے کہ عبث کا مدار اس پر ہے کہ بالفعل فائدہ کا قصد نہ ہو ــ اور یہ ایک ایسی حقیقت ہے جو خود حصول وثبوت رکھتی ہے۔ اور مضر کا قصد یا عدمِ قصد اس کا نہ جز ہے نہ سبب وشرط کی طرح اس پر اس کا وجود موقوف ہے کہ اسے اس کا محصّل شمار کیا جائے۔ تو کسی مضر کا قصد بس اس کا مجاور اور اس سے متصل ہی ہوسکتا ہے اور جو حکم کسی مجاور و متصل کے سبب ہو وہ در اصل اسی متصل کا حکم ہے اس کے ساتھ والے کا نہیں ــ دیکھئے کسی شرط فاسد سے بیع حرام ہوتی ہے

www.alahazratnetwork.org

ف: تحقیق المصنف ان فی تقسیم الشیئ بحسب المجاور لایکون حکم القسم حکم المقسم۔

---

[1] البحر الرائق بحوالہ الغایة للسروجی کتاب الصلوٰۃ باب مایفسد الصلوٰۃ الخ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/ ۲۰
غنیة ذوی الاحکام فی بغیة درر الاحکام علی ہامش درر الحکام " " میر محمد کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۰۷
رد المحتار کتاب الصلوٰۃ باب مایفسد الصلوٰۃ وما یکرہ فیہا دار احیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۴۳۰

عن حکم البیع قلت مشروع بالکتاب والسنۃ واجماع الامۃ کما ذکرہ فی غایۃ البیان وغیرھا والصلٰوۃ تکرہ فی ثیاب الحریر للرجل وفی الارض المغصوبۃ و لایمنعك ذٰلك بان تقول اذا سئلت عن حکمہا ان الصلٰوۃ خیر موضوع فمن استطاع ان یستکثر منہا فلیستکثر کما رواہ الطبرانی[1] فی الاوسط عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ عن المصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم، وبالجملۃ یؤاخذ علی المعصیۃ من حیث قصد الشر لامن حیث عدم قصد الخیر وھی انما کانت عبثا من ھذہ الحیثیۃ لامن تلك فلیس الحظر حکم العبث اصلا۔

یوں ہی اذانِ جمعہ کے بعد بیع حرام ہے، اور اگر خود بیع کا حکم پوچھا جائے تو جواب ہوگا کہ جائز، اور کتاب وسنّت واجماعِ اُمت سے مشروع ہے جیسا کہ اسے غایۃ البیان وغیرہا میں ذکر کیا ہے۔ یوں ہی نماز ریشمی کپڑے میں مرد کے لئے اور غصب کردہ زمین میں کسی کے لئے بھی مکروہ ہے لیکن اگر خود نماز کا حکم پوچھا جائے تو جواب یہی ہوگا نماز ایک وضع شدہ خیر اور نیکی ہے تو جس سے ہوسکے کہ اسے زیادہ حاصل کرے تو اُسے چاہیے کہ وہ زیادہ حاصل کرے۔ جیسا کہ اسے طبرانی نے معجم اوسط میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے، مصطفٰی صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے روایت کیا ہے۔ الحاصل معصیت پر مواخذہ اس لحاظ سے ہے کہ شر کا قصد ہوا، اس لحاظ سے نہیں کہ خیر کا قصد نہ ہوا، اور وہ عبث اِسی حیثیت سے ہے اُس حیثیت سے نہیں تو عبث کا حکم ممانعت بالکل نہیں۔ (ت)

اس کا حکم وہی ہے جو ابھی غایۃ سروجی وبحر الرائق وغنیۃ شرنبلالی وردالمحتار سے منقول ہوا کہ خلافِ اولٰی ہے اور یہی مفادِ درمختار ہے:

حیث قال کرہ عبثہ للنہی الالحاجۃ ولاباس بہ خارج الصلٰوۃ[2] اھ فان لاباس لما ترکہ اولٰی۔

اس کے الفاظ یہ ہیں: اس کا عبث نہی کی وجہ سے مکروہ ہے مگر یہ کہ کسی حاجت کی وجہ سے ہو اور بیرونِ نماز اس میں حرج نہیں اھ۔ اس لئے کہ لاباس (حرج نہیں) اسی کے لئے بولا جاتا ہے جس کا ترک اولٰی ہے۔ (ت)

---

[1] المعجم الاوسط حدیث ۲۴۵ مکتبۃ المعارف ریاض ۱/۱۸۳

[2] الدرالمختار کتاب الصلٰوۃ باب مایفسد الصلٰوۃ ومایکرہ فیہا مطبع مجتبائی دہلی ۱/۹۱

28 اور یہی وہ ہے جو قول سوم میں ارشاد ہوا کہ پانی میں اسراف نہ کرنا آداب سے ہے،

اما ما فی الحلیة فی مسألة فرقعة الاصابع[ف۱] هل یکرہ خارج الصلوٰة فی النوازل یکرہ والظاهر ان المراد کراهة تنزیه حیث لایکون لغرض صحیح اما لغرض صحیح ولو اراحة الاصابع فلا اھ[۱] وفی تشبیکها[ف۲] بعد ذکر النهی عنه فی الصلوٰة وفی السعی الیها ولمنتظرها کمثلهم فی الفرقعة مانصه فیبقی فیما وراء هذه الاحوال حیث لایکون عبثا علی الاباحة من غیر کراهة وان کان علی سبیل العبث یکرہ تنزیها اھ[۲] وتبعه فیهما ش والبحر فی الاولی وزاد انه لما لم یکن فیها خارجها نهی لم تکن تحریمیة کما اسلفناه قریبا[۳] اھ یرید ما قدمنا انه

مگر حلیہ میں انگلیاں چٹخانے کے مسئلہ میں ہے: کیا یہ بیرونِ نماز بھی مکروہ ہے؟ نوازل میں ہے کہ مکروہ ہے۔ اور ظاہر یہ ہے کہ کراہت تنزیہ مراد ہے جبکہ اس کی کوئی غرض صحیح نہ ہو۔ اور اگر کسی غرض صحیح کے تحت ہو اگرچہ انگلیوں کو راحت دینا ہی مقصود ہو تو کراہت نہیں اھ۔ اور ایک ہاتھ کی انگلیاں دوسرے ہاتھ کی انگلیوں میں ڈالنے سے متعلق نماز میں، اور نماز کے لئے جانے اور نماز کے انتظار کی حالتوں میں انگلیاں چٹخانے کی طرح نہی کا ذکر کرنے کے بعد حلیہ میں لکھا ہے: ان کے علاوہ احوال میں جہاں کہ عبث نہ ہو بغیر کسی کراہت کے اباحت پر حکم رہے گا اور اگر بطورِ عبث ہو تو مکروہ تنزیہی ہوگا اھ۔ ان دونوں مسئلوں میں شامی نے حلیہ کا اتباع کیا ہے اور بحر نے پہلے مسئلہ میں اتباع کیا ہے اور مزید یہ لکھا: چوں کہ انگلیاں چٹخانے سے متعلق بیرونِ نماز ممانعت نہیں اس لئے وہاں یہ مکروہ

www.alahazratnetwork.org

ف۱: **مسئلہ** نماز میں انگلی چٹخانا گناہ و ناجائز ہے یوں ہی اگر نماز کے انتظار میں بیٹھا ہے یا نماز کے لئے جا رہا ہے۔ اور ان کے سوا اگر حاجت ہو مثلاً انگلیوں میں بخارات کے سبب کسل پیدا ہو تو خالص اباحت ہے اور بے حاجت خلاف اولٰی و ترک ادب ہے۔

ف۲: **مسئلہ** یہی سب احکام اپنے ایک ہاتھ کی انگلیاں دوسرے ہاتھ کی انگلیوں میں ڈالنے کے ہیں۔

---

۱ و ۲ حلیۃ المحلی شرح منیۃ المصلی

۳ البحر الرائق کتاب الصلوٰۃ باب ما یفسد الصلوٰۃ الخ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/۲۰

ان لم یکن الدلیل نھیا بل کان مفیدا للترک الغیر الجازم فھی تنزیھیۃ[1] اھ وعقب الثانیۃ بقولہ وقد قدمنا عن الھدایۃ ان العبث خارج الصلوۃ حرام وحملناہ علی کراھۃ التحریم فینبغی ان یکون العبث خارجھا لغیر حاجۃ کذلک[2] اھ۔

تحریمی نہیں جیسا کہ کچھ پہلے اسے ہم بیان کر چکے۔ پہلے یہ بتایا ہے کہ اگر دلیل مخالفت نہ کرتی ہو بلکہ غیر جزمی طور پر ترک کا افادہ کر رہی ہو تو کراہت تنزیہی ہوگی اھ اور بحر نے مسئلہ دوم کے بعد یہ لکھا ہے کہ: ہم ہدایہ کے حوالے سے بیان کر چکے ہیں کہ بیرونِ نماز عبث حرام ہے اور اسے ہم نے کراہت تحریم پر محمول کیا تو بیرونِ نماز بے حاجت عبث کا حکم بھی یہی ہونا چاہئے اھ۔

فاقول دعوی کراھۃ التنزیہ مبتنیہ علی عدم الفرق بین خلاف الاولی وکراھۃ التنزیہ و زعم ان ترک کل مستحب مکروہ کما قد منا فی التنبیہ الثالث عن الحلیۃ ان المکروہ تنزیھا مرجعہ خلاف الاولی و الظاھر انھما متساویان، وعن البحر ان التنزیہ فی رتبۃ المندوب وعن ش ان ترک المندوب وعن ش ان ترک المندوب مکروہ تنزیھا وقد علمت ماھو التحقیق و باللہ التوفیق۔

اس پر میں کہتا ہوں کراہت تنزیہ کا دعوٰی، خلاف اولٰی اور کراہت تنزیہ کے درمیان عدمِ فرق پر اور اِس خیال پر مبنی ہے کہ ہر مستحب کا ترک مکروہ ہے جیسا کہ تنبیہ سوم میں حلیہ کے حوالے سے ہم نے نقل کیا کہ: مکروہِ تنزیہی کا مرجع خلاف اولٰی ہے اور ظاہر یہ ہے کہ دونوں میں تساوی ہے۔ اور بحر سے نقل کیا کہ کراہت تنزیہ کا مرتبہ مندوب کے مقابل ہے اور شامی سے نقل کیا کہ ترکِ مندوب مکروہ تنزیہی ہے — اور وہاں واضح ہو چکا کہ تحقیق کیا ہے، اور توفیق خدا ہی سے ہے۔

اما ما عقب بہ الثانیۃ **فاقول اولا** اعجب واغرب مع انہ اسلف الاٰن ان لیس

اب رہا وہ جو بحر نے مسئلہ دوم کے بعد لکھا تو **میں کہتا ہوں اولاً** بہت زیادہ عجیب وغریب ہے باوجودے کہ ابھی انھوں نے

ف: تطفل علی البحر۔

[1] البحرالرائق کتاب الصلوۃ باب مایفسد الصلوۃ ومایکرہ فیھا ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/۱۹
ردالمحتار 〃 〃 〃 〃 دار احیاء التراث العربی بیروت ۱/۴۲۹
[2] البحرالرائق 〃 〃 〃 〃 ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/۲۰ و ۲۱

خارجہانھی فلاتحریمیۃ وثانیا حققنا ان کلام الھدایۃ فی القسم الاول من العبث فاجراؤہ فی الثانی غیر سدید۔

پہلے بتایا کہ بیرونِ نماز نہی نہیں تو مکروہ تحریمی نہیں۔ **ثانیا** ہم تحقیق کرچکے کہ ہدایہ کا کلام عبث کی قسم اول سے متعلق ہے تو اسے قسم دوم میں جاری کرنا درست نہیں۔ (ت)

ہم اوپر بیان کر آئے کہ کراہت تنزیہی کے لئے بھی نہی ودلیل خاص کی حاجت ہے اور مطلق کوئی فعل کبھی کسی فائدہ غیر معتد بہا کے لئے کرنے سے شرع میں کون سی نہی مصروف ہے کہ کراہت تنزیہہ ہو، ہاں خلافِ اولٰے ہونا ظاہر کہ ہر وقت اولٰی یہی ہے کہ انسان فائدہ معتد بہا کی طرف متوجہ ہو۔ رہی حدیث صحیح:

من حسن اسلام المرء ترکہ ما لایعنیہ، رواہ الترمذی[1] وابن ماجۃ والبیھقی فی الشعب عن ابی ھریرۃ والحاکم فی الکنی عن ابی بکر الصدیق وفی تاریخہ عن علی المرتضی واحمد والطبرانی فی الکبیر عن السید ابن السید الحسین بن علی والشیرازی فی الالقاب عن ابی ذر والطبرانی فی الصغیر عن زید بن ثابت وابن عساکر عن الحارث بن ھشام

انسان کے اسلام کی خوبی سے ہے یہ بات کہ غیر مہم کام میں مشغول نہ ہو لایعنی بات ترک کرے (اس کو ترمذی وابن ماجہ نے اور شعب الایمان میں بیہقی نے حضرت ابوہریرہ سے، اور حاکم نے کنٰی میں حضرت ابوبکر صدیق سے اور اپنی تاریخ میں حضرت علی مرتضٰی سے، اور امام احمد نے اور معجم کبیر میں طبرانی نے سید ابن سید حضرت حسین بن علی سے، اور شیرازی نے القاب میں حضرت ابوذر سے، اور معجم صغیر میں طبرانی نے حضرت زید بن ثابت سے، اور ابن عساکر نے حضرت حارث بن ہشام

ف: تطفل اٰخر علیہ۔

---

[1] سنن الترمذی کتاب الزہد حدیث ۲۳۲۴ دارالفکر بیروت ۴/ ۱۴۲
سنن ابن ماجہ کتاب الفتن باب کف اللسان فی الفتنۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۲۹۵
مجمع الزوائد کتاب الادب باب من حسن اسلام المرء الخ دارالکتاب بیروت ۸/ ۱۸

رضی اللہ تعالٰی عنھم عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم حسنہ النووی وصححہ ابن عبد البر والھیثمی۔

سے، ان حضرات رضی اللہ تعالٰی عنہم نے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے روایت کیا۔ امام نووی نے اسے حسن اور ابن عبدالبر وھیثمی نے صحیح کہا۔ (ت)

اقول اس کا مفاد بھی اُسی قدر کہ حسن اسلام سب محسنات سے ہے اور محسنات میں سب مستحسنات بھی، نہ کہ ہر غیر مہم سے نہی، ورنہ غیر مہم تو بیکار سے بھی اعم ہے، تو سوا مہمات کے سب پر نہی اگر مباحات سراسر مرتفع ہوجائیں گے۔ لاجرم امام ابن حجر مکی شرح اربعین نووی میں فرماتے ہیں:

الذی یعنی الانسان من الامور ما یتعلق بضرورۃ حیاتہ فی معاشہ مما یشبعہ من جوع ویرویہ من عطش ویستر عورتہ ویعف فرجہ ونحو ذٰلک مما یدفع الضرورۃ دون ما فیہ تلذذ واستمتاع واستکثار وسلامتہ فی معادہ[1]

انسان کے لئے مہم امور وہ ہیں جو اس کی حیات ومعاش کی ضرورت سے وابستہ ہوں اس قدر خوراک جو اس کی بھوک دور کرکے سیری حاصل کرائے اور پانی اس کی پیاس دور کرکے سیراب کردے اور کپڑا جس سے اس کی ستر پوشی ہو اور وہ جس سے اس کی پارسائی کی حفاظت اور عفت ہو اور اسی طرح کے امور جن سے اس کی ضرورت دفع ہو اور جس میں اس کے معاد وآخرت کی سلامتی ہو وہ نہیں جس میں صرف لطف ولذت اندوزی اور کثرت طلبی ہو۔ (ت)

ابن عطیہ مالکی شرح اربعین میں ہے:

مالا یعنیہ ھو مالا تدعو الحاجۃ الیہ مما لا یعود علیہ منہ نفع اخروی والذی یعنیہ ما یدفع الضرورۃ دون ما فیہ تلذذ وتنعم وقال الشیخ یوسف بن عمر ما لا یعنیہ ھو ما یخاف فیہ فوات الاجر

لایعنی وغیر مہم امور وہ ہیں جن کی کوئی حاجت نہ ہو، جن سے کوئی اُخروی فائدہ نہ ہو۔ اور مہم امور وہ ہیں جن سے ضرورت دفع ہو نہ وہ جن میں لذت اندوزی وآسائش طلبی ہو۔ اور شیخ یوسف بن عمر نے فرمایا: لایعنی امور وہ ہیں جن میں اجر فوت ہونے کا اندیشہ ہو اور

[1] شرح اربعین للامام ابن حجر مکی

والذی یعنیه هو الذی لایخاف فیه فوات ذٰلك[1] اھ مختصرا۔

یعنی مہم وہ امور ہیں جن میں اجر فوت ہونے کا اندیشہ نہ ہو اھ مختصراً۔ (ت)

علامہ احمد بن حجازی کی شرح اربعین میں ہے:

الذی یعنی الانسان من الامور ما یتعلق بضرورة حیاته فی معاشه وسلامته فی معاده، ومما لایعنیه التوسع فی الدنیا و طلب المناصب و الریاسة[2] اھ ملخصا۔

انسان کے لئے مہم وہ امور ہیں جو اس کی معاشی زندگی اور اُخروی سلامتی کی ضرورت سے متعلق ہوں اور لایعنی وغیرمہم امورِ دنیا کی وسعت اور منصب و ریاست کی طلب ہے اھ ملخصاً (ت)

تیسیر میں ہے:

الذی یعنیه ما تعلق بضرورة حیاته فی معاشه دون ما زاد، و قال الغزالی حد ما لایعنی هو الذی لو ترك لم یفت به ثواب و لم ینجر به ضرر[3]۔

مہم امر وُہ ہے جو اس کی معاشی زندگی کی ضرورت سے وابستہ ہو وُہ نہیں جو زیادہ ہو۔ اور امام غزالی نے فرمایا: لایعنی کی تعریف یہ ہے کہ اگر اسے ترک کردے تو اس سے کوئی ثواب فوت نہ ہو اور اس سے کوئی ضرر عائد نہ ہو۔ (ت)

مرقاۃ میں ہے:

حقیقة ما لایعنیه ما لایحتاج الیه فی ضرورة دینه و دنیاه ولاینفعه فی مرضاة مولاه بان یکون عیشة بدونه ممکنا، وهو فی استقامة حاله بغیره متمکنا، قال الغزالی وحد ما لایعنیك ان تتکلم بکل ما لو سکت عنه

لایعنی کی حقیقت یہ ہے کہ دین و دنیا کی ضرورت میں اس سے کام نہ ہو اور رضائے مولٰے میں وہ نفع بخش نہ ہو اس طرح کہ وہ اس کے بغیر زندگی گزار سکتا ہو اور وہ نہ ہو تو بھی وہ اپنی حالت درست رکھ سکتا ہو ــــ امام غزالی نے فرمایا: لایعنی کی حد یہ ہے کہ تم ایسی بات بولو جو

---

[1] شرح اربعین للامام ابن عطیہ مالکی

[2] المجالس السنیۃ فی الکلام علی الاربعین للنوویۃ المجلس الثانی عشر الخ دار احیاء الکتب العربیہ مصر ص ۳۶، ۳۷

[3] التیسیر شرح الجامع الصغیر تحت الحدیث من حسن اسلام المرء الخ مکتبۃ الامام الشافعی ریاض ۲/ ۳۸۱

www.alahazratnetwork.org

لم تأثم ولم تتضرر فی حال ولامآل ومثاله ان تجلس مع قوم فتحکی معهم اسفارك وما رأیت فیها من جبال وانهار، وما وقع لك من الوقائع، وما استحسنته من الاطعمة والثیاب، وما تعجبت منه من مشائخ البلاد ووقائعهم، فهذه امور لوسکت عنها لم تأثم ولم تتضرر، واذا بالغت فی الاجتهاد حتی لم یمتزج بحکایتك زیادة ولانقصان، ولا تزکیة نفس من حیث التفاخر بمشاهدة الاحوال العظیمة، ولا اغتیاب لشخص، ولامذمة لشیئ مما خلقه اللّٰه تعالٰی، فانت مع ذلك کله مضیع زمانك، ومحاسب علی عمل لسانك اذ تستبدل الذی هو ادنٰی بالذی هو خیر، لانك لوصرفت زمان الکلام فی الذکر والفکر بما ینفتح، لکن من نفحات رحمة اللّٰه تعالٰی ما یعظم جدواہ ولوسبحت اللّٰه تعالٰی بنی لك بها قصر فی الجنة، ومن قدر علی ان یاخذ کنزا من الکنوز فاخذ بدله مدرة[عه] لاینتفع بها

عه وقع فی نسخة المرقاة المطبوعة مصر بدرة بالباء وهو تصحیف اھ منه۔

نہ بولتے تو نہ گنہگار ہوتے نہ حال و مآل میں اس سے تمھیں کوئی ضرر ہوتا۔ اس کی مثال یہ ہے کہ بیٹھ کر لوگوں سے تم اپنے سفروں کا قصہ بیان کرو اور یہ کہ میں نے اتنے پہاڑ اتنے دریا دیکھے اور یہ یہ واقعات پیش آئے اتنے عمدہ کھانوں اور کپڑوں سے سابقہ پڑا، اور ایسے ایسے مشائخِ بلاد سے ملاقات ہُوئی ان کے واقعات یہ ہیں۔ یہ ایسی باتیں ہیں جو تم نہ بولتے تو نہ گنہگار ہوتے، نہ ان سے تمھیں کوئی ضرر ہوتا۔ اور جب تمھاری پوری کوشش یہ ہو کہ تمھاری حکایت میں نہ کسی کمی بیشی کی آمیزش ہو، نہ ان عظیم احوال کے مشاہدہ پر تفاخر کے اعتبار سے خودستائی کا شائبہ ہو، نہ کسی انسان کی غیبت ہو، نہ خدائے تعالٰی کی مخلوقات میں سے کسی شیئ کی مذمت ہو تو ان ساری احتیاطوں کے بعد بھی تم اپنا وقت برباد کرنے والے ہو اور تم سے اپنی زبان کے عمل پر حساب ہوگا اس لئے کہ تم خیر کے عوض اسے لے رہے ہو جو ادنٰی و کمتر ہے، کیونکہ گفتگو کا یہ وقت اگر تم ذکر و فکر میں صرف کرتے تو رحمتِ الٰہی کے فیوض سے تم پر وہ درِ فیض کشادہ ہوتا جس کا نفع عظیم ہوتا' اگر تم خدائے بزرگ و برتر کی تسبیح کرتے تو اس کے بدلے تمھارے لئے جنت میں ایک محل تعمیر ہوتا۔ جو ایک خزانہ لے سکتا ہو مگر اسے چھوڑ کر ایک بے کار کا ڈھیلا اٹھالے تو وہ کھلے ہوئے خسارہ

عه مرقاۃ کے مطبوعہ مصر نسخہ میں مدرہ کی جگہ باء سے بدرہ چھپا ہوا ہے یہ تصحیف ہے ۱۲ منہ (ت)

www.alahazratnetwork.org

کان خاسرا خسرانا مبینا، وھذا اعلی فرض السلامۃ من الوقوع فی کلام المعصیۃ وانی تسلم من الاٰفات التی ذکرناھا[1]۔

اور صریح نقصان کا شکار اور یہ اس مفروضہ پر ہے کہ معصیت کی بات میں پڑنے سے سلامت رہ جاؤ، اور ان آفتوں سے سلامتی کہاں جو ہم نے ذکر کیں (ت)

ف خلاصہ ان سب نفیس کلاموں کا یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اپنی امت کو لایعنی باتیں چھوڑنے کی طرف ارشاد فرماتے ہیں جتنی بات آدمی کے دین میں نافع اور ثواب الٰہی کی باعث ہو یا دنیا میں ضرورت کے لائق ہو جیسے بھوک پیاس کا ازالہ بدن ڈھانکنا یا رسائی حاصل کرنا اسی قدر امر مہم ہے اور اس سے زائد جو کچھ ہو جیسے دنیا کی لذتیں نعمتیں منصب ریاستیں غرض جملہ افعال واقوال و احوال جن کے بغیر زندگانی ممکن ہو اور ان کے ترک میں نہ ثواب کا فوت نہ اب یا آئندہ کسی ضرر کا خوف وہ سب لایعنی وہ قابل ترک ہے مثلاً لوگوں کے سامنے اپنے سفر کی حکایتیں کہ اتنے[1] اتنے شہر اور پہاڑ اور دریا دیکھے یہ یہ[2] معاملے پیش آئے فلاں[3] فلاں کھانے اور لباس عمدہ پائے ایسے[4] ایسے مشایخ سے

عہ۱ اقول مگر جبکہ نیت بیان عجائب صنعت و حکمت و قدرت ربانی و ذکر الٰہی ہو قال اللہ تعالٰی فی الاٰفاق[2] وفی انفسکم افلا تبصرون[3] ۱۲ منہ (اللہ تعالٰی نے فرمایا، دنیا بھر میں، اور خود تم میں کتنی نشانیاں ہیں تو کیا تمھیں سوجھتا نہیں۔ ت)

عہ۲ اقول مگر جبکہ ان کے ذکر میں اپنی یا سامعین کی منفعت دینی ہو اور خالص اُسی کا قصد کرے قال تعالٰی و ذکرھم بایّٰم اللہ[4] (اللہ تعالٰی نے فرمایا، اور انھیں اللہ کے دن یاد دلاؤ۔ ت) ۱۲ منہ۔

عہ۳ اقول مگر جبکہ اس سے مقصود اپنے اوپر احسانات الٰہی کا بیان ہو کہ ایسی جگہ ایسی بے سروسامانی میں مجھ سے ناچیز کو اپنے کرم سے ایسا ایسا عطا فرمایا۔ قال اللہ تعالٰی واما بنعمۃ ربك فحدث[5] (اللہ تعالٰی نے فرمایا، اور اپنے رب کی نعمت کا خوب چرچا کرو۔ ت) ۱۲ منہ۔

عہ۴ اقول مگر جب کہ علمائے سنت وصلحائے امت کے فضائل کا نشر اور سامعین کو ان سے استفادہ کی طرف ترغیب مقصود ہو عند ذکر الصّٰلحین تنزل الرحمۃ[6] (صالحین کے ذکر پر اللہ کی رحمت نازل ہوتی ہے۔ ت)

ف: حدیث دائمہ کی جلیل نصیحت: لایعنی باتوں کاموں کے ترک کی ہدایت اور لایعنی کے معنی کا بیان۔

---

[1] مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوۃ المصابیح کتاب الادب باب حفظ اللسان تحت الحدیث ۴۸۴۰ المکتبۃ الحبیبیۃ کوئٹہ ۸/ ۵۸۵ و ۵۸۶

[2] القرآن الکریم ۴۱/ ۵۳ [3] القرآن الکریم ۵۱/ ۲۱ [4] القرآن الکریم ۱۴/ ۵ [5] القرآن الکریم ۹۳/ ۱۱

[6] کشف الخفاء حدیث ۱۷۷۰ دار الکتب العلمیہ بیروت ۲/ ۶۵

www.alahazratnetwork.org

ملنا ہوا، یہ سب باتیں اگر تو نہ بیان کرتا تو نہ گناہ تھا نہ ضرر ہوتا[عہ۱] اور اگر تو کامل کوشش کرے کہ تیرے کلام میں واقعیت سے کچھ کمی بیشی[عہ۲] نہ ہونے پائے، نہ اس تفاخر سے نفس کی تعریف نکلے کہ ہم نے ایسے ایسے عظیم حال دیکھے، نہ اس[عہ۳] میں کسی شخص کی غیبت ہو نہ اللہ تعالٰی کی پیدا کی[عہ۴] ہوئی کسی چیز کی مذمت ہو تو اتنی

عہ۱ اقول ثواب ملنا بھی ایک نوعِ ضرر ہے، خود امام غزالی رحمہ اللہ سے بحوالہ تیسیر اور کلام ابن عطیہ و مرقاۃ میں گزرا کہ جو کچھ آخرت میں نافع ہو لایعنی نہیں، ورنہ اس کے یہ معنی لیں کہ جس کے ترک میں نہ گناہِ اخروی نہ ضررِ دنیوی تو تمام مستحبات بھی داخلِ لایعنی ہوجائیں گے اور وہ بداہۃً باطل ہے ۱۲ منہ

عہ۲ اقول یعنی وہ کمی جس سے معنیٰ کلام بدل جائیں جیسے کسی ضروری استثنا کا ترک ورنہ جبکہ ترکِ کُل میں گناہ نہیں ترکِ بعض میں کیوں ہونے لگا ۱۲ منہ۔

عہ۳ اقول مگر جبکہ جس کی برائی بیان کی وہ گمراہ بدمذہب ہو کر ان کی شناعت سے مسلمانوں کو مطلع کرنا واجباتِ دینیہ سے ہے۔ حدیث میں ہے رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں، اترعون عن ذکر الفاجر متی یعرفه الناس اذکروا الفاجر بما فیه یحذره الناس[۱] کیا فاجر کی برائی بیان کرنے سے پرہیز رکھتے ہو، لوگ اُسے کب پہچانیں گے، فاجر میں جو شناعتیں ہیں بیان کرو کہ لوگ اس سے پرہیز کریں۔ رواہ ابن ابی الدنیا فی ذم الغیبۃ والامام الترمذی الحکیم فی النوادر والحاکم فی الکنی والشیرازی فی الالقاب وابن عدی فی الکامل والطبرانی فی الکبیر والبیہقی فی السنن والخطیب فی التاریخ عن معٰویۃ بن حیدۃ القشیری والخطیب فی رواۃ مالک عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہما ۱۲ منہ۔

عہ۴ اقول مگر جبکہ اُس میں مصلحت دینیہ ہو اور معاذ اللہ اعتراض کے پہلو سے پاک ہو جیسے کچھ لوگ کسی طرف عازمِ سفر ہیں اُن کو بتانا کہ فلاں راستہ بہت خراب ہے اُس سے نہ جانا یا کوئی کسی عورت سے نکاح چاہتا ہے اسے اس کی صورت نسب وغیرہ میں عیوب معلوم ہیں ان کو خالص خیر خواہی کی نیت سے بیان کرنا لحدیث ان فی اعین الانصار شیأ[۲] رواہ مسلم عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ ۱۲ منہ۔

---

[۱] نوادر الاصول الاصل السادس والستون والمائۃ فی ذکر الفاجر دار صادر بیروت ص ۲۱۳
السنن الکبرٰی کتاب الشہادات باب الرجل من اہل الفقہ الخ " " " ۱۰/ ۲۱۰
المعجم الکبیر حدیث ۱۰۱۰ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۱۹/ ۴۱۸
اتحاف السادۃ المتقین بحوالہ الخطیب وغیرہ کتاب آفات اللسان دار الفکر بیروت ۷/ ۵۵۶
[۲] صحیح مسلم کتاب النکاح باب ندب من اراد نکاح امرأۃ الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۴۵۶

احتیاطوں کے بعد بھی اُس کلام کا حاصل یہ ہوگا کہ تو نے اُتنی دیر اپنا وقت ضائع کیا اور تیری زبان سے اس کا حساب ہوگا تو خیر کے عوض ادنٰے بات اختیار کررہا ہے اس لئے کہ جتنی دیر تُو نے یہ باتیں کیں اگر اتنا وقت اللہ عزوجل کی یاد اور اس کی نعمتوں صنعتوں کی فکر میں صَرف کرتا تو غالباً رحمتِ الٰہی کے فیوض سے تجھ پر وہ کھلتا جو بڑا نفع دیتا اور تسبیحِ الٰہی کرتا تو تیرے لئے جنت میں محل[1] چُنا جاتا اور جو ایک خزانہ لے سکتا ہو وہ ایک ڈھیلا لینے پر بس کرے تو صریح زبان کار ہو، اور یہ سب بھی اُس تقدیر پر ہے کہ کلام معصیت سے بچ جائے، اور وہ آفتیں جو ہم نے ذکر کیں اُن سے بچنا کہاں ہوتا ہے۔ ظاہر ہوا کہ لایعنی جملہ مباحات کو شامل ہے نہ کہ مطلقاً مکروہ ہو، ہاں مثلاً چارپائی ڈالنے کی عادت کرلے تو غالباً اس پر باعث نہ ہوگا مگر وسوسہ اور کم از کم اتنا ضرور ہوگا کہ دیکھنے والے اسے موسوس جانیں گے اور بلاضرورتِ شرعیہ محلِ تہمت میں پڑنا ضرور مکروہ ہے، فیذکر عنہ[2] صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم من کان یؤمن باللہ والیوم الاٰخر فلا یقفن مواقف التھم[1] وفی الباب عن کہ حضور اکرم صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم سے مذکور ہے کہ جو خدا اور روزِ آخر پر ایمان رکھتا ہو وہ ہرگز تہمت کی جگہ نہ ٹھہرے اور اس باب میں امیرالمومنین

www.alahazratnetwork.org

عـــہ[1] اقول ہر بار تسبیح الٰہی کرنے پر جنت میں ایک پیڑ بویا جانا احادیثِ[2] کثیرہ میں ہے من احادیث ابن مسعود وابن عباس وابن عمر وجابر وابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہم اما بناء القصور فاللہ تعالٰی اعلم۔

عـــہ[2] اوردہ فی الکشاف من اٰخر سورۃ الاحزاب والعلامۃ الشرنبلالی قبیل سجود السھو من مراقی الفلاح۔

عـــہ[2] کشاف میں سورہ احزاب کے آخر میں اور علامہ شرنبلالی نے سجدہ سہو کے بیان میں مراقی الفلاح میں لکھا ہے۔ (ت)

---

[1] الکشاف تحت الآیۃ ۳۳/ ۵۶ دارالکتاب العربی بیروت ۳/ ۵۵۸
کشف الخفاء حدیث ۸۸ دارالکتب العلمیۃ بیروت ۱/ ۳۷
مراقی الفلاح مع حاشیۃ الطحطاوی باب ادراک الفریضۃ " " ص ۲۵۸
[2] سنن الترمذی کتاب الدعوات حدیث ۳۴۷۵ و ۳۴۷۶ دارالفکر بیروت ۵/ ۲۸۶ و ۲۸۷

امیرالمؤمنین الفاروق رضی اللہ تعالٰی عنہ[1] فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت ہے (ت) یہ منشاء قول دوم ہے۔

بالجملہ حاصلِ حکم یہ نکلا کہ بے حاجت زیادت اگر باعتقاد سنیت ہو مطلقاً ناجائز و گناہ ہے اگرچہ دریا میں، اور اگر پانی ضائع جائے تو جب بھی مطلقاً ممنوع و مکروہ تحریمی اگرچہ اعتقاد سنیت نہ ہو، اور اگر نہ فسادِ عقیدت نہ اضاعت تو خلافِ ادب ہے مگر عادت کرے تو مکروہ تنزیہی۔ یہ ہے بحمد اللہ تعالٰی فقہ جامع و فکرِ نافع و درکِ بالغ و نورِ بازغ و کمالِ توفیق و جمالِ تطبیق و حُسنِ تحقیق و عطرِ تدقیق، وباللہ التوفیق، والحمد للہ رب العٰلمین۔

اقول اس تنقیحِ جلیل سے چند فائدے روشن ہوئے:

اولاً اصل حکم وہی ہے جو امام محرر المذہب رضی اللہ تعالٰی عنہ نے کتاب الاصل میں ارشاد فرمایا کہ بقیہ احکام کے مناط عقیدت و اضاعت و عادت ہیں اور وہ نفسِ فعل سے زائد۔ فی نفسہ اس کا حکم اُسی قدر کہ قول سوم میں مذکور ہوا۔

ثانیاً دوم و سوم میں اُس زیادت کو اسراف سے تعبیر فرمانا محض بنظرِ صورت ہے ورنہ جب نہ معصیت نہ اضاعت تو حقیقتِ اسراف زنہار نہیں۔

ثالثاً دربارۂ زیادت منع و اجازت میں عادت و ندرت کو دخل نہیں کہ فسادِ عقیدت یا پانی کی اضاعت ہو تو ایک بار بھی جائز نہیں اور ان دونوں سے بری ہو تو بار ہا بھی گناہ و معصیت نہیں کراہت تنزیہی جدا بات ہے، ہاں دربارۂ نقص یہ تفصیل ہے کہ بے ضرورت تین بار سے کم دھونے کی عادت مکروہ تحریمی اور احیاناً ہو تو بے فسادِ عقیدت صرف مکروہ تنزیہی ورنہ تحریمی کہ تثلیث سنتِ مؤکدہ ہے اور سنتِ مؤکدہ کے ترک کا یہی حکم بخلاف زیادت کہ ترکِ تثلیث نہیں بلکہ تثلیث پوری کرکے

---

[1] رواہ الخرائطی فی مکارم الاخلاق عنہ رضی اللہ تعالٰی عنہ انہ قال من اقام نفسہ مقام التہمۃ فلا یلومن اساء الظن بہ[1] ۱۲ منہ

[1] خرائطی نے مکارم الاخلاق میں امیر المؤمنین عمر فاروق رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ہے کہ جس نے تہمت کی جگہ اپنے آپ کو پہنچایا تو بدگمانی کرنے والے کو ملامت نہ کرے ۱۲ منہ (ت)

---

[1] کشف الخفاء بحوالہ الخرائطی فی مکارم الاخلاق تحت الحدیث ۸۰ دارالکتب العلمیۃ بیروت ۱/ ۳۷

www.alahazratnetwork.org

زیادت ہے۔

وبہ ظہر ضعف ما مر عن العلامۃ ش فی التنبیہ الخامس من التوفیق بین نفی البدائع الکراھۃ ای التحریمیۃ عن الزیادۃ علی الثلاث والنقص عنھا عند عدم الاعتقاد مع اشعار الفتح وغیرہ بثبوتھا اذا زاد او نقص لغیر حاجۃ بان محمل الاول اذا فعلہ مرۃ والثانی علی الاعتیاد فھذا مسلم فی النقص ممنوع فی الزیادۃ۔

اسی سے اس تطبیق کی کمزوری ظاہر ہوگئی جو علامہ شامی سے ہم نے تنبیہ پنجم میں نقل کی۔ تفصیل یہ کہ صاحب بدائع نے تین بار سے کم وبیش دھونے سے متعلق بتایا کہ اگر (کمی بیشی کے مسنون ہونے کا اعتقاد نہ رکھتا ہو تو مکروہ نہیں یعنی مکروہ تحریمی نہیں۔ اور صاحب فتح القدیر وغیرہ نے بتایا کہ اگر زیادتی یا بے حاجت کمی کرے تو کراہت ثابت ہے اگرچہ وہ تین بار دھونے کو ہی مسنون مانتا ہو۔ علامہ شامی کی تطبیق یہ ہے کہ نفی بدائع کا مطلب یہ ہے کہ اگر کبھی ایک بار کمی بیشی کا مرتکب ہُوا تو کراہت نہیں اور فتح وغیرہ کے اثبات کراہت کا معنٰی یہ ہے کہ اگر کمی یا زیادتی کی عادت کرے تو کراہت ہے۔ اس تطبیق پر کلام یہ ہے کہ کمی کی صورت میں تو یہ تسلیم ہے مگر زیادتی کی صورت میں تسلیم نہیں (جیسا کہ اوپر واضح ہوا۔ م)

اما الاستناد الی مفہوم تفریع الفتح وغیرہ المار ثمہ وقد تمسک بہ ایضا العلامۃ ط علی ان کراھۃ الاسراف کراھۃ تحریم حیث قال اقول یاثم بالاسراف ولو اعتقد سنیۃ الثلاث فقط فلذا قالوا فی المفہوم (ای بیان مفہوم قولھم ان الحدیث

اب ایک بحث اور رہ گئی کہ فتح القدیر وغیرہ میں جیسا کہ وہاں گزرا وعید حدیث کو عدم اعتقاد پر محمول کرکے یہ تفریع کی ہے کہ اگر کسی حاجت کے تحت کمی بیشی کی تو اس میں حرج نہیں۔ جس کا مفہوم یہ ہے کہ اگر بلا حاجت کمی بیشی ہے تو مکروہ ہے۔ اس تفریع کے مفہوم سے علامہ شامی نے اسراف کی کراہت پر استناد کیا ہے اور اس سے

ف : حدیث وائمہ کی جلیل نصیحت، لایعنی باتوں کاموں کے ترک کی ہدایت، اور لایعنی کے معنے کا بیان۔

www.alahazratnetwork.org

محمول على الاعتقاد) حتى لو رأى سنية العدد و زاد لقصد الوضوء على الوضوء او لطمانينة القلب او نقص لحاجة فلا باس به (اى فافاد ان لو زاد بلا غرض كان فيه باس) ولو كان كما ذكر (ان لا باس الا فى الاعتقاد) لا تكره الزياد مطلقا[۱] اھ مزيدا منا بين الاھلة۔

علامہ طحطاوی نے بھی اسراف کی کراہت تحریم پر استناد کیا ہے وہ کہتے ہیں: میں کہتا ہوں اگر صرف تثلیث کے مسنون ہونے کا اعتقاد رکھتا ہو تو بھی اسراف سے گنہگار ہو جائے گا۔ اسی لئے مفہوم میں ("حدیث اعتقاد پر محمول ہے" اِس کلام کے مفہوم کے بیان میں) علما نے کہا ہے کہ" اگر تین کے عدد کو مسنون مانتا ہو اور وضو علی الوضو کے ارادے سے یا اطمینان قلب کے لئے زیادتی کرے یا کسی حاجت کی وجہ سے کمی کرے تو کوئی حرج نہیں"— یعنی اس سے مستفاد یہ ہوا کہ اگر بلاغرض زیادہ کرے تو اس میں حرج ہے) اور اگر ایسا ہوتا جیسا ذکر کیا گیا (کہ حرج صرف اعتقاد خلاف میں ہے) تو "مطلقاً" زیادتی مکروہ نہ ہوتی آھ طحطاوی کی عبارت ہلالین کے درمیان ہمارے اضافوں کے ساتھ ختم ہوئی۔

www.alahazratnetwork.org

وهذا هو منزع كلام ش بيد انه حمله على التعود واطلق ط اقول ولاطلاقه مستندات كما علمت اما تفصيل ش ان الاسراف يكره تنزيها ان وقع احيانا وتحريما ان تعود فلا اعلم من صرح به وكانه اخذه من جعل النهر

کلام شامی کا منشا بھی یہی ہے فرق یہ ہے کہ انہوں نے اسے عادت پر محمول کیا ہے اور طحطاوی نے مطلق رکھا ہے **اقول** اور ان کے اطلاق کی تائید میں کچھ قابلِ استناد عبارتیں ہیں جیسا کہ معلوم ہوا ـــ رہی علامہ شامی کی یہ تفصیل کہ اسراف اگر احیاناً واقع ہو تو مکروہ تنزیہی ہے اور عادۃً ہو تو مکروہ تحریمی ہے، میرے علم میں کسی نے اس کی تصریح نہیں کی ہے۔ علامہ شامی

ف: معروضة اخرى عليه

[۱] حاشية الطحطاوى على الدر المختار كتاب الطهارة المكتبة العربية بيروت ۱/ ۲۷

ترکه سنة مؤکدة مع خلافه له فی حمل الکراهة علی التحریم۔

فاقول هم انفسهم فی ابانة المفهوم[1] وشرح منطوقهم الحکم بالاعتقاد فذکروا تصویرا لایکون فیه الزیادة والنقص لاجل الاعتقاد بل لغرض اُخر لان العاقل لابد لفعله من غرض فاذا لم یکن المشی علی ما اعتقد فلیکن ما ذکروا فلا یدل علی ادارة الامر علی هذا التصویر والا لخالف الشرح المشروح فان المشروح ناطه الاعتقاد وصرح ان لو زاد او نقص واعتقد ان الثلاث سنة لایلحقه الوعید کما تقدم عن البدائع وهذا ینوطه بشیئ اُخر غیره، وبالجملة لانسلم ان لشرح المفهوم مفهوما اُخر وان[2] سلم فمفهومه

نے شاید اس کو اس سے اخذ کیا ہے کہ صاحبِ نہر نے ترکِ اسراف کو سنّتِ مؤکدہ قرار دیا ہے باوجودیکہ صاحبِ نہر نے اسراف کی کراہت کا تحریمی ہونا ظاہر کیا تو علامہ شامی نے ان کی مخالفت کی ہے۔

اب تفریع مذکور کے مفہوم سے استناد پر **میں کہتا ہوں** وُہ حضرات تو خود مفہوم کی توضیح کر رہے ہیں اور اس بات کی تشریح فرما رہے ہیں کہ حکم حدیث کو انھوں نے اعتقاد سے وابستہ رکھا ہے اسی کے لئے انھوں نے ایسی صورت پیش کی ہے جس میں زیادتی یا کمی اعتقاد کی وجہ سے نہ ہو بلکہ کسی اور غرض کے تحت ہو۔ اس لئے کہ کارِ عاقل کے لئے کوئی غرض ہونا ضروری ہے۔ تو اگر اس کے اعتقاد پر نہ چلیں تو وہی ہونا چاہئے جو ان حضرات نے ذکر کیا (اب اگر اعتقاد کو بنیاد نہ مان کر مطلقاً اسراف کو مکروہِ تحریمی کہتے ہیں ۱۲م) تو یہ اس کو نہیں بتاتا کہ مدارِ کار اُس صورت پر ہے جو ان حضرات نے پیش کی ورنہ شرح اور مشروح میں مخالفت لازم آئے گی اس لئے کہ مشروح نے تو حکم کا مدار اعتقاد پر رکھا ہے اور یہ صراحت کر دی ہے کہ اگر تین بار دھونے کو سنت مانتے ہوئے زیادتی یا کمی کی تو وعید اسے لاحق نہ ہوگی جیسا کہ بدائع سے نقل ہوا۔ اور شرح حکم کو اس کے علاوہ کسی اور چیز سے وابستہ کرتی ہے۔

www.alahazratnetwork.org

ف۱: معروضة ثالثة علیه وعلی العلامة ط۔

ف۲: معروضة رابعة علی ش واخری علی ط۔

معارض لمنطوق البدائع وغیرھا والمنطوق مقدم فافھم۔

الحاصل ہم یہ نہیں مانتے کہ شرح مفہوم کا کوئی دوسرا مفہوم ہوسکتا ہے۔ اگر اسے تسلیم بھی کرلیا جائے تو اس کا مفہوم بدائع وغیرھا کے منطوق کے معارض ہے اور منطوق مقدم ہوتا ہے۔ تو اسے سمجھو۔

رابعاً جبکہ حدیث نے بے قید حال ومکان زیادت ونقص پر حکمِ اسارت وظلم وتعدی فرمایا اور زیادت میں تعدی خاص مکان اضاعت میں ہے اور نقص میں خاص بحال عادت، لہذا ہمارے علمائے کرام رحمہم اللہ تعالٰی نے حدیث کو ایک منشاء ونیت یعنی اعتقاد سنیت پر حمل فرمایا جس سے بے قید حال ومکان مطلقاً حکم تعدی واسارت ہو۔

خامساً بدائع وغیرہ کی تصریح کہ اگر بے اعتقاد سنیت نقص وزیادت ہو تو وعید نہیں صحیح ونجیح ہے کہ عادت نقص یا اضاعت زیادت میں لحوق وعید اس ضم ضمیمہ پر ہے تو فعل بجائے خود اپنے منشاء وغایت ومقصد ونیت میں مواخذہ سے پاک ہے کما علمت ھکذا ینبغی التحقیق واللہ تعالٰی ولی التوفیق (جیسا کہ واضح ہوا، اسی طرح تحقیق ہونی چاہیے، اور خدا ہی مالکِ توفیق ہے۔ ت)

الحمدللہ اس امر نجیم اعنی حکم اسرافِ آب کا بیان ایسی وجہ جلیل وجمیل پر واقع ہوا کہ خود ہی ایک مستقل نفیس رسالہ ہونے اور تاریخی نام:

برکات السماء فی حکم اسراف الماء

رکھنے کے قابل، والحمدللہ علی نعمہ الجلائل وصلی اللہ تعالٰی علی سید الاواخر والاوائل وآلہ وصحبہ الکرام الافاضل۔

فائدہ مہمہ [ف۱]: وضو میں پانی زیادہ نہ خرچ ہونے کے لئے چند امور کا لحاظ رکھیں:

(۱) وضو [ف۲] دیکھ دیکھ کر ہوشیاری واحتیاط کے ساتھ کریں، عوام میں جو یہ مشہور ہے کہ وضو

ف۱: فائدہ: وہ باتیں جن کے لحاظ سے وضو میں پانی کم خرچ ہو۔

ف۲: مسئلہ وضو میں جلدی نہ چاہیے بلکہ درنگ احتیاط کے ساتھ کرے، عوام میں جو مشہور ہے کہ وضو جوانوں کا سا، نماز بوڑھوں کی سی، یہ وضو کے بارے میں غلط ہے۔

بہت جلد کرنا چاہئے اور اسی معنے پر کہتے ہیں کہ وضو نوجوان کا سا اور نماز بوڑھوں کی سی، یہ غلط ہے بلکہ وضو میں بھی درنگ وترکِ عجلت مطلوب ہے۔ فتح وبحر وشامی شمار آدابِ وضو میں ہے: والتأنی[1] (ٹھہر ٹھہر کر دھونا۔ت)، علمگیریہ میں معراج الدرایہ سے ہے، لایستعجل فی الوضوء[2] (وضو میں جلدی نہ کرے۔ ت)۔

اقول ظاہر ہے کہ جس شے کے لئے شرع نے ایک حد باندھی ہے کہ اس سے نہ کمی چاہئے نہ بیشی، تو اُس فعل کو باحتیاط بجالانے ہی میں حد کا موازنہ ہوسکے گا نہ کہ لپ جھپ اناپ شناپ میں۔

(۲) بعض لوگ چُلّو لینے میں پانی ایسا ڈالتے ہیں کہ اُبل جاتا ہے حالانکہ جو گرا بیکار گیا اس سے احتیاط چاہئے۔

(۳) ہر چُلّو بھرا ہونا ضرور نہیں بلکہ جس کام کے لئے لیں اُس کا اندازہ رکھیں مثلاً ناک میں نرم بانسے تک پانی چڑھانے کو پُورا چُلّو کیا ضرور نصف بھی کافی ہے بلکہ بھرا چُلّو کُلّی کے لئے بھی درکار نہیں۔

(۴) لوٹے کی ٹونٹی متوسط معتدل چاہئے، نہ ایسی تنگ کہ پانی بدیر دے، نہ فراخ کہ حاجت سے زیادہ گرائے۔ اس کا فرق یُوں معلوم ہوسکتا ہے کہ کٹوروں میں پانی لے کر وضو کیجئے تو بہت خرچ ہوگا، یونہی فراخ ٹونٹی سے بہانا زیادہ خرچ کا باعث ہے، اگر لوٹا ایسا ہو تو احتیاط کرے پُوری دھار نہ گرائے بلکہ باریک۔

(۵) بہت بھاری برتن سے وضو نہ کرے خصوصاً کمزور کہ پُورا قابو نہ ہونے کے باعث پانی بے احتیاط گرے گا۔

(۶) اعضاء[ف] دھونے سے پہلے اُن پر بھیگا ہاتھ پھیر لے کہ پانی جلد دوڑتا ہے اور تھوڑا بہت کا کام دیتا ہے خصوصاً موسمِ سرما میں اس کی زیادہ حاجت ہے کہ اعضا میں خشکی ہوتی ہے بہتی دھار بیچ میں جگہ خالی چھوڑ جاتی ہے، جیسا کہ مشاہدہ ہے۔ بحرالرائق میں ہے:

عن خلف بن ایوب انہ قال — خلف بن ایوب سے روایت ہے کہ انھوں نے

ف: مسئلہ مستحب ہے کہ اعضا دھونے سے پہلے بھیگا ہاتھ پھیر لے خصوصاً جاڑے میں۔

[1] فتح القدیر	کتاب الطہارۃ	مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر	۱/۳۲
البحرالرائق	کتاب الطہارۃ	ایچ ایم سعید کمپنی کراچی	۱/۲۸
[2] الفتاوی الہندیۃ	؍؍ الفصل الثالث فی المستحبات	نورانی کتب خانہ پشاور	۱/۹

ینبغی للمتوضئ فی الشتاء ان یبل اعضاءہ بالماء شبہ الدھن ثم یسیل الماء علیھا لان الماء یتجافی عن الاعضاء فی الشتاء کذا فی البدائع[1]۔

فرمایا، وضو کرنے والے کو چاہئے کہ جاڑے میں اپنے اعضا کو پانی سے تیل کی طرح تر کرے پھر ان پر پانی بہائے اس لئے کہ پانی جاڑے میں اعضا سے الگ رہ جاتا ہے۔ ایسا ہی بدائع میں ہے (ت)

فتح القدیر میں ہے:

الاداب امرار الید علی الاعضاء المغسولۃ والتأنی والدلک خصوصا فی الشتاء[2] اھ۔

وضو کے آداب میں یہ ہے کہ دھوئے جانے والے اعضاء پر ہاتھ پھیر لے، اور ٹھہر ٹھہر کر دھوئے، اور مَل لیا کرے خصوصًا جاڑے میں اھ۔ (ت)

واعترضہ فی البحر بانہ ذکر الدلک من المندوبات وفی الخلاصۃ انہ سنۃ عندنا[3] اھ وقدمناہ فی التنبیہ الثالث وقال العلامۃ ش فی المنحۃ قولہ "ذکر الدلک الخ" یمکن ان یجاب عنہ بان مرادہ امرار الید المبلولۃ علی الاعضاء المغسولۃ لما قدمہ الشارح عند الکلام علی غسل الوجہ عن خلف بن ایوب (ای ما نقلناہ اٰنفا قال) لکن کان ینبغی تقییدہ بالشتاء تأمل[4] اھ۔

اس پر بحر کا اعتراض ہے کہ انھوں نے ملنے کو مندوبات میں شمار کردیا جبکہ خلاصہ میں یہ ہے کہ وہ ہمارے نزدیک سنّت ہے اور یہ اعتراض ہم تنبیہ سوم میں ذکر کرچکے ہیں ـــ علامہ شامی منحۃ الخالق حاشیۃ البحر الرائق میں بحر کے اعتراض مذکور کے تحت لکھتے ہیں: اس کا یہ جواب دیا جاسکتا ہے کہ صاحبِ فتح کی مراد یہ ہے کہ دھوئے جانے والے اعضاء پر بھیگا ہوا ہاتھ پھیر لیا جائے اس کی وجہ وُہ ہے جو شارح نے غسلِ وجہ پر کلام کے تحت حضرت خلف بن ایوب سے نقل کی (وہی جو اوپر ہم نے ابھی نقل کیا) لیکن انھیں اس کے ساتھ "جاڑے" کی قید لگا دینا چاہئے تھا ـــ تامل کرو ـــ اھ۔

www.alahazratnetwork.org

[1] البحر الرائق	کتاب الطہارۃ	ایچ ایم سعید کمپنی کراچی	١/١١
[2] فتح القدیر	"	مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر	١/٣٢
[3] البحر الرائق	"	ایچ ایم سعید کمپنی کراچی	١/٢٩
[4] منحۃ الخالق علی البحر الرائق	"	" "	"

29 **اقول اولاً** ان امرارادانه لایندب[1] الیہ الا فی الشتاء فممنوع لان الماء وان کان لایتجافی عن الاعضاء فی غیر الشتاء فلا شك ان البل قبل الغسل ینفع فی کل زمان فانه یسھل مرور الماء ویقلل المصروف منه کما ھو مجرب مشاھد فالنقل عن الامام خلف فی الشتاء لاینفیه فی غیرہ انما یقتضی ان الحاجة الیه فی الشتاء اشد وھذا قد صرح به المحقق حیث قال خصوصا فی الشتاء[1]۔

وثانیاً امرار الید علی الاعضاء المغسولة قد افرزہ المحقق عن الدلك کما سمعت فکیف یحمل علیه۔

لکن التحقیق ما **اقول** ان الامرار المذکور له ثلثة محتملات الاول الامرار بعد الغسل اعنی بعد[2]

اقول اولاً اگر علامہ شامی کی مراد یہ ہے کہ وہ صرف جاڑے ہی میں مندوب ہے تو یہ قابل تسلیم نہیں اس لئے کہ غیر سرما میں پانی اگرچہ اعضاء سے الگ نہیں ہوتا مگر اس میں شک نہیں کہ دھونے سے پہلے تر کرلینا ہر موسم میں مفید ہے کیوں کہ اس سے پانی بآسانی گزرتا ہے اور کم صرف ہوتا ہے۔ جیسا کہ یہ تجربہ و مشاہدہ سے معلوم ہے۔ تو امام خلف سے نقل اگرچہ خاص جاڑے کے لفظ کے ساتھ ہے مگر اس سے غیر سرما کی نفی نہیں ہوتی اس کا تقاضا صرف یہ ہے کہ جاڑے میں ضرورت زیادہ ہے اور اس کی تو حضرت محقق نے تصریح کردی ہے اس طرح کہ انھوں نے لکھا: "خصوصاً جاڑے میں"۔

ثانیاً دھوئے جانے والے اعضا پر ہاتھ پھیرنے کو حضرت محقق نے دلك (اعضا کو ملنے) سے الگ ذکر کیا ہے جیسا کہ ان کی عبارت پیش ہوئی تو اسے اس پر کیسے محمول کیا جائے گا؟ —— لیکن تحقیق وہ ہے جو میں **کہتا ہوں** کہ مذکورہ ہاتھ پھیرنے میں تین معنی کا احتمال ہے: —— اوّل: دھولینے کے بعد ہاتھ پھیرنا یعنی پانی گرجانے

---

[1]: معروضة علی العلامة ش۔

[2]: مسئلہ ہر عضو دھوکر اس پر ہاتھ پھیر دینا چاہیے کہ پانی کی بوندیں ٹپکنا موقوف ہوجائے تاکہ بدن یا کپڑے پر نہ ٹپکیں۔

---

[1] فتح القدیر کتاب الطہارۃ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/۳۲

www.alahazratnetwork.org

ما انحدر الماء لنشف الباقي كيلا يترشش على الثياب۔

والثاني مع الغسل ای حین کون الماء بعدُ مارا على الاعضاء وهو عين الدلك المطلوب قال في البحر خلف ما قدمنا عن خلفٍ الدلكُ ليس من مفهومه (ای الغسلِ بالفتح) وانما هو مندوب وذكر في الخلاصة انه سنة وحدّه امرار اليد على الاعضاء المغسولة اھ[1]۔

والثالث قبل الغسل ويحتاج الى التقييد بالمبلولة والتجوز في المغسولة بمعنى ما سيغسل اوما امر به ان يغسل فح قد يمكن ان يراد بالدلك الثالث كما زعم العلامة ش وبالامرار الاول فلا هو ينافي الافتراض ولا يلزم عد الثاني من المندوبات خلافا لما هو المذهب المذكور في الخلاصة ومن القرينة عليه ان المحقق بحث في

کے بعد باقی کو خشک کرنے کے لئے ہاتھ پھیرنا تاکہ کپڑوں پر نہ ٹپکے۔

دوم: دھونے کے ساتھ ساتھ ہاتھ پھیرنا۔ یعنی جس وقت پانی اعضاء پر گر رہا ہے اُسی وقت ہاتھ پھیرتے جانا۔ یہ بعینہٖ وہی دلک (اعضاء کو ملنا) ہے جو مطلوب ہے۔ بحر میں حضرت خلف سے نقل شدہ کلام کے بعد لکھا: دَلک، غَسل بالفتح۔ دھونے۔ کے مفہوم میں داخل نہیں۔ وہ صرف مندوب ہے۔ اور خلاصہ میں ذکر کیا کہ سنت ہے۔ اور اس کی تعریف یہ ہے: دھوئے جانے والے اعضاء پر ہاتھ پھیرنا اھ۔

سوم: دھونے سے پہلے ہاتھ پھیرنا (فتح کی عبارت ہے: امرار الید علی الاعضاء المغسولۃ اعضائے مغسولہ پر ہاتھ پھیرنا ۱۲م) عبارت فتح کے اندر یہ معنی لینے کے لئے دو باتوں کی ضرورت ہے۔ ایک یہ کہ ہاتھ کے ساتھ "تر" کی قید لگائی جائے۔ دوسری یہ کہ "مغسولہ" میں مجاز مانا جائے اور کہا جائے کہ مغسولہ کا معنی یہ کہ وہ جو دھوئے جائیں گے یا وہ جن کے دھونے کا حکم ہے۔ ایسی صورت میں دلک (اعضاء کو ملنا) سے تیسرا معنی مراد لیا جاسکتا ہے جیسا کہ علامہ شامی کا خیال ہے اور "ہاتھ پھیرنے" سے پہلا معنی مراد ہوسکتا ہے۔ یہ معنی اسے الگ ذکر کرنے

www.alahazratnetwork.org

[1] البحرالرائق کتاب الطہارۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۱۱

كون الدلك خارجا عن حقيقة الغسل و مال الى ان المقصود بشرعية الغسل لا يحصل الا به وقد اجاب عنه فى الغنية بما يكفى ويشفى فيبعد ان يدخله ههنا فى مجرد ادب نازل عن الاستنان ايضا خلفة عن الافتراض وقد يؤيده ايضا لفظة خصوصا فى الشتاء لان الثانى صرحوا باستنانه مطلقا وانما قيدوا بالشتاء الثالث ، فهذا غاية توجيه ما فى المنحة وبه يندفع ايراد البحر وان كان المتبادر من الدلك هو الثانى ولذا مشى عليه فى البحر واقتفينا اثره فيما مر بل مشى عليه ش نفسه فى رد المحتار و اعترض على الفتح بما اعترض فى البحر قائلا لكن قدمنا ان الدلك سنة

کے خلاف پڑے گا۔ اور یہ بھی لازم آئے گا کہ انھوں نے دوسرے معنی کو خلاصہ میں ذکر شدہ مذہب کے برخلاف، مندوبات میں شمار کر دیا ــــ اور اس پر ایک قرینہ بھی ہے وہ یہ کہ حضرت محقق نے دلک (بمعنی دوم) کے حقیقتِ غسل سے خارج ہونے پر بحث کی ہے اور ان کا میلان اس طرف ہے کہ دھونے کی مشروعیت کا جو مقصود ہے وہ اس کے بغیر حاصل نہیں ہوتا۔ اس بحث کا صاحبِ غنیہ نے کافی وشافی جواب دے دیا ہے (مگر جب وہاں دلک کو عینِ غسل اور نفسِ فرض قرار دینے کی طرف مائل ہیں ۱۲ م) تو بعید ہے کہ یہاں فرضیت کے بدلے مسنونیت سے بھی فروتر صرف ایک ادب کے تحت اسے داخل کر دیں۔ اور ان کے لفظ " خصوصاً جاڑے میں " سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے۔ اس لئے کہ معنی دوم کے تو مطلقاً مسنون ہونے کی علمائے تصریح فرمائی ہے۔ اور جاڑے کی قید صرف معنی سوم میں لگائی ہے۔ یہ منحۃ الخالق کے جواب کی انتہائی توجیہ ہے اور اسی سے بحر کا اعتراض بھی دفع ہو جاتا ہے۔ اگرچہ لفظ دلک سے متبادر وہی معنی دوم ہے اسی لئے صاحبِ بحر اسی پر گئے ہیں اور سابق میں ہم نے بھی ان ہی کے نشانِ قدم کی پیروی کی ہے۔ بلکہ خود علامہ شامی رد المحتار میں اسی پر گام زن ہیں اور فتح پر وہی اعتراض کیا ہے جو بحر نے کیا، وہ لکھتے ہیں: لیکن ہم پہلے ذکر کر چکے کہ دلک سنت ہے۔

www.alahazratnetwork.org

قال ولعل المراد بما قبله (ای امرار الید) امرارها علیه مبلولة قبل الغسل تأمل اھ[1]۔

اور کہتے ہیں: شاید ماقبل (یعنی ہاتھ پھیرنے) سے مراد دھونے سے پہلے اعضاء پر تر ہاتھ پھیرنا ہے، تأمل کرو، اھ۔

اقول قد علمت[ف1] ان ھذا اضعف احتمالاته واذا کان ھذا مرادہ فحمل الدلك علیه یکون تکرار بلا شك، فان قلت ذکر المحقق بعدہ من الاداب حفظ ثیابه من المتقاطر[2] فیحمل الامرار علی الاول یتکرر مع ھذا **قلت** امرار الید وان کان معلولا بالحفظ تعلیل الفعل بغایته فلیس علة کافیة لحصوله بحیث لا یحتاج بعدہ فی الحفظ الی احتراز سواہ فلا یکون ذکرہ مغنیا عن ذکر الحفظ۔

اقول واضح ہوچکا کہ اس لفظ میں یہ سب سے ضعیف احتمال ہے، اگر اس لفظ سے یہ ان کی مراد ہو تو اس پر "دلک" کو محمول کرنے میں بلاشبہہ تکرار لازم آئے گی — **اگر سوال ہو** کہ حضرت محقق نے اس کے بعد آداب میں "ٹپکنے والے پانی سے کپڑوں کو بچانا" بھی شمار کیا ہے۔ تو ہاتھ پھیرنے سے اگر معنی اول مراد لیا جائے تب بھی تو یہاں آکر تکرار ہوجائے گی؛ **تو میں جواباً کہوں گا** اگرچہ ہاتھ پھیرنے کی علت "کپڑوں کی حفاظت" بتائی گئی ہے جیسے کسی فعل کی علت اس کی غایت کو بتایا جاتا ہے مگر یہ ہاتھ پھیرنا بچاؤ حاصل ہونے کے لئے ایسی کافی علت نہیں ہے کہ اس کے بعد بچاؤ میں مزید کسی احتیاط اور ہوشیاری برتنے کی ضرورت ہی نہ ہو تو ہاتھ پھیرنے کا ذکر ہوجانے کے بعد بھی اس کی ضرورت رہ جاتی ہے کہ ٹپکنے والے پانی سے کپڑوں کے بچانے کو مستقلاً ذکر کیا جائے۔

ثم اقول عجب[ف2] للبحر

ثم اقول صاحبِ بحر پر تعجب ہے

ف1: معروضة علی ش

ف2: تطفل علی البحر

---

[1] رد المحتار کتاب الطہارۃ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۸۵

[2] فتح القدیر " مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/ ۳۲

www.alahazratnetwork.org

جزم ھھنا بندب الدلك و نسب الاستنان للخلاصۃ کغیر المرتضی لہ واعترض ثمہ علی المحقق بان فی الخلاصۃ انہ سنۃ عندنا۔[1]

کہ یہاں دلک کے مندوب ہونے پر جزم کیا اور مسنون ہونے کو خلاصہ کی طرف یوں منسوب کیا جیسے یہ ان کا پسندیدہ نہیں، اور وہاں حضرت محقق پر یہی اعتراض کیا ہے کہ خلاصہ میں لکھا ہے کہ وہ ہمارے نزدیک سنت ہے۔

(۷) کلائیوں پر بال ہوں تو ترشوا دیں کہ اُن کا ہونا پانی زیادہ چاہتا ہے اور مونڈنے سے سخت ہو جاتے ہیں اور تراشنا مشین سے بہتر کہ خوب صاف کر دیتی ہے اور سب سے احسن و افضل نورہ ہے کہ ان اعضا میں یہی سنّت سے ثابت۔ ابن ماجہ ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے راوی:

ان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کان اذا اطلی بدأ بعورتہ فطلاھا بالنورۃ و سائر جسدہ اھلہ۔[2]

رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم جب نورہ کا استعمال فرماتے تو ستر مقدس پر اپنے دست مبارک سے لگاتے اور باقی بدن مبارک پر ازواج مطہرات لگا دیتیں صلے اللہ تعالٰے علیہ وعلیہن وبارک وسلم۔

www.alahazratnetwork.org

اور ایسا نہ کریں تو دھونے سے پہلے پانی سے خوب بھگولیں کہ سب بال بچھ جائیں ورنہ کھڑے بال کی جڑ میں پانی گزر گیا اور نوک سے نہ بہا تو وضو نہ ہوگا۔

(۸) دست و پا پر اگر لوٹے سے دھار ڈالیں تو ناخنوں سے کہنیوں یا گٹوں کے اوپر تک علی الاتصال اُتار دیں کہ ایک بار میں ہر جگہ پر ایک ہی بار گرے پانی جبکہ گر رہا ہے اور ہاتھ کی روانی میں دیر ہوگی تو ایک جگہ پر مکرر گرے گا۔

(۹) بعض لوگ یُوں کرتے ہیں کہ ناخن سے کہنی یا گٹے تک بہاتے لائے پھر دوبارہ سہ بارہ

ف: مسئلہ ہاتھ، پاؤں، سینہ، پشت پر بال ہوں تو نورہ سے دور کرنا بہتر ہے۔ اور موئے زیرِ ناف پر بھی استعمالِ نورہ آیا ہے۔

---

[1] البحرالرائق کتاب الطہارۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۲۹

[2] سنن ابن ماجۃ ابواب الادب باب الاطلاء بالنورۃ " " " ص ۲۷۴

کے لئے جو ناخن کی طرف لے گئے تو ہاتھ نہ روکا بلکہ دھار جاری رکھی ایسا نہ کریں کہ تثلیث کے عوض پانچ بار ہوجائے گا بلکہ ہر بار کہنی یا گٹے تک لاکر دھار روک لیں اور رُکا ہوا ہاتھ ناخنوں تک لے جاکر وہاں سے پھر اجرا کریں کہ سنت[ف۱] یہی ہے کہ ناخن سے کہنیوں یا گٹوں تک پانی بہے نہ اس کا عکس، کما نص علیہ فی الخلاصۃ وغیرھا (جیسا کہ خلاصہ وغیرہ میں اس کی تنصیص کی ہے۔ ت)۔

(۱۰) قول جامع یہ ہے کہ سلیقہ سے کام لیں، سیدنا امام شافعی رضی اللہ تعالٰی عنہ نے کیا خوب فرمایا ہے:

قد یرفق بالقلیل فیکفی ویخرق الکثیر فلایکفی ذکرہ الامام النووی فی شرح مسلم[۱] واوردہ الامام العینی فی شرح البخاری بلفظ قد یرفق الفقیہ بالقلیل فیکفی ویخرق الاخرق فلا یکفی[۲]۔

یعنی سلیقہ سے اٹھاؤ تو تھوڑا بھی کافی ہوجاتا ہے اور بدسلیقگی برتو تو بہت بھی کفایت نہیں کرتا (اسے امام نووی نے شرح مسلم میں ذکر کیا اور امام عینی نے شرح بخاری میں ان الفاظ کے ساتھ بیان کیا:

www.alahazratnetwork.org

فائدہ[ف۲]: اوپر حدیث گزری کہ وَلَہان نام شیطان وضو میں وسوسہ ڈالتا ہے اس کے وسوسہ سے بچو، دفعِ وسوسہ کے لئے بہترین تدبیر ان باتوں کا التزام ہے:

(۱) رجوع الی اللہ و اعوذ[۱] ولاحول[۲] و سورۂ ناس[۳] کی قراءت اور اٰمَنْتُ بِاللہِ وَرَسُوْلِہٖ[۴] کہنا اور ھُوَ الْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ وَالظَّاھِرُ وَالْبَاطِنُ ۚ وَھُوَ بِکُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ[۳]، ان سے

ف۱: مسئلہ سنّت یہ ہے کہ پانی ہاتھ پاؤں کے ناخن کی طرف سے کہنیوں اور گٹوں کے اوپر تک ڈالیں اُدھر سے اِدھر کو نہ لائیں۔

ف۲: فائدہ جلیلہ: دفع وسواس کی دعائیں اور علاج۔

---

[۱] شرح صحیح مسلم للامام النووی کتاب الحیض باب القدر المستحب من الماء دار الفکر بیروت ۲/ ۱۳۷۳

[۲] عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری کتاب الوضوء باب الوضوء بالمد تحت الحدیث ۲۰۱-۲۰۱ دار الکتب العلمیہ بیروت ۳/ ۱۴۱

[۳] القرآن الکریم ۵۷/ ۳

فوراً وسوسہ دفع ہوجاتا ہے اور[1] سُبْحٰنَ الْمَلِكِ الْخَلَّاقِ ۔ اِنْ یَّشَاْ یُذْهِبْكُمْ وَیَاْتِ بِخَلْقٍ جَدِیْدٍ ط وَمَا ذٰلِكَ عَلَی اللّٰهِ بِعَزِیْزٍ[1] کی کثرت اُسے جڑ سے قطع کردیتی ہے۔ حدیث میں ہے ایک صاحب نے خدمتِ اقدس میں حاضر ہوکر وسوسہ کی شکایت کی کہ نماز میں پتا نہیں چلتا دو۲ پڑھیں یا تین۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا :

اذا وجدت ذٰلك فارفع اصبعك السبابة الیمنٰی فاطعنه فی فخذك الیسرٰی وقل بسم الله فانها سکین الشیطان۔ رواہ البزار[2] والطبرانی عن والد ابی الملیح ورواہ ایضا الحکیم الترمذی۔

جب تُو ایسا پائے تو اپنی داہنی انگشتِ شہادت اُٹھا کر اپنی بائیں ران میں مار اور بسم اللہ کہہ کہ وہ شیطان کے حق میں چھُری ہے (اس کو بزار اور طبرانی نے ابو الملیح کے والد سے روایت کیا ہے اور حکیم ترمذی نے بھی اسے روایت کیا ہے۔ ت)

(۲) وسوسہ کی نہ سُننا اس پر عمل نہ کرنا اس کے خلاف کرنا، اس بلائے عظیم کی عادت ہے کہ جس قدر اس پر عمل ہو اُسی قدر بڑھے اور جب قصداً اس کا خلاف کیا جائے تو باذنہٖ تعالٰی تھوڑی مدت میں بالکل دفع ہوجائے۔ عمرو بن مُرّہ رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں :

www.alahazratnetwork.org

ماوسوسة باولع ممن یراها تعمل فیه۔ رواہ ابن ابی شیبة[3]۔

شیطان جسے دیکھتا ہے کہ میرا وسوسہ اس میں کارگر ہوتا ہے سب سے زیادہ اسی کے پیچھے پڑتا ہے۔ (اسے ابن ابی شیبہ نے روایت کیا۔ ت)

امام ابن حجر مکی اپنے فتاوٰی میں فرماتے ہیں مجھ سے بعض ثقہ لوگوں نے بیان کیا کہ دو۲ وسوسہ والوں کو نہانے کی ضرورت ہوئی دریائے نیل پر گئے طلوعِ صبح کے بعد پہنچے، ایک نے دوسرے سے کہا : تُو اُتر کر غوطے لگا میں گنتا جاؤں گا اور تجھے بتاؤں گا کہ پانی تیرے سارے سر کو پہنچا یا نہیں۔ وہ اُترا اور غوطے لگانے شروع کئے اور یہ کہہ رہا ہے کہ ابھی تھوڑی سی جگہ تیرے سر میں باقی ہے وہاں پانی نہ پہنچا،

---

[1] القرآن الکریم ۱۴ /۱۹

[2] کنز العمال بحوالہ طب والحکیم عن ابی الملیح حدیث ۱۲۷۳ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱ /۲۵۲

المعجم الکبیر حدیث ۵۱۲ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۱ /۱۹۲

مجمع الزوائد بحوالہ الطبرانی والبزار کتاب الصلوٰۃ باب السہو فی الصلوٰۃ دار الکتاب بیروت ۲ /۱۵۱

[3] المصنف لابن ابی شیبۃ کتاب الطہارات حدیث ۲۰۵۴ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱ /۱۷۹

ایک صبح سے دوپہر ہوگیا آخر تھک کر باہر آیا اور دل میں شک رہا کہ غسل اُترا یا نہیں۔ پھر اس نے اس دوسرے سے کہا: اب تُو اُتر میں گنوں گا۔ اُس نے ڈبکیاں لگائیں اور یہ کہتا جاتا ہے کہ ابھی سارے سر کو پانی نہ پہنچا، یہاں تک کہ دوپہر سے شام ہوگئی، مجبور وہ بھی دریا سے نکل آیا اور دل میں شُبہہ کا شبہہ ہی رہا، دن بھر کی نمازیں کھوئیں اور غسل اُترنے پر یقین نہ ہونا تھا نہ ہوا، والعیاذ باللہ تعالیٰ، ذکرہ فی الحدیقۃ الندیۃ[1] (اسے حدیقہ ندیہ میں بیان کیا گیا۔ ت) یہ وسوسہ ماننے کا نتیجہ تھا۔

اور صالحین میں سے ایک صاحب فرماتے ہیں مجھے دربارۂ طہارت وسوسہ تھا، راستہ کی کیچڑ اگر کپڑے میں لگ جاتی اُسے دھوتا (حالانکہ شرعاً جب تک خاص اُس جگہ نجاست کا ہونا ثابت و متحقق نہ ہو حکمِ طہارت ہے) ایک دن نمازِ صبح کے لئے جاتا تھا راہ کی کیچڑ لگ گئی میں نے دھونا چاہا اور خیال آیا کہ دھوتا ہُوں تو جماعت جاتی ہے، ناگاہ اللہ عزوجل نے مجھے ہدایت فرمائی میرے دل میں ڈالا کہ اس کیچڑ میں لوٹ اور سب کپڑے سان لے اور یونہی نماز میں شریک ہوجا، میں نے ایسا ہی کیا پھر وسوسہ نہ ہوا۔ ذکرہ فی الطریقۃ المحمدیۃ[2] (اسے طریقہ محمدیہ میں ذکر کیا گیا۔ ت) یہ اس کی مخالفت کی برکت تھی۔

ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کی حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اذا احدکم اذا کان فی المسجد جاء الشیطان فابس بہ کما یبس الرجل بدابتہ فان اسکن لہ وثقہ اوالجمہ۔

جب تم میں کوئی مسجد میں ہوتا ہے شیطان آکر اس کے بدن پر ہاتھ پھیرتا ہے جیسے تم میں کوئی اپنے گھوڑے کو رام کرنے کے لئے اس پر ہاتھ پھیرتا ہے پس اگر وہ شخص ٹھہرا رہا یعنی اسکے وسوسہ سے فوراً الگ نہ ہوگیا تو اسے باندھ لیتا یا لگام دے دیتا ہے۔

ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ نے اس حدیث کو روایت کرکے فرمایا:

انتم ترون ذٰلک اما الموثوق فتراہ مائلا کذا لایذکر اللہ

یعنی حدیث کی تصدیق تم آنکھوں دیکھ رہے ہو وہ جو بندھا ہُوا ہے اُسے تو دیکھے گا یُوں جُھکا ہوا

---

[1] الحدیقۃ الندیۃ شرح الطریقۃ المحمدیۃ الباب الثانی النوع الثانی مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ۲/۶۹۱

[2] الطریقۃ المحمدیۃ النوع الثالث فی علاج الوسوسۃ الخ مکتبہ حنفیہ کوئٹہ ۲/۳۳۰

واما الملجم ففاتح فاه لاینٰکر اللہ عزوجل۔ رواہ الامام احمد۔[1]

کہ ذکرِ الٰہی نہیں کرتا اور وہ جو لگام دیا ہوا ہے وُہ منہ کھولے ہے اللہ تعالٰی کا ذکر نہیں کرتا (اسے امام احمد نے روایت کیا۔ ت)۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں :

اذا وجد احدکم فی بطنہ شیئا فاشکل علیہ اخرج منہ شیئ ام لا فلا یخرج من المسجد حتی یسمع صوتا او یجد ریحا رواہ مسلم[2] والترمذی عن ابی ھریرۃ و لاحمد والترمذی وابن ماجۃ والخطیب عنہ مختصرا بلفظ لاوضوء الا من صوت او ریح[3] ولاحمد والشیخین وابی داؤد والنسائی وابناء ماجۃ وخزیمۃ وحبان عن عباد بن تمیم عن عمہ[ع] عبداللہ

جب تم میں کوئی اپنے شکم میں کچھ محسوس کرے جس سے اس پر اشتباہ ہو جائے کہ اس سے کچھ خارج ہوا یا نہیں تو وہ مسجد سے نہ نکلے یہاں تک کہ آواز سُنے یا بُو پائے ۔۔ اسے مسلم وترمذی نے حضرت ابوہریرہ سے روایت کیا۔ اور ان سے امام احمد، ترمذی، ابن ماجہ اور خطیب نے مختصرًا ان الفاظ میں روایت کیا ہے، وضو نہیں مگر آواز یا بُو سے ۔۔ اور امام احمد، بخاری، مسلم، ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ، ابن خزیمہ اور ابن حبان کی روایت عباد بن تمیم سے ہے، وہ اپنے چچا عبداللہ

ع وقع ھٰھنا فی نسخۃ کنز العمال المطبوعۃ بحیدرآباد عن عمر مکان عن عمہ وھو تصحیف شدید فاجتنبہ اھ منہ۔

ع یہاں کنز العمال کے نسخہ مطبوعہ حیدر آباد میں عن عمہ کی جگہ عن عمر چھپ گیا ہے اور یہ شدید قسم کی تصحیف ہے۔ اس سے ہوشیار رہنا چاہیے اھ منہ (ت)

---

[1] مسند احمد بن حنبل عن ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۲/ ۳۳۰

[2] صحیح مسلم کتاب الحیض باب الدلیل علی ان من تیقن الطہارۃ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۵۸

سنن الترمذی ابواب الطہارۃ باب ماجاء فی الوضوء من الریح حدیث ۷۵ دار الفکر بیروت ۱/ ۱۳۴

[3] " " " " " " " " " "

سنن ابن ماجہ " باب لاوضوء الا من حدث ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۳۹

مسند احمد بن حنبل عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۲/ ۴۱۰ و ۴۳۵

بن زید بن عاصم قال شکی الی النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم الرجل یخیل الیہ انہ یجد الشیئ فی الصلٰوۃ قال لا تنصرف حتی تسمع صوتا او تجد ریحا[1] ولاحمد وابی یعلٰی عن ابی سعید عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ان الشیطان لیأتی احدکم وھو فی صلٰوتہ فیأخذ بشعرۃ من دبرہ فیمدھا فیری انہ قد احدث فلا ینصرف حتی یسمع صوتا او یجد ریحا[2] ورواہ عنہ سعید بن منصور مختصرا نحو المرفوع من حدیث عباد وللبزار عن ابن عباس عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یأتی احدکم الشیطان فی الصلٰوۃ فینفخ فی مقعدتہ فیخیل انہ احدث ولم یحدث فاذا وجد ذلک فلا ینصرف حتی

بن زید بن عاصم سے راوی ہیں وہ کہتے ہیں ایک شخص نے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے پاس یہ شکایت عرض کی کہ اسے خیال ہوتا ہے کہ نماز میں کچھ محسوس کر رہا ہے۔ سرکار نے فرمایا: نماز سے نہ پھرو یہاں تک کہ آواز سنو یا بُو پاؤ۔ اور امام احمد وابو یعلٰی حضرت ابو سعید سے وہ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے راوی ہیں کہ تم میں کوئی نماز میں ہوتا ہے اور شیطان اس کے پاس آکر اس کے پیچھے سے کوئی بال کھینچتا ہے جس سے وہ یہ خیال کرنے لگتا ہے کہ اس کا وضو جاتا رہا، ایسا ہو تو وہ نماز سے نہ پھرے یہاں تک کہ آواز سُنے یا بُو پائے۔۔ اور اسے ان سے سعید بن منصور نے مختصرًا حضرت عباد کی حدیث کے مرفوع الفاظ کے ہم معنی ذکر کیا ہے۔ اور بزار حضرت ابن عباس سے وہ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے راوی ہیں کہ تم میں کسی کے پاس نماز میں شیطان آکر اس کے پیچھے پھونک دیتا ہے جس سے اس کو خیال ہوتا ہے کہ مجھے حدث ہوگیا حالانکہ اسے حدث نہ ہوا تو کوئی ایسا محسوس کرے

www.alahazratnetwork.org

---

[1] صحیح البخاری کتاب الوضوء باب لا یتوضأ من الشک قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۲۵
صحیح مسلم کتاب الحیض الدلیل علی ان من تیقن الطہارۃ " " ۱/ ۱۵۸
سنن النسائی کتاب الطہارۃ باب الوضوء من الریح نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ۱/ ۳۷
سنن ابی داؤد " باب اذا شک فی الحدث آفتاب عالم پریس لاہور ۱/ ۲۳
سنن ابن ماجہ ابواب الطہارۃ باب لا وضوء الا من حدث ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۳۹
[2] الجامع الصغیر بحوالہ حم ع حدیث ۲۰۲۷ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۱/ ۱۲۴

یسمع صوتا او یجد ریحا[1] ورواہ عنہ الطبرانی فی الکبیر مختصرا بلفظ من خیل لہ فی صلوتہ انہ قد احدث فلا ینصرفن حتی یسمع صوتا او یجد ریحا[2] ولعبد الرزاق وابن ابی الدنیا عن عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ قال ان الشیطان لیطیف باحدکم فی الصلوۃ لیقطع علیہ صلوتہ فاذا اعیاہ ان ینصرف نفخ فی دبرہ یریہ انہ قد احدث فلا ینصرفن احدکم حتی یجد ریحا او یسمع صوتا[3] وفی روایۃ اخری عنہ رضی اللہ تعالٰی عنہ حتی انہ یاتی احدکم وھو فی الصلوۃ فینفخ فی دبرہ ویبل احلیلہ ثم یقول قد احدث فلا ینصرفن احدکم حتی یجد ریحا ویسمع صوتا ویجد بللا[4] ولعبد الرزاق وابن ابی شیبۃ فی مصنفیھما وابن ابی داؤد فی کتاب الوسوسۃ

تو نماز سے نہ پھرے یہاں تک کہ آواز سنے یا بُو پائے۔ اور اسے طبرانی نے ان سے مختصرًا ان الفاظ میں روایت کیا ہے جسے نماز کے اندر ایسا خیال ہو کہ اسے حدث ہوا تو ہرگز وہ نماز سے نہ پھرے یہاں تک کہ آواز سُنے یا بُو پائے ___ اور عبدالرزاق و ابن ابی الدنیا حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی ہیں، انھوں نے فرمایا: شیطان تم میں کسی کے گرد اس کی نماز توڑنے کے لئے گھیرا ڈال دیتا ہے، جب اس سے عاجز ہوجاتا ہے کہ وہ اپنی نماز سے پھرے تو اس کے پیچھے پھونک دیتا ہے تاکہ اسے یہ خیال ہو کہ اسے حدث ہوگیا۔ ایسا ہو تو ہرگز کوئی نماز سے نہ پھرے یہاں تک کہ بُو پائے یا آواز سُنے ___ اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہی ایک اور روایت میں یہ ہے کہ وہ نماز میں کسی کے پاس آکر اس کے پیچھے پھونک دیتا ہے اور اس کے احلیل (ذکر کی نالی) کو تر کردیتا ہے پھر کہتا ہے تو بے وضو ہوگیا۔ تو ہرگز کوئی نماز سے نہ پھرے یہاں تک کہ بُو پائے اور آواز سُنے اور تری پائے۔ اور عبدالرزاق و ابن ابی شیبہ اپنی اپنی مصنّف میں، اور ابن ابی داؤد کتاب الوسوسہ میں حضرت

---

[1] کشف الاستار عن زوائد البزار کتاب الطہارۃ باب ما ینقض الوضوء حدیث ۲۸۱ موسسۃ الرسالہ بیروت ۱/۱۴۷

[2] المعجم الکبیر حدیث ۱۱۹۴۸ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۱۱/۳۴۱

[3] المصنف لعبد الرزاق حدیث ۵۳۶ المکتب الاسلامی بیروت ۱/۱۴۱

[4] آکام المرجان بحوالہ عبداللہ بن مسعود باب ۱۲۰ مکتبہ خیر کثیر کراچی ص ۹۲

www.alahazratnetwork.org

عن ابرهیم النخعی قال کان یقال ان الشیطان یجری فی الاحلیل و فی الدبر[عہ] فیری الرجل انه قد احدث فلا ینصرف احدکم حتی یسمع صوتا او یجد ریحا او یری بللاً[1]۔

ابراہیم نخعی سے راوی ہیں انھوں نے فرمایا: کہا جاتا تھا کہ شیطان احلیل میں اور دُبر میں دوڑ جاتا ہے۔ آدمی کو یہ خیال دلاتا ہے کہ اسے حدث ہوگیا تو ہرگز کوئی نماز سے نہ پھرے یہاں تک کہ آواز سنے یا بُو پائے یا تری دیکھے۔

قلت ذکر ھذین الاثرین الامام جلیل الجلال السیوطی فی لقط المرجان مقتصرا علیھما ھو، و صاحبه البدر فی اصله اٰکام المرجان مع ثبوته فی المرفوع کما علمت وقال عامر الشعبی من اجلاء علماء التابعین ان الشیطان بزقة یعنی بلة طرف الاحلیل ذکرہ العارف فی الحدیقة الندیة[2]۔

قلت یہ دونوں اثر (اثر ابن مسعود و اثر امام نخعی) امام جلال الدین سیوطی نے "لقط المرجان" میں ذکر کئے اور انھوں نے انھی دونوں پر اکتفا کی اسی طرح اس کی اصل آکام المرجان میں قاضی بدر الدین شبلی نے بھی ان ہی دونوں پر اکتفا کی ہے حالانکہ یہ مضمون مرفوع میں موجود ہے جیسا کہ معلوم ہوا ـــــ اور اجلّہ علمائے تابعین میں سے امام عامر شعبی فرماتے ہیں، شیطان کبھی تھوک دیتا ہے۔ مراد یہ ہے کہ سرِ احلیل تر کردیتا ہے۔ اسے عارف باللہ عبدالغنی نابلسی نے حدیقہ ندیہ میں ذکر کیا۔ (ت)

عہ فی نسختی لقط المرجان بین الواؤ فی لفظة لم یقمھا الکاتب وھو ینفخ فی الدبر او نحوہ اھ منه۔

عہ لقط المرجان کے میرے نسخہ میں واؤ اور فی کے درمیان ایک لفظ ہے جو کاتب نے صاف نہ لکھا وہ ینفخ فی الدبر یا اس کے ہم معنی کچھ ہوگا اھ منہ (ت)

---

[1] المصنف لعبدالرزاق باب الرجل یشبه علیه فی الصلوٰۃ احدث الخ حدیث ۵۳۸ المکتب الاسلامی بیروت ۱/ ۱۴۲

[2] الحدیقة الندیة الباب الثالث النوع الثانی مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ۲/ ۶۸۸

www.alahazratnetwork.org

ف۱ ان حدیثوں کا حاصل یہ ہے کہ شیطان نماز میں دھوکا دینے کے لئے کبھی انسان کی شرمگاہ پر آگے سے تھوک دیتا ہے کہ اُسے قطرہ آنے کا گمان ہوتا ہے کبھی پیچھے پھونکتا یا بال کھینچتا ہے کہ ریح خارج ہونے کا خیال گزرتا ہے اس پر حکم ہوا کہ نماز سے نہ پھرو جب تک تری یا آواز یا بُو نہ پاؤ یعنی جب تک وقوعِ حدث پر یقین نہ ہولے۔

ہمارے امام اعظم کے شاگرد جلیل سیدنا عبداللہ بن مبارک فرماتے ہیں:

اذا شك فی الحدث فانه لایجب علیه الوضوء حتی یستیقن استیقانا بقدر ان یحلف علیه۔ علقه عنه الترمذی[1] فی باب الوضوء من الریح۔

یعنی یقین ایسا درکار ہے جس پر قسم کھا سکے کہ ضرور حدث ہوا اور جب قسم کھاتے ہچکچائے تو معلوم ہوا کہ معلوم نہیں مشکوک ہے اور شک کا اعتبار نہیں کہ طہارت پر یقین تھا اور یقین شک سے نہیں جاتا۔ (ترمذی نے باب الوضوء من الریح میں اسے ابن مبارک سے تعلیقاً روایت کیا ہے۔ ت)

www.alahazratnetwork.org

ف۲ اسی لئے سنت ہوا کہ وضو کے بعد ایک چھینٹا رومالی یا تہ بند ہو تو اس کے اندرونی حصے پر جو بدن کے قریب ہے دے لیا کریں ثم لیقل ھو من الماء پھر اگر قطرہ کا شبہہ ہو تو خیال کریں کہ پانی جو چھڑکا تھا اس کا اثر ہے۔

حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اذا توضأت فانتضح۔ رواہ ابن ماجة[2] عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنه۔

جب تو وضو کرے تو چھینٹا دے لے (اسے ابن ماجہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی سے روایت کیا۔ ت)

ف۱: مسئلہ شیطان کے تھوک اور پھونک سے نماز میں قطرے اور ریح کا شبہہ جاتا ہے حکم ہے کہ جب تک ایسا یقین نہ ہو جس پر قسم کھا سکے اس پر لحاظ نہ کرے شیطان کہے کہ تیرا وضو جاتا رہا تو دل میں جواب دے لے کہ خبیث تو جھوٹا ہے اور اپنی نماز میں مشغول رہے۔

ف۲: مسئلہ سنّت ہے کہ وضو کے بعد رومالی پر چھینٹا دے لے۔

---

[1] سنن الترمذی ابواب الطہارت حدیث ۷۶ دارالفکر بیروت ۱/ ۱۳۵

[2] سنن ابن ماجہ ؍؍ باب ماجاء فی النضح بعد الوضوء ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۳۶

بلکہ ارشاد فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم، ف

عشر من الفطرة[1] قص الشارب واعفاء اللحیة والسواك و استنشاق الماء وقص الاظفار وغسل البراجم و نتف الابط وحلق العانة و انتقاص الماء، قال الراوی و نسیت العاشرة الا ان تکون المضمضة

دس باتیں قدیم سے انبیائے کرام علیہم الصلٰوۃ والسلام کی سنت ہیں: لبیں کترنا، داڑھی بڑھانا، مسواک کرنا، وضو وغسل میں پانی سونگھ کر اوپر چڑھانا، ناخن تراشنا، انگلیوں کے جوڑ (یعنی جہاں جہاں میل جمع ہونے کا محل ہے اُسے) دھونا، بغل اور زیرِ ناف بالوں سے صاف کرنا، شرمگاہ پر پانی ڈالنا۔ راوی نے کہا دسویں میں بھول گیا

علہ قال المناوی من للتبعیض ولذا لم یذکر الختان هنا اھ اقول کونها للتبعیض لاشك فیه فان الختان والمضمضة کلا من الفطرة کما یاتی: فالزیادة علی العشر معلومة ولکن ماعلل به من عدم ذکر الختان هنا لامحل له وکانه نسی ان الراوی نسی العاشرة فما یدریك لعلها الختان کما استظهرہ جمع کما سیأتی اھ منه۔

علہ علامہ مناوی نے کہا من الفطرۃ میں من تبعیض کا ہے۔ اسی لئے یہاں ختنہ کا ذکر نہ کیا اھ اقول من برائے تبعیض ہونے میں کوئی شک نہیں اس لئے کہ ختنہ اور کلّی ہر ایک کا شمار فطرت کے تحت ہے جیسا کہ آرہا ہے تو دس سے زیادہ ہونا معلوم ہے لیکن من برائے تبعیض ہونے کی جو علت بیان کی ہے کہ "اسی لئے یہاں ختنہ کا ذکر نہیں" اس کا کوئی موقع نہیں، شاید وہ یہ بھول گئے کہ راوی دسویں چیز بھول گئے ہیں۔ ہو سکتا ہے وہ ختنہ ہی ہو جیسا کہ ایک جماعت نے اسے ظاہر کہا ہے جیسا کہ اگلے حاشیہ میں آرہا ہے ۱۲ منہ (ت)

ف: دس باتیں قدیم سے سنتِ انبیاء علیہم الصلٰوۃ والسلام ہیں۔

---

[1] التیسیر شرح الجامع الصغیر تحت الحدیث عشر من الفطرة مکتبة الامام الشافعی ریاض ۲/ ۱۳۲

رواہ احمد ومسلم والاربعۃ عنہ[۱] | شاید کلی ہو۔ امام احمد، مسلم اور اصحابِ سُنن اربعہ نے

[۲]امام قاضی عیاض پھر امام نووی نے استظہار فرمایا کہ غالبًا دسویں ختنہ ہوکر دوسری حدیث میں ختنہ بھی خصالِ فطرت سے شمار فرمایا ہے[۲] انتہی، یعنی حدیث احمد و شیخین ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے:

خمس من الفطرۃ الختان والاستحداد وقص الشارب وتقلیم الاظافر ونتف الابط[۳]۔

پانچ چیزیں انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی سنتِ قدیمہ سے ہیں: ختنہ اور اُسترا لینا اور لبیں اور ناخن ترشوانا اور بغل کے بال دور کرنا۔

اقول ایک حدیث میں کُلّی کو بھی خصالِ فطرت سے گنا ہے۔ امام احمد و ابوبکر بن ابی شیبہ وابوداؤد و ابن ماجہ عمار بن یاسر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ان من الفطرۃ المضمضۃ والاستنشاق (الٰی قولہ) والانتضاح بالماء والاختتان[۴]۔ واللہ تعالٰی اعلم ۱۲ منہ۔

فطرت سے ہے کُلّی اور ناک میں پانی ڈالنا (الٰی قولہ) شرم گاہ پر چھینٹا اور ختنہ۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

www.alahazratnetwork.org

[۱] صحیح مسلم کتاب الطہارۃ باب خصال الفطرۃ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۲۹
سنن ابی داؤد 〃 باب السواک من الفطرۃ آفتاب عالم پریس لاہور ۱/ ۸
سنن ابن ماجہ ابواب الطہارۃ باب الفطرۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۲۵
مسند احمد بن حنبل عن عائشہ رضی اللہ عنہا المکتب الاسلامی بیروت ۶/ ۱۳۷
سنن الترمذی کتاب الادب حدیث ۲۷۶۶ دار الفکر بیروت ۴/ ۳۴۸
سنن النسائی کتاب الزینۃ باب من السنن الفطرۃ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ۲/ ۲۷۳ و ۲۷۴

[۲] شرح صحیح مسلم للنووی مع صحیح مسلم باب خصال الفطرۃ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۲۹

[۳] صحیح البخاری کتاب اللباس باب قص الشارب الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۸۷۵
صحیح مسلم کتاب الطہارۃ باب خصال الفطرۃ 〃 〃 ۱/ ۱۲۸ و ۱۲۹
مسند احمد بن حنبل عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۲/ ۲۲۹ و ۲۳۹ و ۲۸۳

[۴] مسند احمد بن حنبل عن عمار بن یاسر 〃 〃 〃 ۴/ ۲۶۴
سنن ابن ماجہ ابواب الطہارۃ باب الفطرۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۲۶

ام المومنین الصدیقۃ رضی اللہ تعالٰی عنہا۔

ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے روایت کیا۔ (ت)

شرمگاہ پر پانی ڈالنے کی علمائے دو تفسیریں کیں، ایک استنجا رواہ مسلم عن وکیع[1]۔ دوسرے وہی چھینٹا۔ اور اس کے مؤید ہے کہ ایک روایت میں بجائے انتقاص الماء لفظ والانتضاح آیا ہے۔ جمہور علما نے فرمایا: انتضاح وہی چھینٹا ہے ذکرہ الامام النووی[2]۔

اور یہیں سے ظاہر ہوا کہ یہ چھینٹا خاص اہلِ وسوسہ ہی کے لئے نہیں بلکہ سب کے لئے سنّت ہے کہ انبیائے کرام علیہم الصلٰوۃ والسلام سے وسوسہ کو کیا علاقہ،

ان عبادی لیس لک علیہم سلطٰن[3]

بے شک میرے بندوں پر تیرا غلبہ اور تسلط نہیں ہوسکتا۔ (ت)

ابو داؤد، نسائی، ابن ماجہ حکم بن سفیٰن یا سفیٰن بن حکم رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی قال،

کان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اذا بال توضأ و نضح فرجہ[4]

رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم جب پیشاب فرماتے تو وضو فرماتے اور شرمگاہِ اقدس پر چھینٹا دیتے۔

www.alahazratnetwork.org

ابن ماجہ حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی، قال:

توضأ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فنضح فرجہ[5]

رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے وضو فرماکر سترِ مبارک پر چھینٹا دیا۔

عہ یہ وہی روایتِ عمار رضی اللہ تعالٰی عنہ ہے کہ ابھی ہم نے ذکر کی ۱۲ منہ۔

[1] صحیح مسلم کتاب الطہارۃ باب خصال الفطرۃ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۲۹

[2] شرح صحیح مسلم مع صحیح مسلم " " " " " " " " "

[3] القرآن الکریم ۱۵/ ۴۲

[4] سنن ابی داؤد کتاب الطہارۃ باب فی الانتضاح آفتاب عالم پریس لاہور ۱/ ۲۲

سنن ابن ماجہ ابواب الطہارۃ باب ماجاء فی النضح الخ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۳۶

سنن النسائی کتاب الطہارۃ باب النضح نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ۱/ ۳۳

[5] سنن ابن ماجہ ابواب الطہارۃ باب ماجاء فی النضح بعد الوضوء ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۳۶

30 احمد وابن ماجہ ودارقطنی وحاکم وحارث بن ابی اسامہ حضرت محبوب ابن المحبوب سیدنا وابن سیدنا اسامہ بن زید رضی اللہ تعالٰی عنہما اپنے والد ماجد حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اتانی جبریل فی اول مااوحی الی فعلمنی الوضوء والصلٰوۃ فلما فرغ الوضوء اخذ غرفۃ من الماء فنضح بھا فرجہ[1]

یعنی اوّل اوّل جو مجھ پر وحی اُتری ہے جبریل امین علیہ الصلٰوۃ والسلام نے حاضر ہو کر مجھے وضو و نماز کی تعلیم دی، جبریل نے وضو خود کرکے دکھایا، جب وضو کر چکے ایک چُلّو پانی لے کر اپنی اُس صورتِ مثالیہ کے موضع شرمگاہ پر چھڑک دیا۔

ولفظ ق:

علمنی جبرئیل الوضوء وامرنی ان انضح تحت ثوبی لمایخرج من البول بعد الوضوء[2]

جبریل علیہ السلام نے مجھے وضو کی تعلیم دی اور مجھے حکم دیا کہ زیر جامہ پانی چھڑکوں اس خدشہ کو ختم کرنے کے لئے کہ وضو کے بعد کوئی قطرہ نکلا ہو۔ (ت)

ترمذی ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ع وعزاہ الامام الجلیل الجلال فی جامعیہ الی ابن ماجۃ ایضا اقول لیس عندہ جاء نی جبریل فقال یامحمد انما عندہ ما قدمت ای عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اذا توضأت فانتضح[3] منہ۔

ع امام جلال الدین سیوطی نے جامع صغیر و جامع کبیر میں اس حدیث کو ابن ماجہ کی طرف منسوب کیا ہے۔ اقول ابن ماجہ کے نزدیک ان الفاظ کے ساتھ نہیں بلکہ وُہ ہے جس کا ذکر میں نے ابی ہریرہ سے کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: اذا توضأت فانتضح اھ منہ (ت)

ف: تطفل علی الامام الجلیل الجلال الدین السیوطی۔

[1] الجامع الصغیر بحوالہ حم، قط، ک حدیث ۸۷ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۱/ ۱۲
جامع الاحادیث " " " " ۲۲۹ دار الفکر بیروت ۱/ ۵۵
سنن الدارقطنی کتاب الطھارۃ حدیث ۳۸۳/ ۱ دار المعرفۃ بیروت ۱/ ۲۷۷ و ۲۷۸
[2] سنن ابن ماجۃ ابواب الطھارۃ باب ما جاء فی النضح بعد الوضوء ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۳۶
[3] " " " " " " " " "

جاءنی جبریل فقال یامحمد اذا توضأت فانتضح[1]

جبریل نے حاضر ہو کر مجھ سے عرض کی یارسول اللہ! جب حضور وضو فرمائیں چھینٹا دے لیا کریں۔

جبریل کا اپنی صورت مثالیہ کے ستر پر چھڑکنا حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے حضور طریقۂ وضو عرض کرنے کے لئے تھا اور حضور اقدس صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا فعل تعلیم امت کے لئے۔

مرقاۃ میں ہے:

نضح فرجہ ای ورش ازارہ بقلیل من الماء اوسراولہ بہ لدفع الوسوسۃ تعلیما للامۃ[2]

"ستر مبارک پر چھینٹا دیا" یعنی تہبند یا پاجامے پر بھی امت کو دفع وسوسہ کی تعلیم دینے کے لئے تھوڑا پانی چھڑک دیا۔ (ت)

معہذا اس میں اقویا کے لئے جن کو برودتِ مثانہ کا عارضہ نہ ہو، ایک نفع اور بھی ہے کہ شرمگاہ پر سرد پانی پڑنے سے اس میں تکاثف واستمساک پیدا ہوکر قطرہ موقوف ہوجاتا ہے کما ارشد الیہ حدیث زید رضی اللہ تعالٰی عنہ عند ق۔ عہ

عہ سیدنا امام محمد کتاب الآثار میں فرماتے ہیں:

اخبرنا ابوحنیفۃ عن حماد عن سعید ابن جبیر عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما قال اذا وجدت شیأ من البلۃ فانضحہ ومایلیہ من ثوبك بالماء ثم قل ھو من الماء قال حماد قال لی سعید بن جبیر انضحہ بالماء ثم اذا وجدتہ فقل ھو من الماء قال محمد وبھذا ناخذ اذا کان کثر ذلك من الانسان وھو قول ابی حنیفۃ۔[3]

یعنی سیدنا امام اعظم حماد بن سلیمان سے وہ سعید بن جبیر سے وہ عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے بیان فرماتے ہیں کہ انھوں نے فرمایا تری پاؤ تو شرمگاہ اور وہاں کے کپڑے پر چھینٹا دے لیا کرو، پھر شبہہ گزرے تو خیال کرو کہ پانی کا اثر ہے۔ امام حماد نے فرمایا کہ ایسا ہی سعید بن جبیر نے مجھ سے فرمایا امام محمد فرماتے ہیں ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں جب آدمی کو شبہہ زیادہ ہوا کرے تو یہی طریقہ برتے اور یہی قول امام اعظم کا ہے رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین۔ (ت)

alahazratnetwork.org

---

[1] سنن الترمذی ابواب الطہارۃ باب ماجاء فی النضح بعد الوضوء حدیث ۵۰ دارالفکر بیروت ۱/ ۱۰۸
الجامع الصغیر بحوالہ ت وہ حدیث ۳۵۷۳ دارالکتب العلمیہ " ۲/ ۲۱۸
[2] مرقاۃ المفاتیح کتاب الطہارۃ " ۳۶۱ المکتبۃ الحبیبیہ کوئٹہ ۲/ ۷۷
[3] کتاب [illegible] حدیث ۸۵ [illegible]

اقول مگر یہاں[ف۱] **اوّلاً** یہ ملحوظ رہے کہ مقصود نفی وسوسہ ہے نہ ابطال حقیقت، تو جسے قطرہ اترنے کا یقین ہوجائے وہ پانی پر حوالہ نہیں کرسکتا، یونہی جسے معاذ اللہ سلس البول کا عارضہ ہو اُسے یہ چھینٹا مفید نہیں بلکہ بسا اوقات مضر ہے کہ پانی کی تری سے نجاست بڑھ جائے گی۔

ثانیاً سفید کپڑا پانی پڑنے سے بدن سے چمٹ کر بے حجابی لاتا ہے اس کا خیال فرض ہے۔

ثالثاً یہ حیلہ اس وقت تک نافع ہے کہ چھڑکا ہوا پانی خشک نہ ہوگیا ہو ورنہ اس پر حوالہ نہ کرسکیں گے۔

وجیز امام کردری میں ہے:

رأی البلة بعد الوضوء سائلا من ذکرہ یعید الوضوء وان کان یعرض کثیرا ولا یعلم انہ بول او ماء لایلتفت الیہ وینضح فرجہ او ازارہ بالماء قطعا للوسوسۃ واذا بعد عھدہ عن الوضوء او علم انہ بول لاتنفعہ الحیلۃ۔[۱]

وضو کے بعد ذکر سے تری بہتی دیکھی تو وضو کا اعادہ کرے اور اگر ایسا بہت پیش آتا ہو اور وہ نہ جانتا ہو کہ پیشاب ہے یا پانی، تو اس کی طرف التفات نہ کرے اور اپنی شرمگاہ یا تہبند پر قطع وسوسہ کے لئے پانی چھڑک دیا کرے۔ اور جب وضو کئے دیر گزر چکی ہو اور اسے معلوم ہو کہ پیشاب ہے تو حیلہ اس کے کار آمد نہ ہوگا۔ (ت)

www.alahazratnetwork.org

اسی طرح خلاصہ وخزانۃ المفتین میں ہے:

ولفظھما وینبغی ان ینضح فرجہ وازارہ[ع] الخ۔[۲]

ان کے الفاظ یہ ہیں: اپنی شرمگاہ اور تہبند پر پانی چھڑک لینا چاہیے۔ (ت)

فائدہ: ہم نے زیر امر سوم[ف۲] آٹھ پانی گنائے تھے جو آبِ وضو کے شمار سے جدا ہیں یہ ان کا نواں[ف۳] ہوا۔ اُن دیار میں رواج ایسے لوٹوں کا ہے جن میں جانبِ پشت بغرض گرفت دستے لگے ہوتے ہیں یہاں بھی ایسے لوٹے دیکھے مگر کم۔ علما فرماتے[ف۴] ہیں ادب یہ ہے کہ پانی ڈالتے میں لوٹے کے منہ پر

ف۱: مسئلہ اس چھینٹے میں چند امر ملحوظ ہیں۔

ف۲: مسئلہ علاوہ اُن آٹھ پانیوں کے دو پانی اور جو حساب آبِ وضو سے جدا ہیں۔

ف۳: مسئلہ دستہ دار لوٹا ہو تو مستحب یہ ہے کہ پانی ڈالتے وقت اس کا دستہ تھامے اُس کے منہ پر ہاتھ نہ رکھے۔

ع: ای بالواؤ دون او اھ منہ (یعنی دونوں پر، یہ واو کے ساتھ ہے اَو (یا) کے ساتھ نہیں ۱۲ منہ۔ ت)

---

[۱] الفتاوی البزازیہ علی ہامش الفتاوی الہندیۃ کتاب الطہارۃ الفصل الثالث نورانی کتب خانہ پشاور ۴/۱۳

ہاتھ نہ رکھے بلکہ دستہ پر۔ اور جب بھیگے ہاتھ سے دستہ چھوا جائے گا تو مستحب[ف۱] ہوا کہ وضو سے پہلے اسے تین بار دھولے، یہ دسواں[ف۲] پانی ہوا، تلك عشرة كاملة۔

فتح القدیر و بحرالرائق و ردالمحتار آدابِ وضو میں ہے[ف۲]:

کون آنیته من خزف وان یغسل عروة الابریق ثلثا ووضع یده حالة الغسل علی عروته لاراسه[1]	مستحب یہ ہے کہ وضو کا برتن مٹی کا ہو، اور لوٹے کا دستہ تین بار دھولے، اور دھوتے وقت ہاتھ دستے پر رکھے لوٹے کے منہ پر نہیں۔(ت)

(۳) اگر شیطان[ف۳] حیلہ سے بھی نہ مانے اور وسوسہ ڈالے ہی جائے کہ تیرے وضو میں غلطی رہی یا تیری نماز ٹھیک نہ ہوئی تو سیدھا جواب یہ ہے کہ خبیث تو جھوٹا ہے۔ ابن حبان وحاکم ابو سعید خدری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اذا جاء احدکم الشیطان فقال انك احدثت فلیقل انك کذبت و لابن حبان فلیقل فی نفسه[2]	جب تم میں کسی کے پاس شیطان آکر وسوسہ ڈالے کہ تیرا وضو جاتا رہا تو فوراً اُسے جواب دے کہ تُو جھوٹا ہے (اور اگر مثلاً نماز میں ہے تو) دل میں یہی کہہ لے، مطلب وہی ہے کہ وسوسہ کی طرف التفات نہ کرے۔

www.alahazratnetwork.org

اقول حالتیں تین ہوتی ہیں:

ف۱: مسئلہ مستحب ہے کہ وضو سے پہلے لوٹے کا دستہ تین بار دھو لے۔
ف۲: مسئلہ مستحب ہے کہ وضو مٹی کے برتن سے کرے۔
ف۳: ردِ وسوسہ کا تیرا علاج

---

[1] ردالمحتار کتاب الطہارۃ مطلب فی تتمیم المندوبات دار احیاء التراث العربی بیروت ۱/۸۴
فتح القدیر کتاب الطہارات مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/۳۲
البحرالرائق کتاب الطہارۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۲۸
[2] المستدرک للحاکم " دار الفکر بیروت ۱/۱۳۴
موارد الظمآن " حدیث ۱۸۷ المطبعۃ السلفیۃ ص ۷۳

ایک تو یہ کہ عدو کا وسوسہ مان لیا اس پر عمل کیا یہ تو اُس ملعون کی عین مراد ہے اور جب یہ ماننے لگا تو وہ کیا ایک ہی بار وسوسہ ڈال کر تھک رہے گا، حاشا وہ ملعون آٹھ پہر اس کی تاک میں ہے جتنا جتنا یہ مانتا جائے گا وہ اس کا سلسلہ بڑھاتا رہے گا، یہاں تک کہ نتیجہ وہی ہوگا کہ دو دوپہر کامل دریا میں غوطے لگائے اور سر نہ دُھلا۔

دوسرے یہ کہ مانے تو نہیں مگر اُس کے ساتھ نزاع وبحث میں مصروف ہوجائے یہ بھی اس کے مقصد ناپاک کا حصول ہے کہ اُس کی غرض تو یہی تھی کہ یہ اپنی عبادت سے غافل ہو کر کسی دوسرے جھگڑے میں پڑ جائے اور پھر اس حیص بیص میں ممکن ہے کہ وہی خبیث غالب آئے اور صورت ثانیہ صورت اولٰی کی طرف عود کر جائے والعیاذ باللہ تعالٰی۔

لہٰذا نجات اس تیسری صورت میں ہے جو ہمارے نبی کریم حکیم علیم رؤف رحیم علیہ وعلٰی آلہ افضل الصلوٰۃ والتسلیم نے تعلیم فرمائی کہ فوراً اتنا کہہ کر الگ ہوجائے کہ تو جھوٹا ہے۔

اقول یعنی یہ نہیں کہ صرف اس معنٰے کا تصور کر لیا کہ یہ کافی نہ ہوگا بلکہ دل میں جمالے کہ ملعون جھوٹا ہے پھر اُس کی طرف التفات اور اُس سے بحث و رُدو بات کی کیا حاجت، شاید اسی لئے لفظ فی نفسہ زیادہ فرمایا۔

www.alahazratnetwork.org

تنبیہ ضروری سخت ضروری اشد ضروری: اقول ہمارے حضور پُرنور سیّد عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم جوامع الکلم عطا فرمائے گئے مختصر لفظ فرمائیں اور معانی کثیرہ پر مشتمل ہوں۔ شیطان دو۲ قسم ہیں:

شیاطین۱ الجن کہ ابلیس لعین اور اس کی اولاد ملاعین ہیں اعاذنا اللہ والمسلمین من شرھم وشر الشیٰطین اجمعین (اللہ تعالٰے ہمیں اور تمام مسلمانوں کو ان کے شر اور تمام شیاطین کے شر سے پناہ دے۔ت)۔

دوسرے۲ شیاطین الانس کہ کفار و مبتدعین کے داعی و منادی ہیں۔

لعنھم اللہ وخذلھم ابدا و نصرنا علیھم نصرا مؤبدا	خدا ان پر لعنت فرمائے اور ان کو ہمیشہ بے سہارا رکھے اور ان پر ہمیں دائمی نصرت عطا فرمائے۔

ف: **تنبیہ ضروری سخت ضروری**: آریوں، پادریوں وغیرہم کے لکچر ندائیں سننے کو جانے سے قرآن عظیم سخت ممانعت فرماتا ہے۔

اٰمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وعلیہم اجمعین، اٰمین!

الٰہی بطفیل سید المرسلین قبول فرما۔ حضور پر اور تمام رسولوں پر خدائے برتر کا درود وسلام ہو۔ آمین (ت)

ہمارا رب عزوجل فرماتا ہے:

وکذٰلک جعلنا لکل نبی عدوا شیٰطین الانس والجن یوحی بعضھم الٰی بعض زخرف القول غرورا۔[1]

یونہی ہم نے ہر نبی کا دشمن کیا شیطان آدمیوں اور شیطان جنّوں کو کہ آپس میں ایک دوسرے کے دل میں بناوٹ کی بات ڈالتے ہیں دھوکا دینے کے لئے۔

حدیث میں ہے رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے ابوذر رضی اللہ تعالٰے عنہ سے فرمایا: اللہ کی پناہ مانگ شیطان آدمیوں اور شیطان جنّوں کے شر سے۔ عرض کی کیا آدمیوں میں بھی شیطان ہیں؟ فرمایا، ہاں۔ رواہ احمد[2] وابن ابی حاتم والطبرانی عن ابی امامۃ واحمد وابن مردویہ والبیھقی فی الشعب عن ابی ذر رضی اللہ تعالٰی عنہما (اس کی روایت احمد نے ابن ابی حاتم اور طبرانی نے ابی امامہ سے اور احمد نے ابن مردویہ اور بیہقی نے شعب میں ابوذر رضی اللہ تعالٰے عنہما سے کی۔ ت)

www.alahazratnetwork.org

ائمہ دین فرمایا کرتے کہ شیطان آدمی شیطان جن سے سخت تر ہوتا ہے۔ رواہ ابن جریر عن عبدالرحمٰن بن زید (اس کو ابن جریر نے عبدالرحمٰن بن زید سے روایت کیا۔ ت)۔

اقول آیہ کریمہ میں شیاطین الانس کی تقدیم بھی اس طرف مشیر، اس حدیث کریم نے کہ جب شیطان وسوسہ ڈالے اتنا کہہ کر الگ ہوجاؤ کہ "تو جھوٹا ہے"۔ دونوں قسم کے شیطانوں کا علاج فرمادیا، شیطان آدمی ہو خواہ جن اُس کا قابو اُسی وقت چلتا ہے جب اُس کی سُنئے اور تنکا توڑ کر ہاتھ پر دھر دیجئے کہ "تو جھوٹا ہے" تو خبیث اپنا سا مُنہ لے کر رہ جاتا ہے۔

آج کل ہمارے عوام بھائیوں کی سخت جہالت یہ ہے کہ کسی آریہ نے اشتہار دیا کہ اسلام کے فلاں مضمون کے رَد میں فلاں وقت لکچر دیا جائے گا یہ سننے کے لئے دوڑے جاتے ہیں، کسی پادری

---

[1] القرآن الکریم ۶/ ۱۱۲

[2] مسند احمد بن حنبل عن ابی ذر رضی اللہ عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۵/ ۱۷۸ و ۲۶۵

الدر المنثور بحوالہ احمد وابن ابی حاتم وغیرھا تحت الآیۃ ۶/ ۱۱۲ داراحیاء التراث العربی بیروت ۳/ ۳۰۷ و ۳۰۸

نے اعلان کیا کہ نصرانیت کے فلاں مضمون کے ثبوت میں فلاں وقت ندا ہوگی' یہ سُننے کے لئے دوڑے جاتے ہیں۔

بھائیو! تم اپنے نفع و نقصان کو زیادہ جانتے ہو یا تمہارا رب عزوجل تمہارے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔ اُن کا حکم تو یہ ہے کہ شیطان تمہارے پاس وسوسہ ڈالنے آئے تو سیدھا جواب یہ دے دو کہ "تو جھوٹا ہے" نہ یہ کہ تم آپ دوڑ دوڑ کے اُن کے پاس جاؤ اور اپنے رب جل و علا، اپنے قرآن، اپنے نبی صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کی شان میں کلماتِ ملعونہ سنو۔

اقول یہ آیت جو ابھی تلاوت ہوئی اسی کا تتمہ اور اس کے متصل کی آیات کریمہ تلاوت کرتے جاؤ' دیکھو قرآن عظیم تمہاری اس حرکت کی کیسی کیسی شناعتیں بتاتا اور اُن ناپاک لکچروں' نداؤں کی نسبت تمھیں کیا کیا ہدایت فرماتا ہے، کریمۂ مذکورہ کے تتمہ میں ارشاد ہوتا ہے:

ولوشاء ربك ما فعلوه فذرهم ومایفترون[1] — اور تیرا رب چاہتا تو وہ یہ دھوکے بناوٹ کی باتیں نہ بناتے پھرتے، تو تو انھیں اور ان کے بہتانوں کو یک لخت چھوڑ دے۔

www.alahazratnetwork.org

دیکھو اُنھیں اور اُن کی باتوں کو چھوڑنے کا حکم فرمایا یا اُن کے پاس سُننے کے لئے دوڑنے کا۔ اور سُنئے اس کے بعد کی آیت میں فرماتا ہے:

ولتصغی الیه افئدۃ الذین لایؤمنون بالاخرۃ ولیرضوہ ولیقترفوا ماھم مقترفون[2] — اور اس لئے کہ اُن کے دل اُس کی طرف کان لگائیں جنھیں آخرت پر ایمان نہیں اور اسے پسند کریں اور جو کچھ ناپاکیاں وہ کر رہے ہیں یہ بھی کرنے لگیں۔

دیکھو اُن کی باتوں کی طرف کان لگانا اُن کا کام بتایا جو آخرت پر ایمان نہیں رکھتے اور اُس کا نتیجہ یہ فرمایا کہ وہ ملعون باتیں ان پر اثر کر جائیں اور یہ بھی اُن جیسے ہو جائیں والعیاذ باللہ تعالٰے۔ لوگ اپنی جہالت سے گمان کرتے ہیں کہ ہم اپنے دل سے مسلمان ہیں ہم پر ان کا کیا اثر ہوگا حالانکہ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم فرماتے ہیں:

---

[1] القرآن الکریم ۶/ ۱۱۲

[2] " " ۶/ ۱۱۳

من سمع بالدجال فلینأ منه فواللّٰه ان الرجل لیاتیه وهو یحسب انه مؤمن فیتبعه مما یبعث به من الشبهات۔ رواہ ابوداؤد[1] عن عمران بن حصین رضی اللّٰه تعالٰی عنه وعن الصحابة جمیعا۔

جو دجال کی خبر سُنے اُس پر واجب ہے کہ اُس سے دُور بھاگے کہ خدا کی قسم آدمی اس کے پاس جائیگا اور یہ خیال کرے گا کہ میں تو مسلمان ہوں یعنی مجھے اُس سے کیا نقصان پہنچے گا وہاں اُس کے دھوکوں میں پڑکر اس کا پیرو ہوجائے گا (اسے ابوداؤد نے عمران بن حصین رضی اللہ تعالٰی عنہ اور تمام صحابہ سے روایت کیا۔ ت)

کیا دجال ایک اُسی دجال اخبث کو سمجھتے ہو جو آنے والا ہے، حاشا تمام گمراہوں کے داعی منادی سب دجال ہیں اور سب سے دُور بھاگنے ہی کا حکم فرمایا اور اُس میں یہی اندیشہ بتایا ہے۔ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم فرماتے ہیں:

یکون فی اٰخرالزمان دجّالون کذّابون یاتونکم من الاحادیث بما لم تسمعوا انتم ولا اٰباءکم فایاکم وایاھم لایضلونکم ولایفتنونکم۔ مسلم[2] عن ابی ھریرۃ رضی اللّٰه تعالٰی عنه۔

آخر زمانے میں دجال کذاب لوگ ہوں گے کہ وہ باتیں تمھارے پاس لائیں گے جو نہ تم نے سُنیں نہ تمھارے باپ دادا نے، تو اُن سے دُور رہو اور انھیں اپنے سے دُور رکھو کہیں وہ تمھیں گمراہ نہ کردیں کہیں تمھیں فتنہ میں نہ ڈال دیں (اسے مسلم نے ابوھریرہ رضی اللہ تعالٰے عنہ سے روایت کیا۔ ت)۔

اور سُنئے اس کے بعد کی آیات میں فرماتا ہے:

افغیراللّٰه ابتغی حکما وھو الذی انزل الیکم الکتٰب مفصلا والذین اٰتینٰھم الکتٰب یعلمون انه منزل من ربك بالحق فلا تکونن من الممترین ۝ وتمت کلمٰت ربك صدقا

توکیا اللہ کے سوا کوئی اور فیصلہ کرنیوالا ڈھونڈوں حالانکہ اُس نے مفصل کتاب تمھاری طرف اتاری اور اہلِ کتاب خوب جانتے ہیں کہ وہ تیرے رب کے پاس سے حق کے ساتھ اُتری تو خبردار شک نہ کرنا اور تیرے رب کی بات سچ

---

[1] سنن ابی داؤد کتاب الملاحم باب خروج الدجال آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۲۳۷

[2] صحیح مسلم باب النہی عن الروایۃ عن الضعفاء الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۰

وعدلا لا مبدل لکلمٰتہ وھو السمیع العلیم ○ وان تطع اکثر فی الارض یضلوک عن سبیل اللہ ان یتبعون الا الظن وان ھم الا یخرصون ○ ان ربک ھو اعلم من یضل عن سبیلہ وھو اعلم بالمھتدین [1]

اور انصاف میں کامل ہے کوئی اس کی باتوں کا بدلنے والا نہیں اور وہ شنوا و دانا ہے اور زمین والوں میں زیادہ وہ ہیں کہ تو ان کی پیروی کرے تو وُہ تجھے خدا کی راہ سے بہکا دیں وہ تو گمان کے پیرو ہیں اور نری اٹکلیں دوڑاتے ہیں بیشک تیرا رب خوب جانتا ہے کہ کون اُس کی راہ سے بہکے گا اور وہ خوب جانتا ہے ہدایت پانے والوں کو۔

یہ تمام آیاتِ کریمہ انھیں مطالب کے سلسلۂ بیان میں ہیں گویا ارشاد ہوتا ہے تم جو اُن شیطان آدمیوں کی باتیں سُننے جاؤ کیا تمھیں یہ تلاش ہے کہ دیکھیں اس مذہبی اختلاف میں یہ مکّار یا منادی کیا فیصلہ کرتا ہے، ارے خدا سے بہتر فیصلہ کس کا، اس نے مفصل کتاب قرآن عظیم تمھیں عطا فرمادی، اس کے بعد تم کو کسی مکّار منادی کی کیا حاجت ہے مکّار والے جو کسی کتاب دینی کا نام نہیں لیتے کس گنتی شمار میں ہیں یہ کتاب والے دل میں خوب جانتے ہیں کہ قرآن حق ہے تعصب کی پٹی آنکھوں پر بندھی ہے کہ ہٹ دھرمی سے مکرے جاتے ہیں تو تجھے کیوں شک پیدا ہو کہ اُن کی سُننا چاہے تیرے رب کا کلام صدق و عدل میں بھرپور ہے کل تک جو اس پر تجھے کامل یقین تھا آج کیا اس میں فرق آیا کہ اس پر اعتراض سننا چاہتا ہے کیا خدا کی باتیں کوئی بدل سکتا ہے۔ یہ نہ سمجھنا کہ میرا کوئی مقال کوئی خیال خدا سے چُھپ رہے گا وہ سنتا جانتا ہے۔ دیکھ اگر تُو نے اُن کی سُنی تو وہ تجھے خدا کی راہ سے بہکا دیں گے کیا یہ خیال کرتا ہے کہ ان کا علم دیکھوں کہاں تک ہے، یہ کیا کہتے ہیں۔ ارے ان کے پاس علم کہاں وہ تو اپنے اوہام کے پیچھے لگے ہوئے ہیں اور نری اٹکلیں دوڑاتے ہیں جن کا ٹھل نہ بیڑا، جب اللہ واحد قہار کی گواہی ہے کہ ان کے پاس نری مہمل اٹکلوں کے سوا کچھ نہیں تو اُن کو سننے کے کیا معنے، سننے سے پہلے وہی کہہ دے جو تیرے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے تعلیم فرمایا کہ "کذبت شیطان تو جھوٹا ہے"، اور اس گھمنڈ میں نہ رہنا کہ مجھ کو کیا گمراہ کریں گے میں تو راہ پر ہوں تیرا رب خوب جانتا ہے کہ کون اس کی راہ سے بہکے گا اور کون راہ پر ہے تو پورا راہ پر ہوتا تو بے راہوں کی سُننے ہی کیوں جاتا حالاں کہ تیرا رب فرماچکا ذرھم وما یفترون [2] چھوڑ دے انھیں اور ان کے بہتانوں کو تیرے

---

[1] القرآن الکریم ٦/ ١١٤ تا ١١٧

[2] القرآن الکریم ٦/ ١١٢

نبی صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرما چکے، ایاکم وایاھم[1] اُن سے دُور رہو اور اُن کو اپنے سے دور کرو کہیں وہ کو بہکا نہ دیں کہیں وہ تم کو فتنے میں نہ ڈال دیں۔

بھائیو! ایک سہل سی بات ہے اسے غور فرمالو، تم اپنے ربّ[عہ1] اپنے قرآن اپنے نبی پر سچا ایمان رکھتے ہو یا معاذ اللہ کچھ شک ہے، جسے شک ہو اسے اسلام سے کیا علاقہ، وہ ناحق اپنے آپ کو مسلمان کہہ کر مسلمانوں کو کیوں بدنام کرے۔ اور اگر سچا ایمان ہے تو اب یہ فرمائیے کہ ان کے لکچروں نداؤں میں آپ کے ربّ[عہ2] و قرآن و نبی و ایمان کی تعریف ہوگی یا مذمت۔ ظاہر ہے کہ دوسری ہی صورت ہوگی اور اسی لئے تم کو بلاتے ہیں کہ تمہارے منہ پر خدا[عہ3] و نبی و قرآن و دین کی توہین و تکذیب کریں۔

اب ذرا غور کرلیجئے ایک شریر نے زید کے نام اشتہار دیا کہ فلاں وقت فلاں مقام پر میں بیان کروں گا کہ تیرا باپ ولد الحرام اور تیری ماں زانیہ تھی لِلّٰہ انصاف، کیا کوئی غیرت والا، حمیت والا، انسانیت والا جبکہ اسے اس بیان سے روک دینے باز رکھنے پر قادر نہ ہو اسے سُننے جائے گا، حاشا للہ کسی بھنگی چمار سے بھی یہ نہ ہو سکے گا پھر ایمان کے دل پر ہاتھ رکھ دیکھو کہ اللہ و رسول[عہ4] و قرآن عظیم کی توہین تکذیب مذمت سخت تر ہے یا ماں باپ کی گالی۔ ایمان رکھتے ہو تو اسے اس سے کچھ نسبت نہ جانو گے۔ پھر کون سے کلیجے سے اُن جگر شگاف ناپاک ملعون بہتانوں افتراؤں شیطانی اٹکلوں ڈھکوسلوں کو سننے جاتے ہو بلکہ حقیقۃً انصافاً وہ جو کچھ بکتے اور اللہ و رسول[عہ5] و قرآن عظیم کی تحقیر کرتے ہیں اس سب کے باعث یہ سننے والے ہیں اگر مسلمان اپنا ایمان سنبھالیں اپنے ربّ[عہ6] و قرآن و رسول کی عزت عظمت پیش نظر رکھیں اور ایکا کرلیں کہ وہ خبیث لکچر گندی ندائیں سننے کوئی نہ جائے گا جو وہاں موجود ہو وہ بھی فوراً وہی مبارک ارشاد کا کلمہ کہہ کر کہ تو جھوٹا ہے چلا جائے گا تو کیا وہ دیواروں پتھروں سے اپنا سر پھوڑیں گے تو تم سُن سن کر کہلواتے ہو نہ تم سُنو نہ وہ کہیں، پھر انصاف

www.alahazratnetwork.org

عہ1 جل وعلا وصلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ۱۲ منہ

عہ2 جل وعلا وصلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ۱۲ منہ

عہ3 جل وعلا وصلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ۱۲ منہ

عہ4 جل وعلا وصلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ۱۲ منہ

عہ5 جل وعلا وصلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ۱۲ منہ

عہ6 جل وعلا وصلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ۱۲ منہ

ف: اللہ و رسول و قرآن عظیم کی جتنی توہین آریہ و پادری اپنے لکچروں میں کرتے ہیں اس سب کا وبال شرعاً اُن پر ہے جو سُننے جاتے اور ایسے جلسوں میں شریک ہوتے ہیں۔

---

[1] صحیح مسلم باب النھی عن الروایۃ عن الضعفاء الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۰

کیجئے کہ اس کہنے کا وبال کس پر ہوا۔ علما فرماتے ہیں ہٹے کٹے جوان تندرست جو بھیک مانگنے کے عادی ہوتے اور اسی کو اپنا پیشہ کرلیتے ہیں انھیں دینا ناجائز ہے کہ اس میں گناہ پر شہ دینی ہے لوگ نہ دیں تو جھک ماریں اور محنت مزدوری کریں۔ بھائیو! جب اس میں گناہ کی امداد ہے تو اس میں تو کفر کی مدد ہے، والعیاذ باللہ تعالٰی، قرآن عظیم کے نص قطعی نے ایسی جگہ سے فوراً ہٹ جانا فرض کردیا اور وہاں ٹھہرنا فقط حرام ہی نہ فرمایا بلکہ سُنو تو کیا ارشاد کیا۔ رب عزوجل فرماتا ہے،

وقد نزل علیکم فی الکتٰب ان اذا سمعتم اٰیٰت اللہ یکفر بھا ویستھزأ بھا فلا تقعدوا معھم حتی یخوضوا فی حدیث غیرہ انکم اذا مثلھم ان اللہ جامع المنٰفقین والکٰفرین فی جھنم جمیعًا[1]۔

یعنی بے شک اللہ تم پر قرآن میں حکم اتار چکا کہ جب تم سنو کہ خدا کی آیتوں سے انکار ہوتا اور ان کی ہنسی کی جاتی ہے تو ان لوگوں کے پاس نہ بیٹھو جب تک وہ اور باتوں میں مشغول نہ ہوں اور تم نے نہ مانا اور جس وقت وہ آیات اللہ پر اعتراض کررہے ہیں وہاں بیٹھے تو جب تو تم بھی انھیں جیسے ہو بےشک اللہ تعالٰے منافقوں اور کافروں سب کو جہنم میں اکٹھا کرے گا۔

www.alahazratnetwork.org

آہ آہ حرام تو ہر گناہ ہے یہاں تو اللہ واحد قہار یہ فرمارہا ہے کہ وہاں ٹھہرے تو تم بھی انھیں جیسے ہو۔ مسلمانو! کیا قرآن عظیم کی یہ آیات تم نے منسوخ کردیں یا اللہ عزوجل کی اس سخت وعید کو سچا نہ سمجھے یا کافروں جیسا ہونا قبول کرلیا۔ اور جب کچھ نہیں تو ان جگھٹوں کے کیا معنے ہیں جو آریوں پادریوں کے لکچروں نداؤں پر ہوتے ہیں اُن جلسوں میں شرکت کیوں ہے جو خدا اور رسول[عـــہ] و قرآن پر اعتراضوں کے لئے جاتے ہیں۔ بھائیو! میں نہیں کہتا قرآن فرماتا ہے: انکم اذا مثلھم[2] (تم بھی انھیں جیسے ہو۔ت) اُن لکچروں پر جمگھٹ والے اُن جلسوں میں شرکت والے سب انھیں کافروں کے مثل ہیں وہ علانیہ بک کر

عـــہ جل وعلا و صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم ۱۲ منہ

ف: دیکھو قرآن فرماتا ہے ہاں تمہارا رب رحمان فرماتا ہے جو ایسے جلسوں میں جائے ایسی جگہ کھڑا ہو وہ بھی انھیں کافروں آریوں پادریوں کی مثل ہے۔

---

[1] و [2] القرآن الکریم ۴/ ۱۴۰

کافر ہوئے یہ زبان سے کلمہ پڑھیں اور دل میں خدا[ع۱] و رسول و قرآن کی اتنی عزت نہیں کہ جہاں ان کی توہین ہوتی ہو وہاں سے بچیں تو یہ منافق ہوئے جب تو فرمایا کہ اللہ انھیں اور انھیں سب کو جہنم میں اکٹھا کرے گا کہ اب یہاں تم تکچر دو اور تم سُنو ذُق انك انت العزیز الکریم[۱] (کھولتے پانی کا عذاب چکھ، ہاں ہاں تو ہی بڑا عزت والا کرم والا ہے ۔ ت) الٰہی! اسلامی کلمہ پڑھنے والوں کی آنکھیں کھول، ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم ، مسلمان اگر قرآن عظیم کی اس نصیحت پر عمل کریں تو ابھی دیکھیں کہ اعداء اللہ کے سب بازار ٹھنڈے ہوئے جاتے ہیں ملک میں ان کے شور و شر کا نشان نہ رہے گا، جہنم کے کُندے شیطان کے بندے آپس ہی میں ٹکرا ٹکرا کر سر پھوڑیں گے ، اللہ و رسول[ع۲] و قرآن عظیم کی توہینوں سے مسلمانوں کا کلیجا پکانا چھوڑیں گے ، اور اپنے گھر بیٹھ کر بکے بھی تو مسلمانوں کے کان تو ٹھنڈے رہیں گے ۔ اے رب میرے! توفیق دے وحسبنا اللہ ونعم الوکیل وصلی اللہ تعالٰی علٰی سیدنا محمد و اٰلہ وصحبہ اجمعین۔

خیر، بات دُور پہنچی اور بحمداللہ تعالٰی بہت نافع و ضروری تھی ، کہنا یہ تھا کہ وسوسۂ شیطان کا تیسرا علاج یہ ہے کہ خبیث تو جھوٹا ہے۔

ابو حازم کہ اجلّہ ائمہ تابعین سے ہیں اُن کے پاس ایک شخص آکر شاکی ہُوا کہ شیطان مجھے وسوسے میں ڈالتا ہے اور سب سے زیادہ سخت مجھ پر یہ گزرتا ہے کہ آکر کہتا ہے تُو نے اپنی عورت کو طلاق دے دی ۔ امام نے فوراً فرمایا کیا تُو نے میرے پاس آکر میرے سامنے اپنی عورت کو طلاق نہ دی ۔ وہ گھبرا کر بولا خدا کی قسم میں نے کبھی آپ کے پاس اُسے طلاق نہ دی ۔ فرمایا جس طرح میرے آگے قسم کھائی شیطان سے کیوں نہیں قسم کھا کر کہتا کہ وہ تیرا پیچھا چھوڑے۔ اخرجہ ابوبکر بن ابی داؤد فی کتاب الوسوسۃ[۲] (ابوبکر بن ابو داؤد نے اسے کتاب الوسوسہ میں بیان کیا ۔ ت)۔

(۴) وسوسہ[ف] کا اتباع اپنے حول و قوت پر نظر سے ہوتا ہے ، ابلیس خیال ڈالتا ہے کہ تُو نے

ع۱ جل وعلا وصلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ۱۲ منہ

ع۲ جل وعلا وصلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ۱۲ منہ

ف : دفعِ وسواس کے دو آخری علاج۔

---

[۱] القرآن الکریم ۴۴/ ۴۹

[۲] آکام المرجان بحوالہ ابن ابی داؤد الباب السابع والثمانون مکتبہ خیر کثیر کراچی ص ۱۶۵

یہ عمل کامل نہ کیا اس میں فلاں نقص رہ گیا یہ اُس کی تکمیل کے خیال میں پڑتا ہے حالانکہ جتنا رخصت شرعیہ کے مطابق ہوگیا وہ بھی کامل وکافی ہے اکملیت کے درجات اکملوں کے لائق ہیں دشمن سے کہہ کر اپنی دل سوزی اٹھا رکھے مجھ سے تو اتنا ہی ہوسکتا ہے ناقص ہے تو میں خود ناقص ہوں اپنے لائق میں بجالایا میرا مولٰی کریم ہے میرے عجز وضعف پر رحم فرما کر اتنا ہی قبول فرمالے گا اُس کی عظمت کے لائق کون بجالاسکتا ہے۔

بندہ ہماں بہ کہ ز تقصیر خویش | عذر بدرگاہِ خدا آورد
ورنہ سزاوار خداوندیش | کس نتواند کہ بجا آورد

(بندہ وہی بہتر ہے کہ اپنے قصور کا عذر اللہ تعالٰی کی درگاہ میں کرے ورنہ خدا کی شان کے لائق کوئی شخص پورا نہیں کرسکتا۔ ت)

علامہ محمد زرقانی رحمہ اللہ تعالٰی شرح مواہب لدنیہ شریف میں فرماتے ہیں :

قال فی النصائح الوسوسۃ من اٰفات الطہارۃ واصلہا جہل بالسنۃ اوخبال فی العقل ومتبعہا متکبر مدل بنفسہ سیئ الظن بعبادۃ اللہ تعالٰی معتمد علی عملہ معجب بہ وبقوتہ وعلاجہا بالتلہی عنہا[۱] الخ۔

نصائح میں فرمایا : وسوسہ طہارت کی ایک آفت ہے اور اس کی بنیاد سنّت سے بے خبری یا عقل کی خرابی ہے۔ اس کی پیروی کرنے والا متکبر، خودرائی، اللہ کی عبادت کے ساتھ سوءِ ظن، اپنے عمل پر اعتماد، اپنی ذات اور اپنی فریفتگی کا شکار ہے اور وسوسہ کا علاج یہ ہے کہ اس سے بے پروا ہوجائے۔ (ت)

مولٰنا شیخ محقق عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالٰی شرح سفر السعادۃ میں فرماتے ہیں :

در دفع آں خاطر تکلف نمایند ودرپے آں نروند وہم بر رخصت عمل کنند واگر شیطان بسیار مزاحمت دہد وگوید کہ ایں عمل کہ تو کردی ناقص ونادرست ست وپذیرائے درگاہِ حق نے برغم او بگوید کہ تو برو از دست من بریں نمی آید ومولائے من کریم ست

اس خیال کو دفع کرنے میں تکلف نہ کرے اور اس کے پیچھے نہ پڑے اور رخصت پر عمل کرے۔ اگر شیطان بہت مزاحمت کرے اور کہے کہ یہ عمل جو تُو نے کیا وہ ناقص ونادرست ہے اور بارگاہِ حق میں مقبول نہیں، اس کے برخلاف کہے : تو جا، مجھ سے اس سے زیادہ نہیں ہوسکتا

---

[۱] شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیۃ المقصد التاسع النوع الاول دارالمعرفۃ بیروت ۷/ ۲۵۲

تعالیٰ از من ہمیں قدر پذیرد وفضل و رحمت وی واسع ست[1]

اور میرا مولا کریم ہے، مجھ سے اسی قدر قبول فرما لے گا، اس کا فضل اور اس کی رحمت بہت وسیع ہے۔

(۵) اٰخرالدواء الکی و اٰخرالحیل السیف (آخری دوا داغنا ہے اور آخری حیلہ تلوار۔ ت) یوں بھی نہ گزرے تو کہے فرض کردم کہ میرا وضو نہ ہوا میری نماز نہ سہی مگر مجھے تیرے زعم کے مطابق بے وضو یا ظہر کی تین رکعت پڑھنی گوارا ہے اور اے ملعون! تیری اطاعت قبول نہیں۔ جب یوں دل میں ٹھان لی وسوسہ کی جڑ کٹ جائے گی اور ملعون تعالےٰ دشمن ذلیل وخوار پسپا ہوگا۔ یہی معنیٰ ہیں اُس ارشادِ امامِ اجل مجاہد تلمیذ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالےٰ عنہم کے کہ فرماتے :

لان اصلی وقد خرج منی شیئ احب الی من ان اطیع الشیطان ذکرہ فی الحدیقۃ الندیۃ[2]

مجھے بے وضو پڑھ لینی اس سے زیادہ پسند ہے کہ شیطان کی اطاعت کروں۔ (اسے حدیقہ ندیہ میں بیان کیا گیا ہے۔ ت)

امام اجل قاسم بن محمد بن ابی بکر صدیق رضی اللہ تعالےٰ عنہم سے ایک شخص نے شکایت کی کہ نماز میں مجھے بہت سہو ہوتا ہے سخت پریشان ہوتا ہوں۔ فرمایا :

امض فی صلاتک فانہ لن یذھب ذٰلک عنک حتی تنصرف وانت تقول ما اتممت صلاتی۔ رواہ امام دارالھجرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ فی مؤطاہ۔[3]

اپنی نماز پڑھے جا کہ یہ شُبہے دفع نہ ہوں گے جب تک تو یہ نہ کہے کہ ہاں میں نے نماز پوری نہ کی یعنی یونہی سہی مگر میں تیری نہیں سُنتا۔ (اسے امام دارالہجرۃ رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے اپنی مؤطا میں روایت کیا۔ ت)

مرقاۃ میں ہے :

المعنی لا تذھب عنک تلک الخطرات الشیطانیۃ حتی تفرغ من الصلٰوۃ

معنی یہ ہے کہ وہ شیطانی خیالات تم سے دُور نہ ہوں گے جب تک ایسا نہ ہو کہ تم نماز سے فارغ

---

[1] شرح سفر السعادۃ باب در طہارت حضرت پیغمبر صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ص ۳۰
[2] الحدیقۃ الندیۃ الباب الثالث الفصل الاول النوع الثانی " " فیصل آباد ۲/ ۶۸۸
[3] مؤطا الامام مالک کتاب السہو العمل فی السہو میر محمد کتب خانہ کراچی ص ۸۴

وانت تقول للشیطان صدقت ما اتممت صلاتی لکن ما اقبل قولك ولا اتمها ارغا مالك ونقضا لما اردته منی، وھذا اصل عظیم لدفع الوساوس وقمع ھواجس الشیطان فی سائر الطاعات والحاصل ان الخلاص من الشیطان انما ھو بعون الرحمٰن والاعتصام بظواھر الشریعۃ وعدم الالتفات الی الخطرات والوساوس الذمیمۃ، ولاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔[1]

ہوجاؤ اور شیطان سے کہو تُو ٹھیک کہتا ہے میں نے اپنی نماز پوری نہ کی لیکن میں تیری بات نہیں مانتا اور تیری تحقیر کے لئے اور تیرے ارادہ کو شکست دینے کیلئے میں اسے پوری نہ کروں گا۔ یہ وسوسوں کے دفعیہ اور شیطانی خیالات کی بیخ کنی کے لئے تمام طاعات میں بہت عظیم بنیاد ہے۔ حاصل یہ کہ شیطان سے چھٹکارا اسی طرح ملے گا کہ خدا کی مدد ہو اور ظاہر شریعت کو مضبوطی سے تھامے رہے، بُرے خیالات اور وسوسوں کی طرف التفات نہ کرے۔ اور طاقت وقوت نہیں مگر برتری وعظمت والے خدا ہی سے۔ (ت)

الحمدللہ! یہ فتوٰی لاحول شریف پر تمام ہوا، اس سوال کے متعلق کسی کتاب میں چند سطروں سے زائد نہ تھا، خیال تھا کہ دو تین ورق لکھ دیے جائیں گے ولہذا ابتدا میں خطبہ بھی نہ لکھا مگر جب فیض بارگاہ عالم پناہ سید العالمین محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم جوش پر آیا فتوٰی ایک مبسوط رسالہ ہوگیا عظیم و جلیل فوائد جزیل پر مشتمل جو اس کے غیر میں نہ ملیں گے والحمد للہ رب العٰلمین، بلکہ متعدد جگہ قلم روک لیا کہ طول زائد ہوتا اُسی کے مضامین سے ایک مستقل رسالہ بسط الیدین جس کا ذکر اوپر گزرا جدا کرلیا، لہذا مناسب کہ اس کا تاریخی نام **بارق النور فی مقادیر ماء الطھور** (نور کی تابش آبِ طہارت کی مقدار میں۔ ت) ہو، اور خطبہ کہ سابقاً نہ ہوا لاحقاً مسطور ہو کہ النھایۃ ھی الرجوع الی البدایۃ (انتہاء ابتداء کی طرف لوٹتی ہے۔ ت) اوّل بآخر نسبتے دارد (اوّل آخر سے نسبت رکھتا ہے۔ ت)۔

فالحمد للہ الذی انزل من السماء ماء طھورا لیذھب عنا الرجس ویطھرنا بہ تطھیرا ووضع

تو ساری تعریف خدا کے لئے جس نے آسمان سے پاک اور پاک کرنے والا پانی اتارا تاکہ اس سے ہماری پلیدی دُور کرکے ہمیں خوب پاک کردے ۔ اور

[1] مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح کتاب الایمان باب فی الوسوسہ حدیث ۷۰ المکتبۃ الحبیبیہ کوئٹہ ۱/۲۵۶

الميزان وقدر كل شئ تقديرا كي نختار
العدل ويجتنب طرفيه اسرافا و
تقتيرا و اطهر الصلوة و اطيب السلام
على من ارسل بشيرا و نذيرا ،
و داعيا الى الله باذنه وسراجا منيرا
فطهرنا بمياه فيضه الهامر الماطر
كثيرا غزيرا و اذهب عنا ارجاس
الكفر وانجاس الضلال بسحاب فضله
المنهل ابدا كل حين و ان هلا
كبيرا فصلى الله تعالى عليه وعلى
اله وصحبه وبارك وسلم تسليما
كثيرا كثيرا امين !

جس نے ترازو رکھی اور ہر چیز کی ایک مقدار متعین فرمائی تاکہ ہم عدل اختیار کریں اور اس کے دونوں کنارے، زیادتی اور کمی سے بچیں — اور پاک تر درود، پاکیزہ تر سلام اُن پر جو مژدہ دینے والے، ڈر سنانے والے بنا کر بھیجے گئے، اور خدا کی طرف سے اس کے اذن سے دعوت دینے والے اور روشن چراغ بنا کر مبعوث ہوئے۔ تو انھوں نے ہمیں اپنے فیض کی فراواں، بھرپور، موسلا دھار بارش سے پاک فرمایا اور ہم اپنے فضل کے ہر لمحہ و ہر آن خوب خوب برستے بادل کے ذریعہ ہم سے کفر کی پلیدی، ضلالت کی ناپاکی دور کردی۔ تو ان پر، ان کی آل پر اور ان کے اصحاب پر خدا کی رحمت و برکت اور اس کا زیادہ سے زیادہ سلام نازل ہو۔ الٰہی قبول فرما۔

www.alahazratnetwork.org

هذا ولاجل العجل اذ كان
تنميقه وطبع الفتاوى جار والطبع
مشغول بشيون اهم عظيمة الاخطار
مع هجوم الهموم وجمود الذهن
وخمود الافكار بقي خبايا
المرام في زوايا الكلام لا سيما
اثنان ،
الاول حديث الغرفة ف وقد
علمت ما فيه من الاشكال فلو ارسلت

یہ رسالہ تو پورا ہوا۔ اور چوں کہ عجلت در پیش تھی اس لئے کہ ایک طرف رسالہ لکھا جا رہا تھا دوسری طرف طباعت ہوتی جا رہی تھی اور طبیعت کچھ عظیم اہم معاملات میں مشغول تھی، ساتھ ہی پریشانیوں کا ہجوم، ذہن کی بستگی، فکر کی فرماندگی بھی دامنگیر رہی اس طرح کلام کے گوشوں میں کچھ باتیں چھپی رہ گئیں — خصوصاً دو باتیں :

اوّل چُلّو سے متعلق حدیث — اس میں جو اشکال ہے معلوم ہو چکا — سنّت یہ ہے

ف: مسئلہ منہ دھونے میں نگالوں پر ڈالے نہ ناک پر، نہ زور سے پیشانی پر۔ یہ سب افعال جہال کے ہیں بلکہ باہستگی بالائے پیشانی سے ڈالے کہ ٹھوڑی سے نیچے تک بہتا آئے۔